

تذکرہ گلشن ہند

میرزا علی لطف

قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان، نئی دہلی

پاشتراک

اتر پردیش، اردو اکادمی، لکھنؤ

تذکرہ گلشنِ ہند

میرزا علی لطف



قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان

وزارت ترقی انسانی وسائل، حکومت ہند

ویسٹ بلاک - 1، آر. کے. پورم، نئی دہلی - 110068

بہ اشتراک

اتر پردیش اردو اکادمی، لکھنؤ

Tazkira Gulshan-e-Hind

by

Meerza Ali Lutf

© قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان، نئی دہلی

منشاعت

پہلا اترپردیش اردو اکادمی ایڈیشن : 1986

پہلا قومی اردو کونسل ایڈیشن : 2005، تعداد 1100

قیمت : 90 روپے

شمار سلسلے مطبوعات : 1227

ISBN : 81-7587-094-X

ناشر: ڈاکٹر۔ قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان، ویسٹ بلاک 1 مار۔ کے۔ پریم نئی دہلی۔ 110006

فون نمبر: 26103381، 26179857، 26108159، فیکس: 26108159

ای۔میل: urducoun@ndi.vsnl.net.in، ویب سائٹ: www.urducouncilnic.in

طابع: چھی کچھ ٹرس. جامع مسجد دہلی۔ 110006

پیش لفظ

قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان ایک قومی مقتدرہ کی حیثیت سے کام کر رہی ہے۔ اردو زبان و ادب کی ترقی کے لیے اس نے مختلف اقدام کیے ہیں جن میں کمپیوٹر ٹیکنیکیشن، ملٹی ٹیکنالوجی، ٹی۔پی۔ایس کیلنگ، اور گرامر اور گرامر ڈکشنری اور اردو رسم الخط میں سرٹیفکیٹ کورس شامل ہیں۔ ان اقدامات کے ذریعے اردو زبان کو عصری تقاضوں سے ہم آہنگ کر کے اردو تعلیم کے منظر نامے کو وسیع سے وسیع تر کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور اس کوشش کو بڑی حد تک کامیابی بھی ملی ہے۔

قومی اردو کونسل کا بنیادی مقصد اردو میں اچھی کتابوں کی طباعت اور انھیں کم سے کم قیمت پر علم و ادب کے شائقین تک پہنچانا ہے۔ اس لیے اردو زبان کا وہ کلاسیکی سرمایہ جو دیرے دیرے نایاب ہوتا جا رہا ہے، قومی اردو کونسل نے اس کی کمر اشاعت کا بیڑا اٹھایا ہے۔

اتر پردیش اردو اکادمی، لکھنؤ کے کارہائے نمایاں میں سے ایک اہم کام ان اردو کتابوں کی ترتیب و تہذیب اور ان کی اشاعت ہے جن کا شمار اردو کے کلاسیکی سرمائے میں ہوتا ہے۔ ان کتب کی اردو شائقین کے حلقوں میں جس قدر پذیرائی ہوئی ہے وہ محتاجِ بیاں نہیں۔ اس لیے اتر پردیش اردو اکادمی، لکھنؤ کی تمام مطبوعات کو ان کی اہمیت اور افادیت کے پیش نظر قومی اردو کونسل ایک مشترکہ معاہدے کے تحت از سر نو شائع کرے گی۔ یہ کتاب اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

ہل علم سے میں یہ گزارش بھی کر رہا ہوں کہ اگر کتب میں انھیں کوئی بات بدست نظر آئے تو ہمیں لکھیں تاکہ جو خالی رہ گئی ہو وہ اگلی اشاعت میں مدد کر دی جائے۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہ بھٹ
ڈائریکٹر

گلشنِ ہند

مشہور شعراءِ اردو کا ایک تذکرہ

میرزا علی، تخلص لطیف

نے بعد از کونسن وینن گورنر جنرل ہند، اردو کے مشہور سرپرست مشر جان گلکرسٹ کی فرمائش سے، علی بابا ہیم قوال کے فارسی تذکرہ گلزارِ بہارِ ہیم سے، مع اضافوں کے اردو زبان میں جو آج سے ایک سو پانچ برس پیشتر کی سادہ اردو و نثر کا ایک عمدہ نمونہ ہے،

۱۸۰۱ء
میں تصنیف کیا، اور

۱۹۰۶ء
میں

شمس العلماء مولوی شبلی کی تصحیح و تفسیر اور مولوی عبدالحق صنائی نے اے کے ایک مالدارِ مقدر کے ساتھ، اردو زبان کی خدمت کے لئے عبادتِ خداں نے حیدر آباد و کن سے شائع کیا

دارالاشاعت ^{اور} پنجاب
کے

رفاء عام سٹیم پریس لاہور میں چھپا

ویدی کیشن

ہزار کیلنسی مہاراجہ سیریکر السلطنت
 یہاں وزیر اعظم دولت آصفیہ کو چوں کہ
 اردو زبان سے ایک خاص دلچسپی ہے
 اور آپ خود بھی اردو زبان کے ایک
 ممتاز مصنف اور بلند پایہ شاعر ہیں ،
 لہذا یہ کتاب جناب کے نام نامی پر
 ڈیپکٹ کی جاتی ہے ❖

گر قبول افتد ہے غر و شرف

خاکسار

مہدائت خان

فہرست تذکرہ گلشن ہند

مضامین	نمبر صفحہ	مضامین	نمبر صفحہ
غرض اللہ	ix	انتظام میرانشاہ شاہ خاں	30
دیباچہ	xii	امانی، میرامانی	32
باب الف	1-49	امین، خواجہ امین الدین	35
آفتاب، شاہ عالم بادشاہ غازی	1	انسوی، میر شیر علی	44
آصف، نواب آصف الدین وزیر	7	آشکو، حکیم رشتا علی خاں	47
ادب			
اشہام، محمد علی ملک نواب امیر خاں	10	باب الباء	50-62
امید، میرزا محمد رضا	12	بیدل، میرزا عبدالکادر	50
آرزو، سراج الدین علی خاں	17	بیان، احسن اللہ خاں	51
آبرو، شاہ نجم الدین	19	بہا، محمد بہا	54
احسن، میرزا احسن	22	بیدار، میر محمدی	55
الہام، شیخ شرف الدین	24	بیل، سید جہاں علی	60
اثر، میر محمد	25	باب الراء	63-69
الم، صاحب میر	28	تاج، شاہ ابو الحسن والی کوکلتھ	63
اشتقاق، شاہ ولی اللہ	28	تاہا، میر عبدالغنی	65

104	دیوانہ دماغے سرب سنگ	69-80	باب الحکم
105-124	باب الشمین	69	چہ اندازہ میرزا جواں بہخت
105	سوز، میرزا محمد رفیع		دلچہد شاہ عالم
115	سوز، سید میر	71	جرات، شیخ قلندر بخش
122	سجاد، میر سجاد	74	جوش، شیخ محمد روشن
124-125	باب الشمین	80-96	باب الحماہ
124	شورش، میر غلام حسین	80	حاتم، شیخ ظہیر الدین
125-126	باب الصاد	82	حزین، میر باقر
125	صانع، نظام الدین	83	حسرت، میرزا جعفر علی
126-127	باب الصاد	85	حیران، میر حیدر علی
126	ضیا، میر ضیا الدین	86	خسرت، بیت آبی خاں
127-132	باب العین	90	حسن، خواجہ حسن
127	عزالت، سید عبدالولی	92	حسن، میر غلام حسن
129	عشق، شاہ رکن الدین	98-99	باب الحماہ
130	عیش، میرزا عسکری	98	خاکسار، محمد یار
132-137	باب القاء	99-105	باب الدال
132	فقیر، میر شمس الدین	99	درد، خواجہ میر درد
		102	درد و صبر، فقیر صاحب
		104	دل، شیخ محمد عابد

183-185	باب التوب	133	نفاں، شرف علی خاں
183	تاجی، بحر شاکر	135	فرحت، شیخ فرحت اللہ
185	نعیم، نعیم اللہ	136	نہدی، میرزا محمد علی
186-191	باب الواو	137-150	باب القاف
186	دلی، شاہ ولی اللہ دکنی	137	کالم، شیخ محمد کالم
189	دلی، میرزا محمد دلی	143	قدرت، شاہ قدرت اللہ
191-195	باب الہاء	151-152	باب الکاف
191	ہدایت، شیخ ہدایت اللہ	151	کلیم، شیخ محمد حسین
196-208	باب الیاء	152-158	باب اللام
196	یقین، انعام اللہ خاں	152	لغت، میرزا علی، مصنف تذکرہ ہذا
207	یکرنگ، مصطفیٰ علی خاں	158-182	باب المیم
		158	میر، میر محمد تقی
		166	مظہر، میرزا جان جاناں
		168	مضمون، شیخ شرف الدین
		170	مخلص، مجلس علی خاں
		173	مہذب، میر غلام حیدر
		174	مصطفیٰ، نظام ہمدانی
		175	محبت، نواب محبت خاں
		180	مشت، میر قمر الدین

دیباچہ

رعنائی اور زیبائی، دلبرانِ سخن کو اُس زینتِ آفریں کی حمد سے حاصل ہے جس نے معشوقانِ زبان، ریختہ کو یہ لباسِ بولگلوں رنگ پہنایا۔ دلربائی اور رنگیں ادائی، ناز و فروشانِ باطلہ کو اُس بے نیاز کی ثنا سے شام ہے جس نے محبوبانِ کلام اُردو کو زیرِ الفاظ عربی اور فارسی کی آرائش کے ساتھ خرامِ ناز سکھایا:

شا اور حمد ہے اُس ذوالحسن کو یہ بخش جس نے رنگینِ سخن کو
چمن کے ہم نے معنی کی جولی پاس تو ہر گل کی نئی ہو ہے نئی پاس
سرسبزی اور شادابی، جمنِ بیان نے اُس بہارِ گلشنِ نبوت کی نعت سے پائی، جس کی
آجاری فیضِ عام کے باعث خارِ خارِ گلیمِ دلِ خراش اُردو کا رنگِ گل ہے۔ تردنا کی اور سبزی
گلشنِ معانی کو اُس رونقِ گلزارِ رسالت کی توصیف نے عطا فرمائی جس کی نیم نعت کی سوج زنی سے
ہر فقرہ پریشانِ ظہیم ریختہ کا صبرست سنبل ہے:

قطعہ

ردہ للعاس جب سے سنی ہے اُس کی ذلت گری خود شیدِ محشر سے نہیں کچھ تیم ہے
کو ہمارے جرمِ ہم کو آتشِ ضرور ہوں وہ شفیع اپنا ہے، تو گلزارِ امرا جیم ہے
آبداریِ تنجِ زباں کو اُس جو ہر شمشیرِ شہامت کی منقبت نے بخشی ہے، جس کی سیبِ دشمن
گداز کے مضمون نے دو مصرعے آبدار کو بخشا رہتہ ذوالفقار^۲ کا اور وسعتِ میدانِ سخن طرازی کو اُس

۱۔ اس مصرعہ میں تہقید ہے، اصل عبارت یوں ہے۔ ”آس“ کے محسن کی جرح ہم نے پاس لی ”اس لہذا یعنی خوشبو رو گنا۔

۲۔ یعنی ذوالفقار کا رہتہ بخشاں

شہسوار عرصے تک تازی کی تعریف نے مٹا کی ہے جس کی کشت گلگوں کی تحریر سے تمکید خاطر کرتا ہے صفحہ کاغذ کو تھوڑا گھڑا رکھا۔

ہے گلستانِ ولایت کا وہ باب تذکرے کا علم دیں کے انتخاب
لفظ و معنی مصرعِ آئیں کا ہے مطلع و کٹش بیاض دیں کا ہے
مذہبِ اللہ سر لوحِ نجات شاہ حبیبِ گلنات کائنات
اور فرزندِ اُس کے عالی دروہاں تا جنابِ حضرتِ صاحبِ زماں
آلِ تنغیر اور اصحابِ کرام ہو نزولِ رحمت اُن پر اور سام
بعد حمد اور صلوات کے، رنگ دینے والوں کو چمن بیان کے معلوم ہووے کہ شاہ کبھی افروز،
روشن ضمیر، شاہِ عالم بادشاہِ غازی کی بادشاہت میں اور شمعِ شہستانِ دولت و اقبال و وزیرِ اعظم
ہندوستان نواب و وزیرِ الممالک آصف الدولہ آصف چاہ بھٹی خاں بہادر ہزیر جنگ کی وزارت میں
اور دولتی بزمِ انصاف و عدالت نواب عماد الدولہ امیر الممالک گورنر جنرل دارن¹ پستون جلاوت
جنگ بہادر کی ریاست اور امارت میں، علی ابراہیم خاں مرحوم نے ایک تذکرہ شعراے ہند کا
عبارت فارسی میں لکھا ہے اور نام اُس کا گلزارِ ابراہیم رکھا ہے، 1198ھ/ 1784ء میں وہ تذکرہ
تمام ہوا۔ مشہور یوں ہے کہ بارہ برس میں سرانجام ہوا۔ رفتہ رفتہ جب سرعلاقہ بزمِ نکندہ دانی و دولتی
افزائے مجمل معانی، سخن کی جان اور سخن دانوں کے قدردان، صاحبِ والا مناقب، مسز گلگرسٹ²
صاحب کی نظر مبارک سے گزر رہا، از بسکہ شاعروں کا احوال اُس میں مجمل لکھا تھا، ایک مدت سے
صاحبِ عالی حوصلہ کو خیال اس بات کا تھا کہ اگر بیان اس کا مفصل زبانِ ریختہ میں کیا جائے تو

1۔ اس مہمِ ہندوستان کے گورنر جنرل دولتی کے دربار سے خطاب حاصل کرتے تھے اور اس کو فریہ خیز و دقیر میں
استعمال کرتے تھے۔

2۔ یہ وہی گلگرسٹ صاحب ہیں جن کے ایماء میر امن صاحب نے چاروں پیش لکھی، درحقیقت اردو زبان کا
رہارم کی شخص ہے۔

خوب ہو اور ایک شاعر کی پوری پوری غزل اپنا جلوہ دکھائے تو نہایت طبع کے مرثوب ہو۔ بہت ہی اس سے بڑا سزا پانچیں کے اور تو مشق کیفیت بہت اٹھا نہیں گئے۔

چنانچہ اس خیر خواہ غفلتی و جلی، میرزا علی کو کہ لطف تحفہ نص کرنا ہے، نہایت محبت و اخلاق سے فرمایا کہ ”تو اگر تن و ہی اس مقدمہ میں کرے تو ہم اس تذکرے کو اپنی طرز پر لکھیں“۔ اگرچہ یہ پابند اہلقت کا اس ایام میں ارادہ حیدر آباد کی سیر کا رکھتا تھا لیکن اس خُلق مجسم کے اخلاق کا کیا بیان کروں کہ اس مضمون کو اس وقت اس خوبی سے ادا فرمایا کہ مجھ سے سوائے اس بات کے اور کچھ بن نہ آیا کہ میں لاکھ جان سے حاضر ہوں اور ایک سر مو آپ کے فرمانے سے نہیں باہر ہوں۔ سچ تو یہ ہے کہ خُلق بھی سحر طالع ہے جن لوگوں کا یہ آئین ہے اُن کا خوشا حال ہے۔ غرض مدعائے ولی اُس صاحب عالی تدبیر کا یہ معلوم ہوا کہ ان قاری کتابوں کے ہندی متر کرنے سے مراد ہمیں یہ ہے کہ صاحبان انگریز بازہ ولایت سے جو آتے ہیں، ہم اُن کی تربیت کے لیے سارا یہ خون جگر کھاتے ہیں، تاکہ اُن کے ذہن میں آسانی سے یہ عبارت آوے اور اُن کی طبیعت اُس سے بخوبی مزا اٹھاوے۔^۱ یوں بس لازم ہے کہ اس عبارت میں لفظ عربی اگر آوے تو ایسا جس کو بہت ہی دیکھ کر کہیں ”سبحان اللہ“ اور لفظ قاری جگہ پاوے تو دیا جس کو تو مشق پڑا کر کہیں ”واو واو“۔ اُمید جناب اقدس الہی سے یہ ہے کہ اس طور پر سرانجام اور مقبول نگاہ و خاص و عام ہو۔

الحمد للہ آج کے دن تک کہ 1215ھ / 1801ء مطابق عیسوی کے ہیں۔ عہد سلطنت قائم ہے ایسے بادشاہ روشن دل، خدا پرست سے جس کی چشم حقیقت میں کے سامنے اپنی گدائی اور خلعت شاہی برابر ہے اور نظر معرفت اثر کے رد و برد مساوی کلا و فقیر اور تاج اسکندر ہے۔ تخت نشین ہارگا و سر فرازی شاہ عالم بادشاہ غازی، قائم رکھے اللہ تعالیٰ اس شاہو بے آزار کو اور زیادہ کرے اُس کی قدرت اور اقتدار کو اور بالفصل مسند وزارت کو زیب اور نہایت اُس روح نقشب یزیم بخش و

۱۔ اس فقرہ سے اندازہ کرو کہ اس وقت کے اہل قلم، سارہ اُردو لکھنے کو کس قدر خلاف شان سمجھتے تھے۔ مصنف صاحبان انگریز پر احسان نہ کرتا ہے کہ ان کی خاطر سے اس نے یہ ذلت گوارا کی۔

کامرانی سے ہے، جس کی محفل عیش و نشاط کی غیرت سے قہج نہیں ہے کذبہ ہرقہ عرق پشیمانی نہ اور مشتری مانند آئینہ کے گرفتار بند حیرانی میں۔ ساغر نوٹش غم خانہ دولت و اقبال، بخور بادۂ حلال، یحییٰ الدولہ عالم الملک سعادت علی خاں بہادر مبارز جنگ، ساقی روزگار جام امید کو اس کے شراب مراد سے چھٹکا رکھے اور اس ایام فرخندہ فرجام میں محفل حکومت اور ایالت اس امیر صاحب تدبیر سے رونق پنے پر ہے، جس کی بہار گلشن عدالت میں تحقیقات ہے چاک گریبان گل کی^۱ اور پرسش ہے ہائے دل شرابی بلبل کی، کہ گل کا گریبان کیوں چاک ہے؟ اور بلبل کی آواز کیوں دردناک ہے؟ سون کی زبان بندی سوسوہا رہتی ہے اور زمیں کے احوال کی تلاش ہے کہ راتوں کو کیوں نہیں سوتی ہے؟ اس زبان داری پر کیا باعث ہے سون کی بے زبانی کا؟ اس چشم خاری پر کیا موجب ہے، زمیں کی حیرانی کا؟ قمری کے طوق گردن کی جتو ہے اور صدا اس کی جو ”کوکو“ ہے، اس میں گفتگو ہے، کہ کسی چیز کا اس کی گم ہونا ثابت ہوتا ہے لفظ ”کوکو“ کی نگرار سے، مگر اس کا ہمارا کیا کس تقصیر کے اقرار سے فخر کی گھڑی کو نیم بے اجازت بہار کے کھولے، تو صاحب تقصیر ہے اور روز رفتہ گل گل کے خزاں غمی سے بھی نڈلے تو واجب تصور ہے۔

سبحان اللہ عدل اور انصاف دیا کہ جس کا مشکل بیان ہے۔ عقل اور فراست ایسی کہ جس میں قاصر زبان ہے۔ ارسطو کو سامنے تقریر کے دعویٰ طفل و بستانی کا اور افلاطون کو مدبر و تدبیر کے اظہار و پیچیدہ فنی کا۔ یہاں تک تو اس کی قدر دانی سے اب علم کا رواج ہے کہ مسلک جہل جاہلوں کے ہاتھوں سے ہوتی جاتی تاراج ہے۔ ممد حکم نے اس کے وہ مدرسے عالی شان بنا کیا ہے جس کے بام عرش مقام کی پہلی میز می اگر ساتویں آسمان کو کہے تو بجا ہے۔ کرسی شاہ نشین کی گھنڈہ عرش نشانی کا رکھتی ہے۔ نسبت اس کو بیت الشرف آفتاب سے کیوں کر دی جاسکتی ہے۔ معافی کو دیوار کی دیکھ کر فقط آئینہ ہی حیرت سے نہیں پشت بردیوار ہے، بلکہ شرمندگی سے پانی پانی کو ہر آبدار ہے۔ تعریف سے اس امیر عالی منزلت کی عہدہ برآ ہونا محال نہیں ہے زبان کی اور تو صیف سے اس والا مرتبت

کی نکتہ سرا ہونا طاقت نہیں ہے بیان کی۔ شہسوار معرکہ دشمن ستیزی، سر حلقہ گرد و خرد پڑوہ انگریزی، زبدۂ نوابان عظیم الشان، مشیر خاص حضور فیض معصوم بادشاہ کیوان بارگاہ انگلستان، اشرف الاشراف مارکوئس وٹرنی گورنر جنرل بہادر عالم مسالک محروسہ، سرکار کینچی انگریز بہادر، ویر اعظم مساکر بادشاہی دسرکار کینچی حلقہ کشور ہند، قدوسی شاہ عالم بادشاہ غازی۔ عہد دولت میں اس عالی جناب کے ازبک آرام اور چین ہر ایک شخص کے نصیب ہے اور عز و وقار اہل علم کے قریب ہے، موافق حکم اس صاحب الامتاق کے، کہ نام نای اور اسم گرامی اس کا اوپر مذکور ہوا ہے۔ اس ہیچد ان نے یہ تذکرہ لکھا اور نام اس کا بموجب ارشاد اس صاحب ممدوح کے، گلشن ہند رکھا۔

اگرچہ احتیاج تاریخ کے نظم کرنے کی نہ تھی، کس واسطے کہ نثر میں سہ جہری اور محسوسی دونوں کی کیفیت نکلی ہے اور علی ابراہیم خاں مرحوم نے شاید یہی سمجھ کر گلزار ابراہیم میں تاریخ نظم سے چشم پوشی کی ہے لیکن یہ نہ چاہیے کیونکہ بہ نسبت نثر کے نظم پر ہر ایک شخص کا دل دھرتا ہے اور حافظہ اس کو بہت جلد قبول کرتا ہے، تعجب کیا ہے کہ اس کا اشتہار ہو اور اہل سخن کی زبان پر اس کی تکرار ہو تو جس کو سنی سنائی بھی یہ تاریخ یاد ہوگی، اس کو بین دیکھے اس تذکرہ کے معلوم اس کی بنیاد ہوگی۔ بار بار صفات کے اشتہار سے ذات کو شہرت ہوئی ہے۔ اس قاعدہ کے واسطے تاریخ نظم اس کی اس طور پر لکھی گئی۔

قطعہ

ہر ایک گل ہمیشہ بہار، اس حدیث کا کہتا ہے ہوں غرض سے کہ "تو کیا بلشت ہے"
جہاں پھریں ہیں بے سرو پا بہن اور وے تاریخ اس کی جب سے کہ "رنگ ہمیشہ ہے"

1215ھ / 1801ء

گلگشت کرنے والوں سے چستان نازک خیاباں کے پوشیدہ در ہے، کہ اس نخل بند
حدیقہ بے استعدادی نے حسب الارشاد صاحب عالی شان مرحوم اللہ کے گلشن ہند کی دو جلدیں

کی ہیں۔ جلد اول یہ جو تحریر کی جاتی ہے، اس میں عرضِ حق پر دازیاں سلاطین نامدار کی اور گوہر ہاریاں و ذرائع والا جبار کی اور خوش استعدادیاں، امرائے عالی مقدار کی اور خن تراشیاں شعرائے صاحب وقار کی، جو کہ نام آور اور صاحب دیوان تھے، بیان کی گئی ہیں اور جلد دوم میں مذکور کیے گئے ہیں شعرائے کم نام و غیر مشہور یا وہ نو مشق کہ ہنوز نہیں تمام کر چکے ہیں کہانی شمع و پروانہ اور گل و بلبل کی۔ توفیق اس کتاب کی قزاقی میں اس مرجعِ کمال سے چاہتا ہوں، کہ جس کی طرف رجوع ہے جزو کمال کی۔ جلی جلالہ، و عم نوالہ۔

میرزا علی لطف

باب الف

1۔ آفتاب

آفتاب تحفص، نور قمر جہانپانی، مہر پہر صاحب قرآنی، شاہ عالم بادشاہ ابن عالمگیر جانی شاہزادگی میں گوہر صدف سلطنت کا نام عالی گوہر تھا۔ اسی ایام میں عماد الملک کے خوف سے دلی سے نکلے اور بعد بہت آوارگی کے نجیب خاں کے یہاں کہ سردار قوم افغان کا تھا اور نجیب الدولہ خطاب رکھتا تھا، منٹگر عنایت الہی کے ہو کر ٹھہرے۔ اس میں بعد ایک مدت کے محمد قلی خاں، بھتیجے نواب صفدر جنگ کو، کہ تاہم صوبہ الہ آباد کا تھا، حوصلہ بنگالہ کی تسخیر کا دامن گیر ہوا۔ مشورے سے نواب شجاع الدولہ کے، کہ وہ باطن میں محمد قلی خاں کے بہاد کرنے کا ارادہ رکھتے تھے، خان مذکور نے شاہزادے کو نجیب خاں کے ہاتھ سے بلوا کے اور وسیلہ عزم کا ٹھیکرا کے، آپ مع فوج کے رکاب سعادت میں داخل ہوئے اور الہ آباد سے کوچ کر کے قریب عظیم آباد کے آئے اب آگے رام نرائن، عظیم آباد کے نائب نظامت کا بے حواس ہو کر محمد قلی خاں کی معرفت، حضور میں شاہزادے کے حاضر ہونا مشہور ہے اور پھر بکڑ کے چند مدت قلعہ میں عظیم آباد کے بند ہو کر لڑنا، یہ بھی تواریخ جینوں کی نگاہ سے نہیں مستور ہے۔

ابھی محمد قلی خاں قلعہ کو لگے ہی ہوئے تھے، کہ اس میں بعد ایک چند روز کے ٹھہرہ جعفر علی خاں اور میرن کی آمد آمد کا بواسطے رام نرائن کی کمک کے مع کر نپلی کلف بہادور ثابت جنگ کے

شرق کی طرف سے ہوا۔ محمد قلی خاں نے اُن کی لڑائی سے عہدہ برآ ہونے کی حالت اپنے بیچ میں دپاکے، پیش از اُن کے داخل ہونے کے، کوچ بنارس کی طرف کیا اور شاہزادہ عالی چدر مالی کو ہر نے، کرم نامی کی مدی¹ سے، کر صوبہ عظیم آباد کی سرحد میں ہے، عبور کر کے تھوڑی دُور گئے تھے، کہ باپ کے مارے جانے کا احوال اس طور سے سنا، کہ مہدی قلی خاں کشمیری، علی قلی خاں کے بھائی نے، کر فتن عماد الملک کا تھا، حسب الارشاد اپنے آقا کے حضور علیٰ میں عرض کی کہ ”ایک فقیر بہت بڑا صاحب کمال فیروز شاہ کے کوئلہ میں آگے اُترا ہے، حضرت کو ملاقات اُس سے کرنی ضرور ہے۔“ حضرت بے چارے اعلیٰ گرفت، حکم میں تو عماد الملک کے تھے ہی، اپنے پاؤں سے آپ قبر میں تشریف لے گئے۔ وہاں فقیر کہاں تھا، کئی ایک خوشخوار جٹا کار، بے شرم اور بے رحم اُس حجرے میں بٹھا رکھے تھے، جاتے ہی اس بے گناہ کو پیش قبضوں سے مار کر لاش کو اوپر سے ریتی کی طرف کر دیا۔ شاہزادے نے شیعہ ہی اس خبر کے، کھٹولے میں پہنچ کر، موافق ضابطہ خانہ داناہاہریہ کے 1173ھ میں القاب ”شاہ عالم“ کے ساتھ تخت سلطنت پر جلوس فرمایا اور قلعہ داناہ وزارت کا مع خلعت جلد نواب شجاع الدولہ کے واسطے بھیجوا دیا۔ ساتھ ہی اس کے خلعت امیر الافرانی کا، کہ عبارت میر بخشی گری سے ہے، نجیب الدولہ کے لیے روانہ ہوا اور نواب منیر الدولہ نے اُسی وقت موافق ارشاد کے اچلی گری کے طور پر ایدالی کی طرف کوچ کیا۔ اسے میں کامگار خاں پانچھ ہزار سوار سے اور دلیہر خاں، اصالت خاں اپنی تمام جمیعت سے حاضر ہو کر، اقرار جائفتانی کے ساتھ داخل دائرہ دولت کے ہوئے۔ چنانچہ کامگار خاں نے اخراجات سروری کا اپنا ذمہ کیا اور زمینداروں سے اتنے ہی عرصے میں، جس جس صاحب سے بٹا، کچھ کچھ نہ یہ بھی لیا۔ تجویز نمبری کہ میرن کے آنے سے آگے ہی رام نرائن سے لڑ لیجئے اور خدا فضل کرے، تو قلعے عظیم آباد کے عمل کیجئے۔ بادشاہ کو بھی یہ مشورہ پسند آیا اور اُسی وقت پیش نیجے کے کوچ کو حکم فرمایا۔ کامگار خاں اور

۱۔ یعنی اس مذی سے جس کا نام کرم تھا۔

دلیر خاں متعل رام نرائن کے لشکر کے، کہ دیو باٹری کے کنارے پر پڑا تھا، آپڑے اور بعد کئی دن کے میدان جنگ آ راستہ کر کے کمال چانفتانی اور سرفروشی کے ساتھ لڑے۔

سب سے پہلے دلیر خاں اور اصالت خاں نے گھوڑے چلائے اور نہایت بہادری سے رام نرائن کی فوج میں درآئے۔ سچ تو یہ ہے کہ غول ان کا نشانہ تھا، تھڑوں کی مار کا، اور چٹ تھا بندوؤں کی باز کا، بجلی کی طرح کڑک کر ہر ایک اڑوا توپ کا سا گرم آتش فشانہ تھا اور گولیوں کی بارش کے سادہ بھادوں کا سینہ شرمندگی سے پانی پانی تھا۔ اس میں بندوؤں کی مار سے نشانہ لے کے ہاتھی کا منہ پھر گیا۔ کسی نے دلیر خاں سے پکار کر کہا کہ "نشان کا ہاتھی پھر کھڑا ہوا"، فرمایا "کیا ہوا، ہاتھی پھر اور گوک آسان بھی پھرے دلیر خاں تو نہیں پھرا"۔ یہ کہہ کے دونوں بھائیوں نے کود کے گھوڑوں سے ایک تین سو جھانوں سے کہ وہ رفتی اُن کے تھے، ایسی ہی چابھازی کی کہ ساری زمین ان کی لاشوں سے بھردی اور تمام فوج رام نرائن کی تلے اوپر گردی، خاطر خواہ دلاوری اور بہادری سے دل بھر کے، شجاعت اور جھوٹا حق ادا کر کے، دونوں بھائیوں نے مع رفیقوں کے جان شیریں ثار کی، لیکن رام نرائن کی فوج میں بھی باقی نہ رہی جلاوت گفتاری۔

اس میں توپ اور بندوؤں تو بند ہو ہی گئی تھی، کامگار خاں مع اپنی فوج کے جو ایک طرف سے بیٹھا تو برابر رام نرائن کے چانکلا۔ لوگ رام نرائن کے، اڑ بکد دلیر خاں کی لڑائی کھائے ہوئے تھے، دوبارہ کامگار خاں کے مقابلے کی طاقت نہ لاکے پسپا ہوئے۔ رام نرائن نے مقدمہ بے ڈول دیکھا، مین لڑائی میں کپتان کا کرسی صاحب سے کہلا بھیجا کہ "آدھے لوگ اپنی سہری کلک کو بھیجئے"۔ کپتان مذکور نے سوائی حکم نائب کھاست کے اپنی فوج کے دو حصے کیے اور آدھے آدمی ادھر بھیج دیے۔ لیکن لوگ اُن کے بھی تو لڑائی کی محنت اٹھا چکے تھے اور جس قدر چاہیے تھا جی لڑا چکے تھے۔ کچھ کام بین نہ آیا اور کسی طرح سے بندوبست نے لڑائی کے انتظام نہ پایا۔ چنانچہ کامگار خاں نے گھوڑا رام نرائن کے ہاتھی سے ملا دیا اور اسے تیرا اور نیزے مارے کہ اپنی دانست

میں انھوں نے مار لیا لیکن اس مدترے نے دشمنی ہو کر حوضی میں لپٹ جانے کو نصیحت جانا اور تختوں کی آڑ کو وسیلہ زندگی کا کر دانا۔ غرض لڑائی بجز مگنی، بہت سے لوگ رام نرائن کے ساتھ کے مارے گئے اور کچھ تھوڑے سے لوگ بھاگ بھی بے چارے گئے۔ غری دھرم رحیم خاں اور غلام شاہ کے، کہ ہر اول فوج کے تھے، کا مددگار خاں کے ہاتھ میں گرفتار ہوئے۔ احمد خاں قریشی اور مراد خاں، چٹا بہرام خاں بلوچ کا، بھاگ کے رام نرائن کے شریک، عظیم آباد کی طرف قدم گزار ہوئے۔ شاہ عالم بادشاہ غازی نے فتح اور نصرت کے ساتھ کھیت پر ڈیرا کرنے کا حکم دیا اور بھاگے ہوؤں کا پیچھا مطلق نہ کیا۔ اب آگے بیان ساتھ تفصیل کے موجب طول کلام کا ہے۔

مختصر یہ کہ آج کے دن تک کہ 1215ھ ہیں اور جلوس مبارک کو سنہ بیالیسواں ہے، وہ اورنگ نصیب بارگاہ جاوہر و جلال محبت سلطنت پر ساتھ ہمیشہ و نشاط کے تھکراں ہے۔

تذقیہ سوس میں عہد سلطنت کے، منظور علی خاں ناظر کی بے بصیرتی سے شیخ غلام قادر خاں زبیلے نے جو کورنگی کی ہے، مفصل بیان اس کا غضب ہے اور نہایت ترک ادب ہے لیکن حضرت نے خود اپنی زبان بلاغت بیان سے اس رد واد کو اس تفصیل کے ساتھ نظم کیا ہے کہ اور کسی ہندوستان دولت کی کیا مجال تھی کہ اس واردات کو اس بے ادبی سے زبان تک ۱۲۱۵ء از بسکہ وہ غزل فارسی ہے، داخل کرے اس کا سچ کتاب کے خلاف آئین منتر ہندی کے معلوم ہوا، اس واسطے جیسا دفتر کا اس غزل کو مٹا ہے¹ پر کتاب کے لکھا ہے اور ترجمہ اس کا لفظاً باللفظ کر کے اس طرح داخل کتاب کیا ہے۔ نظم:

حادثے کی اٹھی آندھی جو مری خواری کو دم میں برباد کیا میری جہانداری کو
بس کہ خورشید کو لازم ہے طلوع اور غروب شام یوں پھولی غرض میری یہ کاری کو

آنکھیں نکلیں، تو ہوا خوب کردیکھوں گاتش دم میں برباد کیا میری جہانداری کو
 مملکت کا بھی خیال ایک مرض تھا جاناکہ گردشِ چرخ نے کھوپا مری بیماری کو
 حاشیہ مسلسل صفحہ نمبر 12 کا

آفتاب فلک رفیع شای بودیم نرد در شام زوال آہ سیہ کاری ما
 چشم ما کندہ شد از دست فلک بہتر شد تا نہ قلم کہ کند غیر جہاں داری ما
 دلو افکاش بچہ شکوہ شای بردار کیست جز ذلتِ مزا کہ کند یاری ما
 بود جاناکہ درد مال جہاں لہجوں مرض دفع از فصلِ آبی شدہ بیماری ما
 کردہ بودیم گناہے کہ سزائش دیدیم بہت مصروف کہ بخند گنہگاری ما
 کردہ ہی سال نکلاست کہ مرا داد بباد دور تر یافتہ پاداشی ستیگاری ما
 مہد و پیالہ بہ میاں داد و نمودنہ دنا خلصاں خوب نمودنہ وقاداری ما
 شیر دادم آبی بچہ را پروردم عاقبت گشت تجوز بہ گرفتاری ما
 حق ملاں کہ بہ ہی سال فراہم کردیم کردہ تاراج و نمودنہ سبک باری ما
 قوم ملانیہ و افغان ہم بازی دادند بکہ کھینچہ تجوز بہ گرفتاری ما
 ایں گدا زانوۃ ہدای کہ بہ دوزخ برداد باقی جہد و ستم شد بہ دل انگاری ما
 گل گھر کہ ز مردان بہ شرارت کم نیست چہ قدر کرد و کالت بچے آزادی ما
 نامراد و سلیمان ، بدل یک لہیں ہر سہ بستہ کر بہر گرفتاری ما
 شاہ تیمور کہ داد سر نسبت با من زود باشد کہ بیاید بہ مددگاری ما
 مامورینِ سیدہا فرزند جگر بد من مست بہت مصروفِ خطائی ستیگاری ما
 آصف الدولہ و انگریز کہ دستور من اند چہ عجب گر ہمایہ مددگاری ما
 رنجہ و داد و دیدارِ امیر و چہ فقیر حیف باشد کہ نہ سازد بہ خودیاری ما
 نازنینانِ پری چہرہ کہ ہدم بودنہ نصرت جز گل مہارک بہ پرستاری ما
 گر چہ ما از فلک امروز حوادث دیدیم باز فرود دہد ازاد سر سرداری ما

حادثے کی اٹھی آندھی جو مری خواری کو
 بسکہ خودشید کو لازم ہے طلوع اور غروب
 آنکھیں نکلیں تو ہوا خوب کردیکھوں گانہ میں
 مملکت کا بھی خیال ایک مرض تھا جاں نثار
 کی اس افغان بچے نے شوکت شاہی برباد
 جو کیے تھے گزند اس سب کی سزا دیکھی یہیں
 جو تھا بتیس برس سے سرے گھر کا ناظر
 بے گناہی نے مری اس ستم ایباد کے تئیں
 حق مظالم جو ہوا تیس برس میں تھا جمع
 قوم افغان و مثل سب نے مجھے بازی دی
 عہد و بیان کیے اس میں، نہلا حق شک
 تھا جس افغان بچے کو دوو پلا کر پالا
 ناز نہیں میری ہم جو تھیں یاں اک نہیں
 آصف الدولہ اور انگریز ہیں میرے دل سوز
 ماروئی سیندھیا فرزند جگر بند کے ہاتھ
 کوئی پہنچا دو خبر حال کی میرے، کہ نظام
 شاہ تیمور سے ہے اک سر نسبت مجھ کو
 راجہ د رلو زمیندار امیر اور فقیر
 آفتاب آج فلک نے کیا گھر بے سرو پا

دم میں برباد کیا میری جہانداری کو
 شام یوں پھولی غرض میری سیہ کاری کو
 غیر کے قبضے میں اورنگ جہانداری کو
 گردش چرخ نے کھویا مری پیاری کو
 کون پہنچے گا خدا ٹھٹھ¹ مری اب یاری کو
 شاید اب پر جھیں نہ ہاں میری گنہ گاری کو
 پہلے عزم اس نے دیا میری دل آزاری کو
 جلد پہنچایا مکافات سترکاری کو
 مار کر لے گئے یاں چھوڑ شک باری² کو
 دکھا ہر اک نے روا میری گرفتاری کو
 ان سے سکھے کوئی آئین وفاداری کو
 بدلے اس حق کے وہ آیا میری خونخواری کو
 جز مبارک عمل اس میری پرستاری کو
 کیا عجب آدیں اگر میری مددگاری کو
 ہوگی بے روفی اس طرز جفا کاری کو
 شاید آٹکے محبت سے خبرداری کو
 دور کیا ہے جو کرے دور دل آزاری کو
 چاہے کچھ سعادت میری خونواری کو
 بخشے گا کل تجھے حق پھر تری سرداری کو

حضرت جہاں پناہ کے مزاج مبارک کو نہایت نغم کی طرف انکسار ہے اور بیشتر فضل
اشعار میں کثرتِ اوقات ہے۔ ان شعروں کو اُس جناب کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

کھینچے ہدم بھلا کیوں کر نہ شکوہ یار کا ہم تو بندے اُس کے ہوں، وہ یار ہوا غیار کا
خانہ دل کو جلایا اک ننگہ سے اُس نے آہ ہو جیو یا رب بھلا اس چشمِ آتش یار کا
صاف کل آنکھیں تری کہنی تھیں عاشق سے پکار کر سکے عینِ عداوا اپنے کب پیار کا
خون ہودے کا گلوں کا دیکھنا ہرگز صبا نام مت لینا جن میں اُس بت خوفناک کا
زلف خیری دیکھ کے زاہد رگب جاں سے بنا جانتا ہے گا سعادتِ باندھنا زکار کا
کب ترے عشاقِ بیخیز حشر میں طوٹی گئے یار آدے دل میں جب سایہ تری دیوار کا
دیکھ کر کل نہیں میری یوں لگا کہنے طیب کوئی بھی جانیر ہوا پیار اس آزار کا
صرف کعبہ میں نہ کر اوقات کو ضائع تو شیخ ڈھونڈ جا کر ہر طرف نقشِ قدم دلدار کا

اس قدر افسردہ دل کیوں ان دنوں ہے آفتاب

دیکھ کر ہوتا ہے تجھ کو ننگ دل گلزار کا

صبح اُنھ جام سے گزرتی ہے۔۔۔ شب دل آرام سے گزرتی ہے

عاقبت کی خبر خدا جانے اب تو آرام سے گزرتی ہے

2۔ آصف

آصف تخلص، نور کو کب امت اور شجاعت کا، خورشیدِ آسمانِ مروت اور سخاوت کا، نواب
آصف الدولہ وزیرِ الممالک آصف جاہ بختی خاں بہادر ہنر پر جنگ، خلیفہ نواب شجاع الدولہ مغفور کا
ہے اور پوتا نواب ابو منصور خاں صفدر جنگ کا۔ بعد وفات شجاع الدولہ کے کہ 1187ھ تھے اور
شاہ جہاں پناہ شاہ عالم بادشاہِ غازی کے عہدِ سلطنت کو چند عرصوں سے تھا، بلند فیضِ آباؤ میں کہ قدیم

نام اس کا بنگلہ ہے، مسند وزارت کو زینت اس عالی تبار نے بخشی ہے۔ از بسکہ رسم کہن ہے کہ بادشاہ اور وزیر واسطے نام کے، عہد حکومت اپنے میں، سنے شہر کے آباد کرنے کی تلاش کرتے ہیں اور وہاں مقرر یودو باش کرتے ہیں۔ بعد چند سے ہی اس آپ درگاہ گلہن وزارت نے بنگلے سے کوچ کر کے خارستان لکھنؤ کو بہار قدم سے اپنے رنگ شگوفہ زار کشمیر کا کیا۔ لکھنؤ کے جن بے جان میں گویا جان آئی اور چشم بے نور نے بصارت پائی۔ پھر تو آبادی پر شہر کے عرصہ زمین کا تنگ تھا اور معموری کو اس شراب آباد کی تشبیہ سے ہفت اقلیم کی تنگ تھا۔ بسکہ اس بلند نظر کا اہل کمال کی طرف میلان خاطر تھا، ایک ایک کمال کا ہزار ہا آدمی وہاں حاضر تھا۔ عمارت کی تعمیر پر طبیعت نہایت مصروف تھی اور خواہش شکار کی مزاج سے ہفت تالوف تھی۔ ہر روز لازم تھا ایک عمارت تازہ کی بنا کا دھڑا اور ہر سال بین واجب تھا واسطے شکار کے دوسرے سفر کرنا۔ بے مبالغہ ہے کہ ہزاروں شیر مانند بکریوں کے مارنے میں آئے، یہاں تک کہ ان کی کھالوں کے متعدد خیمے عالی شان بنوائے، پہلی ہی گولی اس کے ہاتھ کی گینڈے اور مارنے کو تھا پیغام اجل کا اور دانت ہونے ہاتھی کے بس یہی اس کے واسطے تھا دام اجل کا، مسک پر فل مست کی جب اس کا تیر بیٹھا، سو فار کا باہر نام نہ تھا۔ یہاں کو تنکے سے ٹالنا اس کے آگے کچھ کام نہ تھا۔ جنگلی ہاتھی و ٹیلے اسنے مارے کہ آج دولت خانہ میں ایک عمارت عالی شان ہاتھی دانت کی موجود ہے، جس کے ستون اور کڑیوں میں نام کو کہیں لکڑی کا نہیں وجود ہے۔ شجاعت کے سوائے سخاوت پر جب طبیعت آئی تو امت حاتم کی دل سے خلافت کے ٹھکانے۔ ایک دن میں لاکھ روپیہ سے شریف مکہ کی خدمت گزاری کی اور پانچ لاکھ روپے خرچ کر کے نجف اشرف میں نہر آصفی جاری کی۔ فیاض ایسا کہ جو کوئی سامنے کچھ لے گیا خالی نہیں پھرتا ہے۔ بے مبالغہ ہے کہ خاک کی ٹھس کو اکثر اسیر کی قیمت میں لیا ہے۔ اس میں کوئی گستاخ اگر اس کی قہاحت زبان پر لایا تو وہاں بے مزہ ہو کر اس سے فرمایا کہ ”اتنی مرؤت کرنی اس شخص سے ہم نے مدت سے اپنے دل میں تھی خیرائی، یہ جنگی خاک کی جو اس سے لی یہ مفت میں پائی۔“ فرض ہر کچھ چاہیے سب کمالوں کی جامعیت تھی۔ انھوں یہ ہے کہ فوج اور ملک کی طرف سے غفلت تھی۔

تاجوں کے ہاتھ میں اصلاً ملک کا سرانجام رکھا، آپ فقط سیر اور شکار سے کام رکھا، شیر کوئی لاکھ اور کام کا نہ پایا، اس واسطے ساتھ عزم کے رجب نام کا نہ پایا چھبیس برس کل اس مریخ نصیب وزارت نے حکمرانی کی اور جن گیتی میں مانند گل خورد شد کے محتاجوں پر ذرا نشانی کی۔ آخر الامر ازبک کے گھٹن دنیا کے بہار اور خزاں آپس میں دست و گریباں ہیں، بیماری سے استغنی کی 1212ھ میں کہ سلطنت کو شاہ عالم بادشاہ قازی کے چالیسواں ست تھا، اٹھائیسویں تاریخ رجب الاول کی، پندرہ ذی ح ایک دن رہے، حکومت عارضی کو ملک فنا کی چھوڑ کر کار فرمائی اقلیم ہذا کی اختیار کی۔ راقم آٹھ صفر سن سے ملازموں میں اس آستانہ دولت کے مع رسالہ سر فراز تھا اور افرام عتایت اور الطاف سے اس کے ہم چشموں میں اپنے سرور اقبال تھا۔ اس شیخ شہستان وزارت کی تاریخ وفات کا شعلہ اس جگر کتاب کے گھٹن طبع سے یوں آتش فشاں ہوا ہے۔

قطعہ

آصف الدولہ جب جہاں سے گیا اک جہاں بے دل و دماغ ہوا
جام مر اس کا بھرتے ہی لہریں غلج کا¹ بیش لیاغ ہوا
دشمنوں کا دل آتش غم سے دوستوں سے زیادہ داغ ہوا
سال تاریخ کا خیال کسے خشک شعر و سخن کا باغ ہوا
بولے یوں دور کر کے پائے عناد
آج گل ہند کا چراغ ہوا

یا اشعار اس عالی جناب کے مشہور ہیں:

جس گھڑی تیرے آستان سے گئے ہم نے جانا کہ دو جہاں سے گئے
تیرے کوچہ میں نقش پا کی طرح ایسے بیٹھے کہ بحر نہ وہاں سے گئے

شع کی طرح رنڈ رنڈ ہم سینو اک دن کہ جسم و جاں سے گئے
 عشق! ہاتوں سے تیرے کیا کیجے نام سے گزرے اور نکلاں سے گئے
 ایک دن ہم نے یار سے جو کہا اب تو ہم طاقت و توان سے گئے
 ہنس کے بولا کہ "سنتا ہے آصف
 یوں ہی کہہ کہہ کے لاکھوں یاں سے گئے"

دل ہمارا خانہ اللہ گر مشہور تھا ___ سوجھوں کے عشق میں اب وہ بھی بت خانہ ہوا
 آباد ملک دل وہ یارو کہاں رہے گا ___ جس جا یہ درد و غم کانت کارواں رہے گا
 آصف نہ تجھے عشق بچاں دل سے ہمارے ___ سو بار اگر پھر بھی بنا دیں اسے گھر کر
 ٹوٹی چشم کی خیرت کو تری سُن سُن کر ___ شرم سے ہارغ میں زکس نے پھپھائیں آنکھیں
 مرے دل کو زلفوں میں زنجیر کھجو ___ یہ دیوانہ اپنا ہے تدبیر کھجو
 مرے دل نے زلفوں میں مسکن کیا ہے یہ مہماں ہے اے شانہ تو قیر کھجو
 جس جگہ آنسو گرے ہے آبلہ پڑ جائے ہے ___ آب سے آتش ہوئی کیوں کر ہم کیا جاوے
 پوچھتے کیا ہو وب ہجر کی حالت یارو ___ میں ہوں، اور رات ہے، اور بستر تھائی ہے
 آصف نہ چھوڑ دست سخاوت کو زہمار ___ لایا ہے کچھ نہ ساتھ نہ جائے گا تو لیے
 میں تنگ دماغ محبت دل نے کھائے ہیں کس ___ سر سے پانک ایک گویا صورت ملا دس ہے
 بڑا دل مردے جیتے دیکھے تیرے ہلت کرنے سے لب مجزویاں میں تیرے شاید آبِ حیاں ہے

3۔ انجام

انجام ٹکس، حمدۃ الملک خطاب، نواب امیر خاں نام، والد ماجد اُن کے حمدۃ الملک نواب
 امیر خاں ہیں، کہ جو عالم گیر غلامکان کے عہد سلطنت میں ذہنت بخش مسٹر امارت کے تھے۔

سلسلہ نسب شریف کا اس عالی خاندان کے میر میراں نعمت الہی کو، کہ سلاطین منصوبہ کے ساتھ نسبت اور تاتا رکھتے تھے، پہنچتا ہے۔ بزرگ اُن کے ہمیشہ ایران میں صدر نقشبین تھے مفضل عزودار کے اور ہندستان میں بھی ہمیشہ انیس دہائیں رہے ہیں۔ سلاطین تاجدار کے اس عالی دودمان کو شاہ عالم پناہ محمد شاہ سے ایسی محبت برآ رہی تھی کہ شک تھا اس پر سب ارکان دولت کو اور ایمان مملکت کو، حسد تھا۔ لطیفہ گوئی کی طرف طبیعت اُن کی نہایت مصروف تھی اور خوش طبعی سے مزاج بہ شدت مایوس، گردش چشم کے کھنکھنے میں زمانے کے استاد تھے اور شیریں گلای میں اپنے وقت کے فراہ۔ موجود تازہ اندازی کے داریوں کے اور اختراع کرنے والے چتون کی جاودکاریوں کے۔ گانے میں دخل ایسا تھا کہ استاد اس فن کے دم شاگردی کا مارتے تھے اور تاو بید کی باتوں میں بڑے بڑے گیانی ان کے آگے جی ہارتے تھے۔ بادشاہ کو ایسا اپنی طرف مصروف کر لیا تھا کہ ایک دم کی جدائی ان کی جہاں پناہ کو شائق تھی اور آٹھ پہر طبیعت اُن کی طرف مشتاق تھی۔ لیکن موافقت و اندازی سے بدگوئیوں کی آخر مہل پہ غبار خاطر ہوئی اور خواہاں جان نہ باطن بلکہ بظاہر ہوئی۔ چنانچہ 1169ھ میں ایک شک حرام نے اُن ہی نوکروں میں سے انھیں کے عین صحن دولت خانہ میں بادشاہ کے قہر کیا، کہ اس روشن زبان کی زندگی کے چراغ کو ایک ہی جھوٹے میں کٹاری کے بجھادیا۔ اگرچہ اس نا اہل کا بھی اسی جگہ لگ گیا ٹھکانا۔ لیکن افسوس ہے نواب امیر خاں کا مارا جانا۔ اکثر ارباب فہم کو گمان تھا کہ یہ اشارہ بادشاہ کا ہے اور امر جہاں پناہ کا ہے۔ جب اس شک حرام کی لاش کو اُٹھوانے میں بادشاہ نے نہایت کرم فرمایا، پھر تو عوام کو بھی اس گمان کا بے تاثر یقین آیا۔ اس عالی طبیعت کو پہیلی اور ٹکرنی کے کہنے میں مشق حد سے زیادہ تھی اور اشعار فارسی اور ہندی میں سلی چٹکی استعداد تھی۔ یہ اشعار اس ستودہ اطوار کے آویزہ گوش مضار و کبار ہیں:

کیوں نکایا بیٹھ میں کیا مجھ سے نادانی ہوئی دھڑ رز بزم میں آ شرم سے پانی ہوئی
کل بچہ مشق کے صدقوں سے پائی تھی نجات کشتی دل بے طرح کچھ آج طوفانی ہوئی

ہر پری تھال جوں آئینہ دکھتا تھا عزیز ٹوٹے ہی دل کے مجھ کو سخت حیرانی ہوئی
 کیا کہوں انہام میں اس عشق کے آغاؤ کو دوستداروں کی محبت دشمن جانی ہوئی
 نقش میری دیکھ کے قتل میں ہوں کہنے لگے
 ”کچھ تو یہ صورت نظر آتی ہے بچپانی ہوئی“

☆☆

نک تو فرصت دے کہ ہو لیں رخصت اے میاں ہم مدتوں اس باغ کے سایہ میں تھے آباد ہم
 منہ تراکتے ہیں سب اقلیم حسن و عشق کے تو ہی ملا دے کریں کس سے تری فریاد ہم
 دل تو ہے داغ غلامی سے تری طاؤس دار سامنے قمری کے گوہیں سرد ساں آزاد ہم
 اب کسی نے دل جلایا مہربانی سے تو کیا عمر مایہ شرر جب کر چلے برباد ہم
 ساتھ اپنے سر کے تھا انہام پاس حکمت
 شکر ہے، تراپے نہ زبرد خنجر جلاؤ ہم

4۔ اُمید

اُمید قلعہ، نام اصلی اس معدن کمالات کا مرزا محمد رضا ہے، رہنے والا ہمدان کا، ایام
 شباب میں وطن سے غربت اختیار کر کے دارو اصفہان کا ہوا ہے اور مرزا طاہر سے، کہ وحید جن
 کا قلعہ تھا، نسبت شاگردی کی درست کر کے کب کمالوں کا کیا ہے۔ آخر سلطنت میں غلامِ مکان¹
 کے ہندوستان میں آیا اور اول بادشاہت میں بہادر شاہ کے خطاب قولہاں شاہ کے ساتھ رہا۔
 منصب ہزاری کا پایا، لیکن اس پائے سے ہمیشہ اس ایام میں شکوہ مند رہا ہے اور منصب ہزاری کے
 مضمون کو ایک بیت میں اس طرح موزون بھی کیا ہے²۔

شکلِ بلبل کے ہوں سدا اُلاں یہ مرا منصب ہزاری ہے

1۔ یعنی اور تک زیب عالمگیر۔ 2۔ شکلِ بلبل ہمیشہ اُلاں ایں بود منصب ہزاری

محمد معزز الدین کے وقت میں کسی خدمت کی تقریب سے برہان چر کو گیا اور صوبہ داری میں امیر الامرا سید حسین علی خاں کی اس خدمت سے تغیر ہو کر جتہ بنیاد میں ماضر ہوا۔

اس جگہ تھوڑا سا احوال مجمل سید حسین علی خاں کی امیر الامرائی کا اور صوبہ داری دکن کی جلوہ فرمائی کا بیان کرنا ضروری ہے۔ کس واسطے کہ تغیر ہونا تو قیامی خاں کا بخوبی معلوم ہوگا۔ جب کہ 1132ھ میں محمد فرخ سیر اور محمد معزز الدین سے لڑائی ہوئی، تو سادات بارہ نے کمال چاغتائی کی، چنانچہ سید عبداللہ خاں اور سید حسین علی خاں نے مع اپنے بھائی بھتیجوں اور رفیقوں کے، حسن بیک خاں صف حکن اور زین الدین خاں، بہادر خاں کے بیٹے کو، مع اُن رفیقوں کے، شریک کر کے بلا جو کیا، تو زنجیر سے توپ خانے کے گھوڑوں کو کھد اکھد کے مقابل ذوالفقار خاں کے، کہ بیٹا اسد خاں وزیر کا تھا، چاہیے اور کد کد کے گھوڑوں پر سے جھسی چاہیے تھی جاں نثاری کی اور داد مرادنگی اور شجاعت کی دی۔ اس میں تو ہیں بند ہو گئی تھیں، باقی فوج سے بھی تن دی ہوئی۔ حسن بیک خاں صف حکن اور زین الدین خاں، بیٹا بہادر خاں کا، یہ دونوں سردار مع اپنے رفیقوں کے بہادری کا حق ادا کر کے، کام آئے اور سید حسین علی خاں چور ہو کر کھیت میں بیٹھ گئے۔ اسے زخم اٹھائے، بارے سادات کے سر لڑانے سے پاؤں طرف ثانی کے اٹھ گئے۔ جو موئے سوموئے اور باقی بھاگ کھڑے ہوئے۔ محمد معزز الدین نے اپنی صورت بدل کر راہ دلی کی لی اور محمد فرخ سیر کو اللہ تعالیٰ نے سادات کی شک حلائی سے سلطنت عطا کی۔ سید عبداللہ خاں، بھائی کو زخمی کھیت میں چھوڑ کر، فوج کا تعاقب کیے چلے گئے ہیں اور بادشاہ بعد ایک ہفت کے داخل دلی میں ہوئے ہیں۔ اس جانبازی کے عوض میں بادشاہ نے سید عبداللہ خاں کو وزیر اعظم کیا اور قطب الملک یارو قادر سید عبداللہ خاں بہادر مختصر جنگ خطاب دیا اور سید حسین علی خاں کو میر بخشی ہونے کے سوا منصب، ہفت ہزاری عنایت ہو اور امیر الامرا سید حسین علی خاں بہادر فیروز جنگ خطاب ملا۔ بعد اس فتح کے جو خدشہ کہ ان سے ہوئی ہیں اور جو شک حلا لیاں کہ انھوں نے کیں ہیں، مفصل بیان اس کا موجب طول کلام کا ہے اور کچھ متعلق بھی نہیں اس مقام کا ہے۔ غرض توجہ بادشاہ کی از بسکہ ان پر حد سے

زیادہ تھی، حاسدوں کو بس یہی عداوت کی بنیاد تھی۔ تھوڑے ہی سے دنوں میں بدگوئیوں نے اُن کی طرف سے بادشاہ کے دل میں سیکڑوں شبے ڈال دیے۔ غضب تو یہ ہے کہ اس عقل مجسم نے حاسدوں کے کہنے سے بے تامل مان لیے۔ پھر تو دشمنوں نے تدبیر ان کے توڑنے کی، یہ ٹھہرائی کہ پہلے لازم دونوں بھائیوں میں ڈالنی جدائی۔ اس تقریب سے امیر الامرا سید حسین علی خاں کے واسطے تجویز صوبہ داری دکن کی ہوئی اور رخصت حضور سے 1127ھ میں اس مروت کے معدن کی ہوئی۔ ابھی دس کو بس بھی دکن کی سمت کو نہیں تھی سواری گئی کہ ساری دینی پکارتی تھی ”جگ پھوٹا اور نرو باری گئی“۔ قصہ مختصر بعد کتنے دنوں کے اور طے کرنے منزلوں کے جب نرپدا سے عبور ہوا تو ایک فوج عالی شان لے کر واسطے لڑائی کے سامنے داؤد خاں ناظم برہان پور ہوا کیونکہ فرمان بانو شاہی معرفت خاں دوراں خاں کے اس کو آگے ہی پہنچ چکا ہے کہ دفعہ میں امیر الامرا سید حسین علی خاں کے اگر تجھ سے قصود ہوگا تو تجھ کا حضور کا ہے۔ سبحان اللہ! یہ داؤد خاں وہی ہے کہ اوائل سلطنت میں محمد فرخ سیر کے امیر الامرا نے اس کی جان بخشی کروائی ہے اور احمد آباد گجرات سے اس کو باہر بھجوا کے سند صوبہ داری نہ بان پور کی حضور سے اس کے نام بھجوائی ہے۔ دو حق احسان فراموش کر کے جان بخشی کے عوض میں خواہان جان ہوا۔ چنانچہ 1127ھ میں، گیارہویں تاریخ رمضان کی لڑائی کا آراستہ میدان ہوا۔ بعد بہت ہی خونریزی اور کشاکش کے داؤد خاں نے بندوٹی کی گولی کھائی، بسا اہستی کی گنوائی اور امیر الامرا فیروز جنگ نے ساتھ فتح اور فیروزی کے اور تک آباد میں داخل ہو کر مسند حکومت کی آرائش فرمائی۔ اس حرکت سے کہ نہ بان پور کے ناظم سے ہوئی تھی، آتے ہی اہل خدمت برہان پور کے سب تغیر کیے۔ اس تقریب سے قزلباش خاں بھی معزول ہو کر حضور میں حاضر ہوئے۔ از بسکہ سلیطہ علم مجلس کا اس مجموعہ کمالات کو بہت بڑا افتاد و مزاج دانی میں اُمرا کے پشت و دُمل دکھاتا تھا۔ طرز خدمت اس کی امیر الامرا کو نہایت پسند آئی اور دار و لنگی حکومت کرنا تک کی واسطے قزلباش خاں کے قرار پائی۔ اس تقریب سے ارکات کو گیا اور ایک مدت بھر وہیں رہا۔ بعد زوال دولت سادات کے کہ وہ قصہ مشہور ہے اور یہاں کچھ جان اس کا نہیں ضرور

ہے۔ قزلباش خاں نے رفاقت مبارز خاں کی کہ تا حکم حیدر آباد کا تھا، اختیار کی۔

چنانچہ 1137ھ میں جب نواب نظام الملک آصف جاہ سے اور مبارز خاں سے میدان میں شکر کھیزی کے کہ سات کوس اور تک آباد سے ہے، لڑائی ہوئی تو قزلباش خاں بھی ساتھ تھا۔ مبارز خاں تو صیاد و اجل کا ٹھہر ہوا اور قزلباش خاں دام ہستی میں پھنس کر دھگیر ہوئے۔ بعد کئی دن کے ایک غزل نواب کی تعریف میں اور اپنے عذر تقصیر میں لکھ کر بھجوائی۔ بندش اس غزل کی نواب آصف جاہ کو پسند آئی۔ تھوڑے ہی دنوں میں پھر تو ایسی موافقت آئی اسی وقت بموجب حکم قید سے نہایت لی اور جاگیر قہریم بدستور سابق بحال ہوئی اور تھوڑے ہی دنوں میں پھر تو ایسی موافقت آئی کہ قندھاری منی مرک کی نواب نے عنایت فرمائی۔ یہ قلعہ ہے علاقہ میں کرتا تک کے، وہاں ہیرے کی کمان تھی۔ چنانچہ کھٹنا جو بندی ہے، اس کے کنارے سے ہیرا نکال کے وہاں تراشتے ہیں۔ چند مدت اس معدن معانی نے ہیرے کی کمان کی واردگی میں اوقات نہایت آب و تاب سے بسر کی اور اسی عرصہ میں رخصت حج اور زیارت کی لی۔ بعد حاصل کرنے سعادت زیارت کے جو آیا تو نواب آصف جاہ کو دیا ہی توجہ اور عنایت کے ساتھ پایا جب کہ 1150ھ میں نواب آصف جاہ حضور طلب ہوئے اور شاہ جہان آباد آئے تو قزلباش خاں بھی ہمراہ رکاب کے تھے۔ اس میں کچھ شورش حربوں کی صہیہ کے لیے مامور ہوئے اور قزلباش خاں اس سفر میں فقط پاس رفاقت کر کے جدا ہوئے۔

میر غلام علی آزاد تخلص، مرد آزاد جو ان کا تذکرہ ہے۔ اس میں لکھتے ہیں کہ جس امام میں نواب آصف جاہ کو بھوپال کے سفر کا اتفاق ہوا تو فقیر بھی حازم حج کا تھا۔ اس قافلے کے پہنچنے کو عنایات الہی سے سمجھ کر چنارہا کا اور اترتا منزلوں کا باہم اختیار کیا۔ چنانچہ قزلباش خاں سے سکر اور ستوا تر علاقہ میں اس سفر میں ہوئیں۔ عجیب مجمع کمالات نظر آیا۔ باوصف ولایت زائی کے ہندی راکوں کے گانے اور بھجنے میں نہایت طبع ہنسٹ اور فہم درست رکھتا تھا اور خوش اخلاقی اور رنگین مزاجی میں بھی کوئی مقام اس سے نہیں چھوٹا تھا۔ یہ لطیف اس کی زبانی ہے کہ ایک دن میں نے کچھ

ظکایت زمانے کی نواب ذوالفقار خاں بیٹے نواب اسد خاں، وزیر جو تھے اُن کے سامنے کی۔ سن کر فرمانے لگے کہ ”سچ ہے دنیا کو اُمید کے ساتھ بسر کرتے ہیں۔“ میں نے عرض کی کہ ”اگر دنیا کو اُمید کے ساتھ بسر کرتے ہیں تو افسوس ہے آپ مجھ بغیر دنیا کو بسر کرتے ہیں، کہ میرا جھٹلس ”اُمید“ ہے۔“

فرض جب نواب آصف جاہ بھوپال میں پہنچے تو فوج نے مرہٹے کی خدمت میں کیس اور لڑائیاں تحریر ہوئیں۔ اس میں نادر شاہ کے آنے کا غلط ہندوستان کی طرف ہوا۔ نواب آصف جاہ نے اس ایام میں لڑائی کا طویل دینا مناسب نہ سمجھ کے ساتھ دار و مدار کے مصلحتاً صلح کی اور معقولہ لاش خاں کے داخل شاہ جہاں آباد میں ہوئے۔ آگے نادر شاہ کا آنا اور دلی کا لوٹنے جانا مشہور ہے، یہاں کچھ بیان اس کا نہیں ضرور ہے۔ فرض جب دلی ایران کا ایران کو گیا اور شیر میں امن و امان ہوا تو آصف جاہ حضور سے رخصت ہو کر پھر دکن کو سدھارے اور قزلباش خاں نوکری چھوڑ کر کمر کھول کر بیٹھ رہے۔ دلی کی محبت کے مارے چند روز اور بھی ساتھ بخش و نشاط کے دیکھا جلوہ دم اور قدم کا آخر 1159ء میں سکتے کی بیماری سے لاچار کیا سفر ملک عدم کا۔ قریب آٹھ ہزار بیت کے زبان قاری میں اس بلند طبع نے فکر کی ہے اور ہندی میں گاہ گاہ بطور اختلاط کے کھی کوئی غزل کہی ہے۔ یہ اشعار اُس ستودہ اطوار کے ہیں۔

با ناز حور د خشن غلک، جلوہ پری ہا من¹ کی بنی ایک مری آنکھ میں گھڑی²
 رفتم بہ پیش و گفتم ”چاہم فدائے تست“ غصہ کیا، د گالی دیا اور دگر لڑی³
 ایسی نہ بیٹا اور نہ بھوانی نہ رادھا کرتار⁴ نے نہ ایسی کوئی دوسری گھڑی
 گفتم کہ ”تیرے پانوں پڑم اور بلا لیم“ گفتم کہ ”ڈاڑھی⁵ چار مثل تھہ کو کیا پڑی“
 گفتم ”اُمید وصل پہ ہم تیرے بیٹا ہوں“
 گفتم کہ ”چل پرے دلی مارے تجھے مری“

1۔ ہا من 2۔ اور نہ کہوں میں گھڑی کی بجائے ”پڑی“ ہے جو ”دنگرہا اٹھا“ کا ترجمہ ہے۔

3۔ یعنی پھر لڑی۔ 4۔ کرتار یعنی خدا۔ 5۔ یعنی ریش ہونٹ۔

یار بن گھر میں جب صحبت ہے درو دیوار سے اب صحبت ہے
دل ہمارا اسے کتا ہے رات غیر سے جو شب صحبت ہے
درو دل اس سے جو ہم نے نہ کہا ایسی حاصل ہوئی کب صحبت ہے
دہر میں پاسِ نفس لازم ہے شیشہ و سنگ یہ سب صحبت ہے

وسب اغیار ہے زیرِ سر یار
آج اُمید کو ذہب^۱ صحبت ہے

5 آرزو

آرزو شخص ہے، سراج الدین علی خان نام، موطن اکبر آباد کے۔ باپ کی طرف سے سلسلہ اس بزرگوار کا شیخ کمال الدین، بھانجے سے شیخ نصیر الدین کے کہ چراغِ دہلوی جن کا لقب تھا تھا ہے اور ماں کی طرف سے شیخ فرید الدین عطار غنیخا پوری کو پہنچتا ہے۔ چھوٹی عمر سے طبیعت اس بزرگ زادے کی پڑھنے لکھنے کی طرف مصروف تھی۔ چنانچہ جو وہیں برس شعر کہنا شروع کیا اور چوتیس برس کی عمر تک جتنی کتابیں درسی اور ضروری تھیں پڑھ چکا۔ فاضلوں سے عصر کے جس قدر کہ فائدہ چاہیے تھا اٹھایا اور مرتبہ کو استعداد کے نہایت بلندی کو پہنچایا۔ بعد تحصیلِ علم کے بادشاہی منصب داروں میں داخل ہو کر دہلی سے دور ہوا یعنی اواخرِ سلطنت میں محمد فرخ سیر کی گوالیر کی خدمتوں میں سے ایک خدمت کے ساتھ ماسور ہوا۔ 1130ھ قمری کہ دارالخلافت ہندوستان میں آیا اور زورِ شور شاعری کا زباں دانوں کو دہاں کے دکھایا۔ چنانچہ 1147ھ میں کہ شیخ محمد علی حزیں علیہ الرحمۃ ابراہیم سے شاہ جہان آباد میں بکھرے لائے تو اُس پکاے روزگار کی ملاقات کو شاہ و گداسب آئے۔ سراج الدین علی خان سے جس قدر اخلاق کہ مناسب ان کے حال کے پایا شیخ

نے ادا فرمایا۔ لیکن اس بزرگ زادے نے نسبت غرور کی شیخ کی طرف منسوب کی اور باحق اپنی طبیعت اُن سے محبوب کی۔ آزدہ خاطر وہاں سے گمراہ آئے اور بیان شیخ کا دیکھ کر بہت سے شعر ستیم ٹھہرائے۔ چنانچہ وہ سب اعتراض جمع کر کے ایک رسالہ لکھا ہے اور نام اُس کا ”محبیب اللطین“ رکھا¹ ہے۔ عوام کی طبیعت تو ان اعتراضوں سے البتہ تشویش میں پڑتی ہے، نہیں تو صاف نزاع معلوم ہوتی ہے جب ہر ایک جنس کی نگاہ اُس سے جالڑتی ہے۔ فرض شاعر زبردست اور صاحب استعداد تھا اکثر مضمون میں سے مضمون کو کرتا ایجاد تھا۔ لطیف گوئی اور ظرافت میں پوشدت مطلق، خوش طبعی اور رنگین مزاجی میں شہرہ آفاق تھا۔ اگرچہ سررشتہ ملاقات کا ان کو ایک جہان سے تھا، لیکن تو نسل امورات دنیا میں نواب اسحاق خاں سے تھا۔ بعد خراب ہونے شاہ جہان آباد کے نواب سالار جنگ کے ایما سے لکھنؤ میں آئے، لیکن فلک نیر تک باز نہ بے رنگی ہی کے رنگ دکھائے۔ چنانچہ لکھنؤ میں وصال ہوا ہے اور لاش کو اُن کی بموجب اُن کی وصیت کے نواب سالار جنگ نے بعد سپردگی شاہ جہان آباد کو بھجوا دیا ہے۔ بہت سی کتابیں اس ماہر فنون نے تالیف کی ہیں۔ اتنی تو نگاہ سے راقم حاضی کے بھی گزرے ہیں: فن معانی میں ایک رسالہ لکھا ہے کہ نام اُس کا ”موہبت عظمیٰ“² ہے اور فن بیان میں ایک رسالہ اس کی تصنیف سے مشہور ”محبیب کبریٰ“ ہے اور ایک فرہنگ لکھی ہے کہ نام اُس کا ”سراج المصطفیٰ“ ہے۔ بطور نمونہ ان کا طبع کے اور سوائے اس کے حال کی اصطلاحات میں ایک نسخہ تالیف کیا ہے کہ مشہور ہے ”چراغ ہدایت“ کر کے۔ شرح اسکندر نامہ کی اور قصائد عربی کی لکھی ہے اور گلستاں کی شرح کہ نام اُس کا ”خلیابان“ ہے تالیف کی ہے۔ ایک تذکرہ³ فارسی گو یوں کا نہایت لطیفوں کے ساتھ لکھا ہے۔ سوائے اس کے اور بھی بہت کچھ تحریر کیا ہے۔ 1169ھ میں اس فراغ پڑھنے والے مدرسہ زندگی کے نے کتاب ہستی کو گردان کے استاد اعلیٰ سے درس فنا کا پڑھا۔ قریب تین ہزار بیت کے زبان فارسی

1۔ مولوی امام بخش صہبائی نے ایک رسالہ ”قول فیصل“ نام لکھا ہے، جس میں خان آزدہ کے اکثر اعتراضات کے جواب دیئے ہیں۔ 2۔ یہ رسالہ چھپ گیا ہے۔ 3۔ اس تذکرے کا نام ”محج الملائکس“ ہے۔

میں اس کو کہنے کا اتفاق ہوا ہے اور ریختہ کا قصہ گاہ گاہ بطریق تفتن کے کیا ہے۔ یہ اشعار ہندی طبع زاد اُس کے مشہور ہیں:

میکانہ بیچ جا کر شیشے تمام توڑے _____ زلہ نے آج اپنے دل کے پہولے بھڑے
 جان کچھ تجھ پر اعتماد نہیں _____ زندگانی کا کیا بھروسا ہے
 آتا ہے صبح اٹھ کے تیری برابری کو _____ کیا دن گئے ہیں دیکھو طور شید خاوری کو
 دل مارنے کا نسخہ پہنچا ہے عاشقوں تک _____ کیا کوئی جانتا ہے اس کیپا گری کو
 اس تہہ خوضم سے ملنے لگا ہے جب سے _____ ہر کوئی مانتا ہے میری دلاوری کو
 اپنی فسون گری سے اب ہم تو ہار بیٹھے _____ پاؤ صبا یہ کہتا اس دل رُبا پری کو
 ”کب خواب میں ہم اُس کی صورت کو ہیں ترستے
 اے آرزو ہوا کیا بختوں کی پادری کو“



فلک نے رنج حیر آہ سے میرے دہس کھینچا _____ لہو تک دل سے شب بے لے کو میں نے نیم بس کھینچا
 مرے شوخ غراباکی کی کیفیت نہ کچھ پوچھو _____ بہارِ خشن کو دی آپ اُس نے جب جس کھینچا
 رہا جوش بہار اس فصل گریوں ہی تو ٹکلیل نے _____ چمن میں دستِ گلچیں سے جب رنج اس برس کھینچا
 کہا یوں صاحبِ محفل نے سن کر سوز بختوں کا _____ ”تکلف کیا جو مار بے اثر مثل جس کھینچا“
 نزاکتِ رشتہ اُلفت کی دیکھو سانس دشمن کی
 خبردار آرزو تک گرم مگر تارِ نفس کھینچا

6۔ آرزو

آبرو تخلص، شاہ نجم الدین نام، ساکن شاہ جہان آباد۔ اولاد میں شیخ محمد غوث گوالہری کے
 تھے۔ سراج الدین علی خاں آرزو کے رشتہ دارانِ قریب میں اور صاحبِ دیوان تھے زبانِ ریختہ

کے ترکیب میں بیشتر اشعار انھوں نے ابہام کے کہے ہیں۔ یعنی اکثر وہ الفاظ شعر میں لائے ہیں کہ جن اشکوں کے درستی ہیں۔ اگرچہ باصنی یا لا یعنی۔ محمد شاہ فردوس آرام گاہ کے عہد سلطنت میں انھوں نے جہان فانی سے رحلت کی ہے۔ ان شعروں نے آمد دان کے دیوان کو دی ہے۔

خویردیوں کے ہوا حق میں یہ تب کرنا دوا تیرگی جاتی رہی چہرے کی اور اپنی سنا
کیا سبب تیرے بدن کے گرم ہونے کا جن عاشقوں میں کون جلتا تھا گلے کس کے لگا
تو گلے کس کے گئی، لیکن کسی بے دم نے گرم دیکھا ہو گا تجھ کو بچ میں آنکھوں کے لا
آسرد اور چشم تر عاشق کی سے دوساں کر بد بہت ہے مختلف جس وقت ہو آب دہوا
دل مرا تنویر کر تو لے کے اپنے پاس رکھ تو طفیلی حضرت عاشق تھے ہووے شفا
ترش دہنی چھوڑ دے اور تلخ گوئی دیکھ کر اور کھانا جو کہ ہو خوش کا تری¹ سو کر غذا

پہلی ہے نہیں دانی میں بیتاں کے آمد

کیوں نہ ہووے عاشقی میں اس کا لٹو کیا

بوسہ لبوں کا دینے کہا، کہہ کے پھر گیا پیالہ بھرا شراب کا انھوں کر گیا

قول آمد کا تھا کہ "نہ جاؤں گا اس گئی"

ہو کر کے بے قرار دیکھو² آج پھر گیا

دعے تھے سب خلاف جو اس لب سے ہم سنی کیا لعل قیمتی دیکھو جھوٹا نکل گیا

یہ سبزہ اور ہے آب رواں اور ابر ہے کھرا دانا نہیں³ کہ میں گھر میں رہوں گا چھوڑ کر سحرا

چوڑ⁴ کے کھیلنے کا سارا یہ ہے غلام شاید کہو وہ سر کا بیٹھے ہمارے پاس آ

تم اور گلِ دغوں سے اب آنکھ جو لگائے بادام کو پیارے پھولوں کے بیچ پاسا

1۔ "فرش کا تری" یعنی "حیری مرضی کا"، "شفک" کا ابہام بھی مقصود ہے۔

2۔ "دیکھو" کو "دیکھو" پڑھنا چاہیے اور نہ مصرعہ ناموزون ہوگا۔

3۔ "نہیں" کو "نہ" کے لہجہ میں پڑھنا چاہیے۔ 4۔ یعنی چوڑ کھیلنے سے سارا مقصود ہے۔

پی کر شراب جو خم ہم کو ڈراتے ہو _____ کیا شوق کو ہمارے جانا ہے اور کاسا
 بجھٹ آیا میں رقیبوں کو گویا مار دیا _____ یار نے اپنے گلے کا مجھے جب ہار دیا
 کئے کوئی اس طرح کے لالچی کو کب تک بھلا _____ چلی جاتی ہے فرمائش کبھی یہ لاکھبی وہ لا
 میرے پیارے سے کامدا اپنے دل کی بات جاننا _____ کہ جانے سے تمہارے چان کو شکل ہے اپ رہنا
 فخر و محتاج زبور کا جسے خوبی خدا دیوے _____ کہ اس کو بدناما لگتا ہے جیسے چاند کو گھبرا

☆☆

سج اوپر فیر کی رہتا ہے اب لوٹا ہوا _____ زور کے لالچ اس قدر وہ سیم تن کھوتا ہوا
 جو لوٹا نام سن امر و پستی کا چوڑھے جو کئے _____ میں اس کو بچا دے باتوں میں لگ جاتا ہوں جوں لاسا

☆☆

عاشقوں میں جس کسی کا یار ہو راضی مرا _____ وہ مرا دشمن ہے لیکن چاہتا ہے جی مرا
 جس طرح سے اسے نامہ بر آیا ہے چلا جا _____ جا کر کے یہ کہہ کل نہیں آیا ہے تو آجا
 فرہاد کا دل کوہ کوئے کا بھرا بیلا ہوا _____ مستی سے جس کی شوق کی ہر سنگ متوالا ہوا
 کچھ نہرتی نہیں کہ کیا ہوگی _____ اس دل بے قرار کی صورت
 زندگی ہے سراب کی سی طرح _____ باؤ بندی حباب کی سی طرح
 کون چاہے گا گھر بے تجھ کو _____ مجھ سے خانہ خراب کی سی طرح
 آبرو کے قتل کو حاضر ہوا کس کر کمر _____ خون کرنے کو چلا عاشق پہ جہت باندھ کر
 جس وقت دھم تیرا لگتا ہے فیر کے تئیں _____ اُس وقت جان بیتی جاتے ہیں جان مرہم
 دھمکا دیتے ہیں ہم کو کمر باندھ باندھ کر _____ کھولے ابھی تو جاوے میاں کا نکل بھرم
 کن نے آ بارش میں حیران کیا زخمیں کو _____ نہیں معلوم کہ یہ دیکھ رہی ہے کس کو

1۔ خدا "کوئی" کو "کھنی" کے لہجہ میں ادا کرتے تھے، یہاں بھی اسی طرح پڑھا چاہیے۔ درجہ مصرعہ موزون

ہوگا۔ 2۔ اس شعر سے اس زمانے کی اخلاقی حالت ظاہر ہوتی ہے۔

کہتا ہوں میں پنکار، سنو کان دھرجن _____ جو اور سے ملو گے تو دیکھو گے ہم نہیں
 ہرگز ترے لیوں کی سرخی کے تیش نہ پہنچیں _____ ہر چند سعی کر کر یا تو بے دلیل مرجائیں
 ایک عرض سب سے چپ کر کرنی ہے ہم کو تم سے _____ راضی ہو کر کہو تو خلوت میں آ کے کر جائیں
 لنگ چلتا جن کا بھول مجھ کو نہیں اب تک _____ طرخ وہ پانوں رکھنے کی مری آنکھوں میں پھرتی ہے
 زلف کے عقدے کھلاب اور بھی مشکل ہوئی _____ دل کے اوپر یہ سنے سر سے بلا نازل ہوئی
 میاں ¹ کہا لوگ کہتے ہیں کمر ہے _____ کہاں ہے کس طرح کی ہے کوھر ہے

☆☆

دل فشب آوارگی کو بھولا ہے _____ خاک گر ہو گیا بکولا ہے
 پھرتے ہی پھرتے دشت دیوانے کوھر گئے _____ دے عاشقی کے ہائے زمانے کوھر گئے
 مڑگاں تو چیز تر ہے ولین جگر کہاں _____ ترکش تو ہیں بھرے یہ نٹانے کوھر گئے
 نازک تنی پہ اتنے مطرود ہو رہے ہو _____ موی کمر نہیں تو فرعون کر دکھا ہے
 آنھ بیت کہوں جوں سنی خاطر نچنت کی _____ اے کچھ بہار تجھ کو خبر ہے بسنت کی

7۔ احسن

احسن شخص، میرزا احسن نام، جو ان نیک خصلت ہے۔ ابتدا میں میر رضا سے اتفاق
 اصلاح کا ان کو ہوا ہے۔ بعد اس کے میرزا محمد رفیع اسودا سے مشورہ سخن کا کیا ہے۔ ریختہ ان کا
 خانی کیفیت سے نہیں ہے اور بندش شعر کی صاف اور شیریں ہے۔ فی الجملہ غربت بھی رکھتے ہیں
 اور شعلیق وغیرہ اکثر اکثر خلوط بھلے چنگے لکھتے ہیں۔ ابتدا میں وزیر الممالک نواب شجاع الدولہ
 مرحوم کی سرکار میں سر مشد ملازمت کا رکھتے تھے۔ بافضل کہ 1215ھ میں، ایک مدت سے نواب

1۔ نیکو ضربہ دہی تعمیر جرات کی طرف منسوب ہے۔

سرفراز الدولہ میرزا احسن رضا خاں بہادر کی رفاقت میں ایام زندگانی گئے بسر کرتے ہیں۔ لکھنؤ میں
بود و باش ہے اور یہ ان کا منتخب حلالش ہے:

بھر میں کیوں کر نہ ہووے آہ و زاری بیشتر ہے قرار اس طل میں کم اور بیکزاری بیشتر
کیوں نگر دین و دنیا دل ہمارا بھول جائے یاد رہتی ہے ہمیں پیادے حمدا ی بیشتر
بیشتر تھی ہم کو اس سے دوستی اک طرح کی لب تو ہلا دے ہے گوار و کشمیری بیشتر
روز بھراں ہی میں تھا کچھ نہیں روتے ہیں ہم دل کی راتیں کشیں یونی ہماری بیشتر
ہن کے خاک لب اس کے کوپے سے بھلا کیوں کر اٹھے

ہے مزاج اپنے میں احسن خاکساری بیشتر

☆☆

نہ نالہ ہے دل میں، نہ آہ و زاری ہے کوئی دم ہے یار، سو دم ہائیں ہے
گئے دن جو آنکھوں سے بہتے تھے دریا بھر دیکھ لو خشک لب آستیں ہے
کیا دل جو کوچہ میں چین جبین کے نہ بھر وہاں سے نکلا، جب مرز میں ہے
قدم رکھ نہ اپنا سرے دی سے باہر کہا مان میرہ یہ گھر طل نشین ہے
نہ کھینچ آسمان پر سراپا تو احسن

سمجھ آخرش سب کا دفن زمیں ہے

☆☆

یارو وہ صنم کیوں نہ کرے کام خدا کا ___ رام اس کا خدا ہے وہ نہیں رام خدا کا
سراپے کو جیوں لے گئے ہم اس کے قدم تک ___ پہنچا دیا ٹھوکر میں وہیں ملک عدم تک
جہدہ کہ ہے خاک احسن اب تو سارے طلق کی جان دی تھی اس نے کس کی حسرت پائیں میں

☆☆

دل ہو دیدار سے باریں تو سرور نہ ہو چشم میں روشنی طور سے بھی نور نہ ہو

ہم میں اُس کی جو ہوتی ہے کبھی سرگوشی ___ دل دھڑکنا ہے کہ میرا کہیں مذکور نہ ہو
 ہے مجھ میں رقی، دیدہ و تجھے ناگہراں ہے ___ جیوں شمع مرا تارنگہ روضہ جاں ہے
 محروم ہم ہوں، محرم اسرار ہو کوئی غلوت میں ہو کوئی، پس دیوار ہو کوئی
 راتوں کو اُس کے کوچہ میں جاتا تو ہوں دے ___ دھڑکے ہے دل پڑا کہ نہ بیدار ہو کوئی
 پہنچی جس وقت مجھے اس کی خبر آنے کی سدھ رہی مجھ کو نہ اپنے کی نہ بیگانے کی
 تم تو دل مانگو ہو، یاں جاں تک حاضر ہے بات یہ بھی ہے کوئی آپ کے فرمانے کی

8۔ الہام

الہام تخلص، شیخ شرف الدین نام لکھنؤ کے شیخ زادوں میں سے ہیں۔ مفرسن سے دیکھا
 ہوں ان کو اسباب دنیا سے قانع بہ یک چادر ہیں اور سرد پاؤں ہند بیٹھے رہتے خاک پر ہیں۔ زرد گوئی
 کی شق اس مرد کو حد سے افزود ہے، یہاں تک کہ ایک مصرع نہیں لکھا جا سکتا کہ دوسرا موجود
 ہے۔ اسی طرح سوسویت تک ایک دریا جوش مارتا چلا جاتا ہے لیکن اس زرد گوئی کے باعث سے
 اکثر کلام ان کا گفتگو میں بھی آتا ہے۔ دودھوان قاری زبان میں رکھتے ہیں اور ہندی میں بھی اکثر
 کچھ کہہ کہتے ہیں۔ آگے ملول تخلص کرتے تھے، اب تخلص الہام ہے۔ بیشتر اہل لکھنؤ کو شاگردی کے
 سوائے ان سے اعتقاد تمام ہے۔ یہ نزل ان کی جو لکھی جاتی ہے، البتہ ایک عالم کو انظر اول کا
 دکھائی ہے:

دیکھا نہ ہو جس نے کبھو سیماپ کا عالم	آدیکھے وہ میرے دل چناب کا عالم
اے ابر مڑہ ناموں کی خد سے تو یکبار	سب ارض دما آدے نظر آپ کا عالم
یا قوت کی رنگت پہ کبھی آنکھ نہ جاوے	دکلاؤں اگر چشم کے خرباب کا عالم

کل پر تو حسرتِ رہنِ دلدار کے آگے پیکا نظر آیا ہمیں مہتاب کا عالم
 مانی ترا واللہ ہے ہو ہمارا
 کھینچنے تو اگر دل کے تپ و تاب کا عالم
 اری نیکی۔ حیرے قربان ہوں نہرے وقت میں ایک تو رہ گئی

9۔ اثر

اثرِ تجلّص، میر محمد نام، شاہ جہان آبادی۔ چھوٹے بھائی تھے خلیفہ میر درد مرحوم کے، واقف تھے قہرِ تصوف سے اور آگاہ تھے علمِ معرفت سے۔ بطور دردِ یشان صاحبِ معنی کے گوشہ نشینی اختیار کی تھی اور دردِ اثر کے ساتھ نہایت طبیعتِ ہموار کی تھی۔ بھائی سے اپنے انہوں نے کس کمالوں کا کیا ہے، کچ تو یہ ہے کلامِ ان کا چاشنی سے دردِ اثر کی آشنا ہے۔ ایک مثنوی بہت طویلانی بیانِ عشق میں ان کی تصنیف سے ہے مگر چہ انتخاب اس کا لکھا گیا بہت تخفیف سے ہے۔

آہ کے ساتھ ہی نکل نہ گیا آہ اے آہ یہ خلل نہ گیا

☆ ☆

پہرے تئیں تو کام نہ تھا کچھ توں سے آہ _____ پر دل کے ساتھ مفت میں بدنام ہو گیا
 بس ہو یا رب یہ امتحان کہیں یا نکل جائے اب یہ جان کہیں
 دائے غفلت! کہ ایک ہی دم میں _____ میں کہیں، اور کاروان کہیں
 بے دفا تھ سے اب گھا ہی نہیں تو تو گویا کہ آشنا ہی نہیں
 یا خدا پاس، یا بتاں کے پاس دل کبھی اپنا یاں رہا ہی نہیں

دل سے جو چاہیے سو باندھے بات___ میں نے دانش کچھ کہا ہی نہیں
 تجھ سے کوئی جلوہ گر ہی نہیں ہے ہمیں آہ کچھ خبر ہی نہیں
 درد دل چھوڑ جائیے، سو کہاں؟ اپنے باہر تو یہاں گزر ہی نہیں
 حال میرا نہ پہنچئے مجھ سے بات میری تو معتبر ہی نہیں
 کر دیا کچھ سے کچھ ترے غم نے
 اب جو دیکھا تو وہ اثر ہی نہیں

☆☆

کیا کچھ اعتیاد نہیں دل کی چاد میں___ ہیں سب اگر نہ یہ تری باتیں نگاہ میں
 ہم ہیں بیدل، دل اپنے پاس نہیں آہ اس کا بھی تجھ کو پاس نہیں
 پرچہ مت حال دل مرا مجھ سے مضرب ہوں مجھے حواس نہیں
 بے وفا جیری کچھ نہیں تقصیر مجھ کو میری وفا ہی اس نہیں
 یوں خدا کی خدائی برحق ہے
 پر اثر کی تو ہم کو اس نہیں

☆☆

میں کہاں تو کہاں، یہ کہتے ہیں___ کہ یہ آہیں میں دونوں رہتے ہیں
 جو سزا دیجے، ہے بجا، مجھ کو تم سے کرنی نہ تھی وفا مجھ کو
 وہی میں ہوں اثر وہی دل ہے
 اب خدا جانے کیا ہوا مجھ کو

ایک تھا خاطر محض، جسے آزار سو___ ایک مجھ بیمار سے دابت ہیں آزار سو
 کھان روزوں دل باناخت ہے آرام رہتا ہے اسی حالت میں لکیر سج سے ناشام رہتا ہے
 جاں میں کیا کہوں اب اس سے گمانی ناکال___ ترے یہ طور اور مجھ کو تجھی سے کام رہتا ہے

اثر کیجیے کیا، کدھر جائیے مگر آپ ہی سے گزر جائیے
 کبسو دوستی اور کبسو دشمنی۔۔۔ تری کون سی بات پر جائیے
 صرف ہم نے زندگانی کی۔۔۔ واہ کیا خوب زندگانی کی!
 ناک حیرتی جب جبتلی ہے۔۔۔ پتلی اور ادنیٰ اور کھیل ہے
 ناک! ہے، یا کہ ایک توتا ہے۔۔۔ چونچ اب شہد میں ڈوبتا ہے
 نغنے ایسے ترے پھڑکتے ہیں جانور دشمنی جیوں پھڑکتے ہیں
 ڈانڈ میں تو جیسے یہ لب ہیں شہد د شربت جو کچھ کبوسب ہیں
 دانت جب مجھ کو یاد آتے ہیں دل کلیجا کبھی چباتے ہیں
 دیکھ کر آنکھیں آبدار کو یہاں لوٹ جاتا ہے گہر غلطاں
 مگر کبوس اس کے ہی میں آدے ہے مسی دد آنکھیاں لگا دے ہے
 دانت پھر ایں چمکتے ہیں سارے رات اندھیری میں جیسے ہوں تارے
 برب خیال آہندے ہے گردن کا یہاں اٹھک جائے ہے مرا مٹکا
 کو کہ شفاف ہے تنہا مینا یہاں تو ٹھکتی ہے گردن مینا
 کیوں نہ کھینچے وہ سب سے آپ کو دور جس میں ایسا بھرا ہوا ہو فردر
 دھیان میں جب وہ باز آتے ہیں ہاتھ پاؤں اپنے نہول جاتے ہیں
 کیا خوش آئند یہ کلائی ہے
 اس کو دل لینے کی کل آئی ہے

- 1۔ مولوی مائی صاحب نے اپنے دواجن کے مقدمہ میں لکھنؤ کی شامی میں صرف نو اب مرزا شوقی کی مشعوہوں کا اعتراف کیا ہے۔ لیکن چونکہ ان کے نزدیک شعرائے لکھنؤ سے ایسی فصاحت اور سلاست کی توقع نہیں ہو سکتی۔ اس لیے اس کی وجہ یہ قرار دی کہ نو اب مرزا نے خواہہ اثر کی مشعوہ، کبھی حتیٰ اور اس کا طرز آؤ ایلا تھا۔ یہ شعرا ماضی مشعوہ کے ہیں۔ اس کا فیصلہ خود ناظرین کر سکتے ہیں کہ یہ مشعوہ نو اب مرزا کا ماخذ اور نمونہ ہو سکتی ہے۔

10۔ الم

الم تخلص، صاحب میر نام، شاہ جہان آبادی۔ خلف الصدوق خولجہ میر درد مرحوم کے۔
درویش صاحب حقیقت اور پہچاننے والے رموز معرفت کے ہیں۔ 1194ھ میں روئی بخش بلوچ
مرشد آباد کے ہوئے تھے اور دو تہی سے رنجہ دولہ رام کی چند مدت اس شہر میں رہے تھے۔ بالفضل کہ
1215ھ میں، شاہ جہان آباد میں توکل اور قاضی کے ساتھ ادکات شریف کو بسر کرتے ہیں۔ یہ
اشعار ان کے نتائج افکار سے ہیں۔

دھمکاتے ہیں بس مجھ کو فقط آپ اکڑ کر ہانکے ہو تو سوخا چلو سوخا ہے سے رگڑ کر
ہنگام فغاں تھا خس و جنبہ نفس و دام تار رگب گل نے ہے رکھا ہم کو جکڑ کر
جب نام خدا دور سے وہ جلوہ نما ہو مرجائیں منوں کی صلیں حیرت سے عجز کر
مندیل کا تو بیچ اٹھا بیٹھے مجھے اے شیخ جھٹس کے نہ بکھ پاوے گامدوں سے جکڑ کر

آجاتا ہے دکھ درد بھلانے کو الم یہاں

کیا اس سے حزام ہو اٹھاتے بھلا لڑکر

رباعی

نہ دل کو قرار ہے قراری کے سبب نہ چشم کو خواب اشک باری کے سبب
واقف نہ تھے ہم تو ان بلاؤں سے بکھو جو کچھ دیکھا سو تیری یاری کے سبب

11۔ اشتیاق

اشتیاق تخلص، شاہ ولی اللہ نام، مولین سرہند کے۔ اس روئی بخش وحین احمدی کا سلسلہ
ارادت شیخ احمد کو کہ مجدد الف ثانی جن کا لقب تھا پہنچتا ہے۔ علی ابراہیم خاں مرحوم نے شاہ محمد گل کو

جدان کا نکسا ہے لیکن راقم حقیر کے گوشِ زد یہ مضمون نہیں ہوا ہے۔ فی الحقیقت مرتبہ علم کا اس عالی جناب کے نہایت بلند تھا۔ خصوصاً علم حدیث اور تفسیر میں بہت بڑی دستگاہ رکھتے تھے، یہاں تک کہ اسم گرامی اس پر گزیدہ روزگار کا زباناںِ خالق پر آج کے دن تک شاہ ولی اللہ محدث کے کے ہماری ہے۔ اکثر کتابیں تصنیف اس بحرِ علم کی مشہور ہیں۔ چنانچہ دو نسخے کا ایک کا نام ”قسرة العين فی ابطال شہادة الحسنین“ ہے اور دوسرے کا نام ”جنت العالی فی مناقب العادۃ“¹۔ کہتے ہیں تصنیفات سے اس نجی الدین کی یادگار مسطورہ زگار پر ہیں۔ والد ماجد ہیں یا اس روشِ بخش کشور قناعت کے، کہ جس کا نام نامی مولوی عبدالعزیز ہے۔ آج تک قدم تو کل گاڑے ہوئے شاہجہان آباد میں بیٹھے ہیں، ہاں صوبہ کہ تفضل حسین خاں مرحوم نے موجب ایما صاحبانِ عالی شان کے مدد سے قدیم کی مدرسے کے واسطے تحریک اس مرکز دائرۂ قناعت کی چاہی لیکن اس قلعہ آسمانی ملت و دین نے مطلقاً حرکت جگ سے نہ فرمائی۔ اس فاروقِ زباں کی بھی تالیف سے ایک کتاب ہے کہ نام اس کا ”تتمذ الثا عشریہ“ ہے اور دوسرا نام ”ردّوافض“ شاید کہتے ہیں۔ سچ تو یہ ہے دیکھے سے اس کتاب کے استعداد اس بزرگ زادے کی معلوم ہوتی ہے کہ کیا اور یا فصاحت کا بہایا ہے۔ کیوں نہ ہو آخر کیسے باپ کا بیٹا ہے۔ فی الواقعہ کہ عالی مقداروں کے عالی مقدار ہی ہوتے ہیں اور نابکاروں کے نابکار، بقول ایک شاعر کے:

شیر کے بچے میں غرشِ شیر سے افزود ہے بھونک میں مٹنے کی بجلی کی سگی موجود² ہے

الغرض وہ جامع جمیع علوم یعنی شاہ ولی اللہ مرحوم عین حیات میں اپنی کولہ میں فیروز شاہ کے تشریف رکھتے تھے۔ ادواتِ شریف کو بطور درویشانِ اہل معنی کے بسر کرتے تھے۔ اشعار فارسی

1۔ دونوں نام غلط ہیں۔ پہلی کتاب تفضل شیعین میں ہے۔ شہادتِ امام حسین علیہ السلام کی ابطال سے

غدا خواست اس کو کوئی تعلق نہیں اور دوسری کتاب تو بالکل فرضی ہے۔ معاذیہ کے مناقب میں اس کی کوئی کتاب

نہیں۔ 2۔ شاہ ولی اللہ صاحب اور شاہ عبدالعزیز صاحب، دونوں کی معنی نے جو شیخ کی ہے اور اس

شعر نے تو صاف پردہ افکار پایا ہے۔

کے فرمانے کا اتفاق کتر ہوتا تھا اور زبان ریختہ کا مشغلہ اکثر یہ اشعار خلاصہ انکار اس حقیقت
آگاہ کے ہیں:

خیال دل کو ہے اُس گل سے آشنائی کا نہیں مہا کو ہے دہوئی جہاں رسائی کا
کہیں وہ کتر سے عشاق سے گھمنڈ میں آ دلدل ہوں میں کہ نہ دہوئی کرے غلطی کا
مجھے تو دھوکے¹ تھا زہد پر اک نگاہ سے آج غرور کیا ہوا وہ تیری پارسائی کا
جہاں میں دل نہ لگانے کا یوسے پھر کوئی نام بیان کردوں میں اگر تیری بے وفائی کا
نہ چھوڑا مار بھی کھا کر گزر گئی کا تری رقیب کو مرے دہوئی ہے بے حیائی کا
نہیں خیال میں لاتے وہ سلطنت جم کی غرور ہے جنہیں در کی تری گدائی کا
جہانے پار سے مت اشتیاق پھیر کے منہ
خیال کچھ کہیں اور جہہ سائی کا

☆☆

لڑکوں کے پتروں سے لگے کیونک اس کو جوت ہر ایک کر دیا ہے یہ بخون کو دھول کوٹ
چھوڑ کر تجھ کو ہمیں فیر سے جو لاگ لگی نہیں مہندی یہ ترے سٹوں سے ہے آگ لگی
دوبالا ہو کے بخوری مہٹ آنکھوں کو ملتا ہے پیالہ اور بھی پی پی جین یہ دور چلتا ہے

12۔ انشا

انشا تخلص، میر انشا، اللہ خاں نام، بیٹے ہیں حکیم میر انشا، اللہ خاں کے، مصدر جن کا تخلص
تھا۔ جب شخص خوش اخلاط اور صاحب استعداد ہے۔ سوائے قصیدوں کے مثنویاں زبان عربی
میں انھوں نے نظم کی ہیں اور ترکی کی غزلیں بھی ان کی خالی کیفیت سے نہیں ہیں۔ زبان فارسی میں

صاحب دیوان ہیں۔ کشمیری اور بارواڑی کے سواے اور بھی بہت سی بولیوں کے زبان داں ہیں۔ سال گزشتہ انھوں نے ایک قصیدہ زبان ریختہ میں غیر منقولہ یعنی جن کے اشعار میں کوئی حرف فقط نہیں ہے، نواب عہاد الملک کی مدح میں لکھ کر کالپی بھجوا دیا اور صلے میں اس کے انعام حسین اور آفریں کا بیٹہ سا پایا۔ بالمثل کہ 1215ھ میں، مرشد زادہ آفاق مرزا سلیمان شکوہ کے سایہ عاطلت میں لکھنؤ کے اندر اوقات ساتھ قناعت اور شکستہ پائی کے بسر کرتے ہیں۔ دیوان انکار زبان ریختہ میں مشہور ہے اور کلام ان کا اعتراض اور غرض اختلافی سے معذور، یہ اشعار ان کے نتائج انکار سے ہیں:

تم جو کہتے ہو ”مجھے تو نے بہت رسوا کیا“ کیا علم، کیا خرم، کیا قصیر، میں نے کیا کیا واسطہ، باعث سبب موجب، جنت، یکم بات بھی کیا کہا؟ کن نے کہا؟ کس سے کہا؟ کب؟ کس گھڑی؟ یکم بتا بھی؟ نام اس کا؟ شکل کیسی؟ وضع کیا؟ گمراہ ہے وہ؟ یا مسلمان؟ یا نصارا؟ یا یہود؟ شیخ ہے وہ؟ یا مغل ہے؟ یا کر سید؟ یا پٹھان؟ ہے جو اس سا؟ یا وہ امر؟ یا کہ یزحا؟ یا اویڑ؟ نوکری پیشوں میں ہے؟ یا اہل حرقہ وہ عزیز؟ کس محلہ میں رہے ہے؟ ہے کہاں کا وہ طبیعت؟ کذب، بہتان، افتراء، طوائف، غلط، بالکل دور رخ مرحبا، شاہباش، اسے رحمت خدا کی، آفریں چودھویں تاریخ اک ابر شکستہ ساتھ جومات تجلی سی چادر مہتاب، نو پر برق کا بوئے گل بولی کہ ”آج آپس میں بدلی لوزنی

کیا علم، کیا خرم، کیا قصیر، میں نے کیا کیا راز وہ کم بخت کیا تھا، میں نے جو افشا کیا کس جگہ؟ کس وقت؟ کس دم؟ آپ کا چہ چا کیا جس کسی نے آن کر ذکر اس ذہب کا کیا اس طرح کا تذکرہ جس شخص نے میرا کیا سوچو اڑھی ہے؟ کہ مولانا نے اُسے کھوسا کیا؟ مرد ہے؟ یا حق تعالیٰ نے اُسے خنثا کیا؟ کون ہے جس نے اتنی جاسے قصیں بچا کیا؟ کوئی شیطاں ہوئے گا جس نے کڈ کر دیا کیا میں تمہارا نام لے لے کب بھلا رو دیا کیا میرے حق میں تم نے باور اور کا کہتا کیا سخن گلشن میں عجب سیر میں دیکھا کیا وہ دو چلا باد لے کا سا جو لہرایا کیا چاندنی پائی نے بی خیلا سے بہنا پائی

خود بدلت تو نہ آئے اور انکسارات بحر

آپ بنا رویا کیا، لوٹا کیا، تڑپا کیا

☆☆

گالی سہی، ادا سہی، چھین جیسی سہی یہ سب سہی، پر ایک نہیں کی نہیں سہی

گر ناز نہیں کے کہنے سے مانا ہر کچھ نہرا میری طرف کو دیکھیے! میں ناز نہیں سہی

آگے بڑھے جو جاتے ہو کب کون ہے یہاں جو بات تجھ کو کہنی ہے مجھ سے یہیں سہی

منظور دہتی جو قصیں ہے ہر ایک سے

اجھا تو کیا مضائقہ! انشا سے کہیں سہی

☆☆

بندہ اُسے جب نظر پڑا ہے بولا ہے ”چل اٹھ، کدھر پڑا ہے“

ہوئے ہیں خاک سرِ رولہ اُس کے ہم انشا

بڑا غضب ہے جو یہ بھی فلکِ خدو کیجے سکے

13۔ امانی

امانی شخص، میرا مانی نام، خلف ہیں یہ خلیفہ آگمی کے جن کا ذکر اوپر ہوا ہے۔ 1181ھ

میں دار و مرشد آباد کے ہوئے تھے اور جناب سید الشہداء کی قعر یہ داری کا ٹٹل ہمیشہ رکھتے تھے۔

مرثیہ ہندی اپنے کہے ہوئے اکثر منبر پر کھڑے ہو کر پڑھتے اور مؤمنین کے تئیں سعادتِ گریہ کی

دولت سے داخلِ ثواب کرتے۔ ایک شب جناب سید الشہداء علیہ السلام کی میں قعر یہ داری میں کہ

1187ھ تھے، بیہوش ہو کر میر کرنے والے روضۂ رضوان کے ہوئے۔ حق سبحانہ تعالیٰ مغفرت

کرنے۔ جب مردِ خوش اعتقاد و اور دندار تھا۔ اسے محبت میں اہل بیت نبوی کے سرشار تھا۔ یہاں شعار

یادگار اُس کو کردار کے ہیں:

اُس کے کوچہ سنی طہر اُٹھا کون ساواں سے خاکسار اُٹھا
عندلیبو بسا اب صحرا بارغ سے موسم بہار اُٹھا
ہنکیاں لے گایاں روئیں بزم سے جب وہ سے گسار اُٹھا
عزم رخصت ہوا جب ہی اُس کا میرے دل سے وہیں قرار اُٹھا
نہیں جو قدر انک، عالم سے موتیوں کا مگر دھار اُٹھا
شع سے سوز امانی پوچھا تیرا اک جھل سے دل سے یار اُٹھا

☆☆

راہ نکلتے نکلتے آخر جیسے آیا تنگ دل آنکھیں تو پھرا گئیں، پر وہ نہ آیا تنگ دل
ہو چکا ہے غم سے خوں اب جلد پہ چائے کہیں خوف ہے یارب اندہ لے اور بھی پکھو تنگ دل
قدر جان اس کی کہ اک عالم سے یہ بیگانہ ہو مگر رہا ہے تیرے در پر کھوکھو کے نام تنگ دل
فدائی پاکس کی دیکھی آؤ! جس کے غم سے آج قطرہ خوں ہو بنا دھبہ گل اور تنگ دل
اپنی آنکھوں آگے کو اس کی گلی میں ہے پڑا پر امانی آپ سے ہے نیکو دوں فرسگ دل
گھبرا ہے مجھے غم نے عجب حال ہے تی کا اے بلبل دل! دقت ہے فریاد ری کا
سینہ میں جدھر زوہو ترا چھوٹک دے اے آؤ تنگ دل سے خبردار! کہ یہ گھر ہے کسی کا

☆☆

اُس کے کوچہ سے صبا آج اس طرف آئی نہیں دیر ہوئی وہاں مقیموں کی خبر پائی نہیں
دائے اپنی اس بصارت پر، کہ ہر ذرہ میں آؤ! جلوہ گر ہے آفتاب اور تاب ینائی نہیں
کون سا دن ہے کہ مجھ کو یاد تو آتا نہیں کون سا دم ہے، کہ آنکھوں بچ بھر جاتا نہیں
مشق میں کس کے امانی جتلا ہے، جس بغیر تجھ کو نگارہ گلوں کا ان دنوں بھاتا نہیں
چمن سب لہلہاتے ہیں پڑے ہاں برستے ہیں شتاب آ! ساقیا! ہم بادہ نوشی کو ترستے ہیں

زمانہ جائے عبرت ہے، چمن کا حال چل دیکھو قہقہہ جن لہلوں کا کل تھا سوئے آج جھڑتے ہیں
 مسادی جانے خوش طالعی و کو نصیبی کو الانی یا منعم و مفلوک سب کے دن گزرتے ہیں
 الانی تو ہوا بیچ تھافل ہی سنی بس ہلا بتلائے کس پر کمر آپ کہتے ہیں
 ہم ترا نزع تلک جور ہے جاتے ہیں یاد آویں گے بہت اتنا کہے جاتے ہیں
 لے گیا کون مری تاب و تو اس کو یک لخت کہ سب ہی عضو میرے آج ڈھے جاتے ہیں
 واسے داناہنگی اپنی کہ یہ آنکھوں آگے کارداں رو میں ہے، ہم بچھے رہے جاتے ہیں
 اثر ہو سنگ میں کیا، کیوں کر ان کو رام کریں بتوں کے دل ہو تو یارب یہ آئیں کام کریں
 وہ ایک ہار بھی حیرتی نظر پڑے زاہد صلاح و زہد رہے یہ، تو ہم سلام کریں
 کس کے یہ خار مڑگاں دل میں ٹکک رہے ہیں جو چشم سے لہو کے قطرے ٹپک رہے ہیں
 دیکھ تو کیا ہی وہ بت سنگ دلی پر نازاں تجھ میں اسے بڑا جانکا وا اثر ہے کہ نہیں
 یاد گر دار پہ منظور نہیں دیکھا ہے نوک مڑگاں یہ سرے لپٹ جگر کو دیکھو
 صوب مڑگاں آہو چشم کا ہوں کشیدہ اسے یاداں سر تربت یہ یخن دیکھو سرے خار بیاباں کو
 زباں پر راز عاشق کا نہ لانا سر کٹا دینا سر شو کس سے ہاتھ آیا ہے یہ شمع شہتاں کو
 میں نے پہلو سے گرم کیا تجھ کو آہ دل اکن نے لے لیا تجھ کو
 اٹک، آداری سے تو نہ تھا میں نے آنکھوں میں گھر دیا تجھ کو
 بنگوں سے دل پیچو لو کیا سوخت کر رہے ہو پھونکھیں، کہاں کی آتش میں بھر رہے ہو
 اور میان خال شکر لب پہ تھمارے بوسہ میں بھی شاید مزہ حل شگری ہو
 اللہ دے صنم! یہ تری خود نمایاں اس حسن چند روز پہ اتنا غرور ہے
 دم بدم اس کی خلش سے اب مجھے آزاد ہے دوستاں یہ دل نہیں، پہلو میں میرے خار ہے

☆☆

چاہ میں کس کی دل ڈبو بیٹھے آہ! ہم کیسے دل کو رو بیٹھے

کیوں امانی گیا نہ آخر دل___ کب افسوس اب ملو بیٹھے
 آہ اب میرے دم کے ساتھ ہوئی___ پاؤ پر عمر کے برات ہوئی
 ہم سا جو ناتواں مقب کاررواں رہے___ جوں نقش پا دو ہیں کے ہوئے پھر جہاں رہے
 صدے جو پڑے ہیں دل پہ غم کے___ آنسو نہیں جھٹتے جھٹم ٹم کے
 خوش خواب میں ہیں، مگر جواب تک جاگے نہیں غفگاں عدم کے
 ہے صبح کو عزم رفتن یار تک نکلید آفتاب حرم کے

☆☆

آنکھیں نہیں بندتی ہیں عجب جی پہ تعب ہے___ یارب دل حیراں کو مرے کس کی طلب ہے
 دم لینے نہیں دیتے ہیں بیگم کے یہ نالے کیا جاوے کیا دل کو مرے درد کدھب ہے
 بھراں کے شب و روز کا مت پوچھو گزرتا دن کٹ گیا جوں توں کے تو پھر رات غضب ہے
 مدت سے سردکار فلم عجز سستی ہے___ کچھ بیش سے تو کام نہ آگے تھا نہ اب ہے
 نامہ بر کبھی زمانے کی ترپ تھی تجھ بن___ شمع شب دیکھ مجھے صبح تک روئی ہے
 بارہا منع کیا چھوڑ دے بے رحم کی چاہ___ باز نہیں آتا، امانی بھی عجب کوئی ہے
 سیر گلشن کو میں جاتا تھا جو میناؤ مجھے دیکھ کر دور سے بولا کہ "شکار آتا ہے"

14۔ امین

امین تخلص، خواجہ امین الدین نام، عظیم آبادی۔ عالم دوستی اور اتحاد میں باقرینہ ہیں۔
 علی ابراہیم خاں مرحوم کے یار دیرینہ ہیں۔ شعر فنی اور سخن رسی میں زمانے کے یادگار ہیں۔ مضمون
 تراشی اور ادابتی میں نادر روزگار ہیں۔ ذہن کو ان کے بندش کی صفائی میں نہایت ارجحندی ہے
 اور طبیعت کو ان کی تلاش معانی میں اپنے ہمعصروں سے بلندی ہے۔ چند مدت نواب میر محمد
 رضا خاں مظفر جنگ بہادر کی رفاقت میں اوقات انھوں نے بہ کیفیت کاٹی ہے۔ بعد اس روزگار

کے قیامت اور جواں مردی کے ساتھ خانہ نشینی میں زندگی بسر کی ہے۔ ایک دوجان چھوٹا سا زبان
ریختہ میں ان کی تصنیف سے ہے۔ منتخب اس کا یہاں نکھایا بہت تخفیف سے ہے:

دنیا میں جو آ کر نہ کرے عشق تیاں کا نزدیک ہمارے ہے یہاں کا نہ وہاں کا
مانند تھیں آپ سے کاوش میں پڑا ہے مشتاق جو کوئی ہے یہاں نام و نشان کا
کرتا ہوں امیں میں تو ٹاٹا اس کی دلہن سُندھ لال ہوا جاتا ہے بِلت سے زباں کا
پردے سے جو وہ شہر آفاق لگا تب دیکھتے غور شید کا یہ نام لگا
تھا کچھ بھی مناسب کہ نکلا دیا تو نے مگر صبح نہ لگا تھا امیں شام لگا
گھر مرے آتا اگر منظور تھا آئے ہوتے لطف سے کیا دور تھا
کالیاں جو دیں سو دیں، بس کیجیے سن چکے ہم جب تک مقدور تھا
یہ دل خالی نہیں کوئی دم رہے گا تو جدوے گا تری غم رہے گا
جس کا دل آپ نے لیا ہوگا خاک میں لے ملا دیا ہوگا
ہم کو کیا، مگر بہار آتی ہے دل وہ غنچہ نہیں کہ دا ہوگا
کالیاں غیر سے سناتے ہو ہاں میاں! تم سے اور کیا ہوگا
مل گیا ہوگا خاک میں جوں ایک تیری آنکھوں سے جو گرا ہوگا

☆☆

تیاں کے واسطے گھر بار کو اپنے بہا لگا یہ طفل ایک میرا عاشقی میں ہے بہا لگا
وہی مقصود دل ہے اور وہی منظور آنکھوں کا سرور سبز میں اس کو کھوں یا نور آنکھوں کا
کیا ایک مجھ کو بھاتی ہے برسات کی ہوا کس کو نہیں خوش آتی ہے برسات کی ہوا
جب آو سرد مہرتا ہوں کانپے ہے تن امیں جوں شاخ کو ہلاتی ہے برسات کی ہوا
غور شید ترا دیکھ کے منہ کانپ کے نکلا مد چادر مہتاب میں منہ ڈھانپ کے نکلا
شور ہے عالم میں تیرے حسن عالم گیر کا تو ہی ہوگا مگر کوئی ہوگا تری تصویر کا

عشق کی دولت سراپا، میں ملا کے رنگ ہوں اے جنوس دیکھ لے نصیب ہے یہ اسیر کا
چوستا ہے جوں سر پستان کو طفل شیر خوار چاتا رہتا ہے دل پیکان اس کے تیر کا

☆☆

گر ارادہ نہیں ہے آنے کا فائدہ اس قدر بہانے کا؟
خط نے ملا ہے حسن پر شب غوں کیا ہی جھگڑا ہے سوائے کا
سخت کلاش میں ہوں بد رنگ نکلیں ایسی نام آوری کا منہ کالا

☆☆

دل مرا سینہ سے یوں لیتی ہے وہ زلیخا دوتا اپنے دیوانوں سے کیا رکھتی ہیں یہ زنجیر کھینچ
دیکھتی ہے جب سری صورت کو مل کتنی ہے زلف جس طرح عمر سے لے انگڑا کر آتش گیر کھینچ
جس طرح شاخ کو ہوتا ہے شمر سے پیوند کلاش نالے کو سرے ہوئے اثر سے پیوند
یا الٹی کسی خالم کے پڑے پیچ میں بے طرح بکد کو ہے اس کی کمر سے پیوند
دیکھ بھال اس دل صد چاک کو لیتے ہیں بتاں میں نے یہ شیشہ کیا کیا ہے ہنر سے پیوند

☆☆

مرنے ہیں ہم تو اس کے لب آبدار پر مگر آب¹ زندگی ہو تو مارے ہیں دھار پر
بوسہ دیا تھا، جی میں جو آدے تو پھیر لو اتنا خفا ہو کس لیے اس خاکسار پر
اس شمع رو کے سامنے آتا ہے تو پتنگ بھاری ہوئے ہیں، کیا تجھے اپنے دوچار پر
دب نکلتا ہے اگرچہ سب سے ہے بالا پہاڑ دیکھتا ہے جب ہماری آہ کا کالا پہاڑ
کنو دیا کوہ کن نے جاں شیریں کے لیے اس کی فرمائش کا اپنے سر سے تو ٹالا پہاڑ
آ دیکھے تری زلیخا گرہ گیر ہوا پر جن نے نہ کبھی دیکھی ہو زنجیر ہوا پر
ڈر سے ترے نالہ بھی نکلتا نہیں لب سے خالم ہے ترے ظلم کی تاثیر ہوا پر

۱۔ "آب زندگی" سے "آب حیات" مراد ہے جس پر شعر کا قبضہ کیا جاتا ہے۔

اڑتا ہے ہو کے مضطر جا اس کے بامِ در پر نامہ مرا کہاں ہے ہے کاغذی کیو تر
 ہے نہیں جو ہر لمایاں تنگ تیز یار پر کھ رہا ہے نامِ مقتولوں کا اس تروار پر
 یار کے مڑکوں سے لڑ جاتی ہے یوں تیر نگاہ جس طرح تروار کوئی آگے تروار پر
 دل خیالِ زلف میں ہے خواب و بے آرام ہے رات ہوتی ہے امیں بھاری ہر اک یار پر

☆☆

آئی بہار ہو گئے ہر خارِ راہ سبز لیکن ہوئے نہ آہ یہ غلبِ سیاہ سبز
 شاداب ہے خط اس کے لبِ آچار پر رہتا ہے گردِ جادہ کے اکثر گیہا سبز
 دل میں ترے خیال ہے کس لونہال کا لب سے امیں نکلتی ہے ہر ایک آہ سبز
 یار آیا ہے اب نہ یہ اے چشم دیکھنے دے ذرا تو رہ اے چشم

☆☆

کیا کہیں یار سے اپنی سی کیے جاتا ہوں گالیاں کھاتا ہوں غصہ کو پیے جاتا ہوں
 جی بھٹکا ہے، یہ لبِ یاد میں ملتے ہیں تری مرتے مرتے بھی ترا نام لے جاتا ہوں
 چاک سینہ کا سرے لوگ مٹھ بیٹے ہیں ہم تو زخمی ہیں نگاہوں کے، کوئی جیتے ہیں
 نیل آتی ہے تو آنے دو مرا کیا لے گی گھر میں ایک میں ہوں پڑا اور کئی بستے ہیں
 فائدہ کیا ہے بھلا ہم جو کریں فکرِ معاش غم کو کھاتے ہیں امیں خونِ جگر پیٹے ہیں

☆☆

سر پہ خوباں جو بال رکھتے ہیں سو پہ سوجی کا کال رکھتے ہیں
 سرد پر اتنا نُحولِ مت قری ہم بھی اک لونہال رکھتے ہیں
 دل تو کیا ہے، امیں جو آدے یار جان آگے نکال رکھتے ہیں

☆☆

تیاں مجھ سے کہتے تھے کیا کچھ نہیں لیکن جو دیکھا، تو تھا کچھ نہیں

میں بوسہ جو مانگا، جو جھنجھلا کے وہ ___ کہہ گئے کیا ہے، کہا کچھ نہیں
مجھے بے چین رکھتا ہے دل انگار پہلو میں وہ سونے کی طرح جس کے دہے تیار پہلو میں
گرتا دل کو تیری زلف کے کس طرح خوب آئے زبان شانہ دہتا ہے انھوں کے خار پہلو میں

☆☆

مجھے تو کبھی عمر بھر غم نہ ہو ملاقات تیری اگر کم نہ ہو
میں درگزر صاحب سلامت سے بھی خدا کے لیے اتنا برہم نہ ہو
ہم آنے کو مانع نہیں غیر کو پر اتنا بھی خلوت میں ہر دم نہ ہو
امیں کی غذا آری ہے یہی الٹی یہ خون جگر کم نہ ہو

☆☆

ہوئی ہے آشنائی جب سے اس سے لڑی سے مجھ کو جو صاحب عقل ہیں کہتے ہیں اہل ہوش سے مجھ کو
بھلا تو ہی کہہ اے دل کسی کو یہ توقع تھی نکالے گا وہ صبح عید یوں آغوش سے مجھ کو
جدائی سے سراپا رنگ میرا دھفرانی ہے کوئی لے کر ملا دے اس بستی پرش سے مجھ کو
بھڑکتا ہے جگر میرا دل پر داغ کے دولت امیں جلنا چاہا اس آتش خاموش سے مجھ کو

☆☆

کیا کہیں دور آہ کی تاثیر گھر کا گھر ہے سیاہ، مت پوچھو
ملت مارا کیا ہزار انھوں ___ تھا امیں بے گناہ مت پوچھو
جب دکھاتا ہے وہ شرابی آنکھ وہ نہیں جانتی ہے گلابی آنکھ
لہجہ دل ٹکھ رہیں ہیں مڑگاں سے ___ ہے مگر خانہ کھابی آنکھ
روشن ہیں شب اجڑ میں یہ دیدہ بیدار جوں نہیں چمکنے میں ترے کان کے سوتی
دھڑ کے ہے سرا دل کہ کہیں کچھ نہ لگا دیں ___ لگتے ہیں ترے کان سے جب آن کے سوتی
دن کنا فریاد میں اور رات زاری میں کئی عمر کٹنے کو کئی، پر کیا ہی خواری میں کئی

صبح گر صبح قیامت ہو، تو کچھ پر دائیں بھری جب رات ایسی بے قراری میں کئی
تیری آنکھوں کی پرستاری میں دل گھبرا گیا ہائے اس بیمار کی بیمار داری میں کئی
اس زمانہ میں امیں مت کر کسی سے دوستی شمع کی گردن، نہ کبھی دوست داری میں کئی
دل ہاند ہے تو یار کے کا گل سے ہاند ہے بلبل کو ہاند ہے تو رگ گل سے ہاند ہے
ہز کے ہے دل کر کو جو کہتے ہو اے میاں ہار یک ہال سے ہے، تامل سے ہاند ہے

☆☆

جلوہ ترے خُسن کا کہاں ہے یوں کہنے کو آفتاب ہاں ہے

☆☆

ہم رہیں دیکھتے اور تیری یہ اوقات کئے اور تو کیا کہوں اے شانہ ترا ہاتھ کئے
ایک دم ہو گئی گر اُس سے ملاقات تو کیا زندگی کا ہے مزا یہ کہ مسادات کئے

☆☆

رنگ چہرہ کا زعفرانی ہے عاشقی کی بھی نشانی ہے
کس سے تکیہ دیں بھلا تھ کو دیکھا یوسف تو حیرا ثانی ہے
شمع رویاں سے اتنا گرم نہ بل ان کی جو بات ہے زبانی ہے
رات دن تھیکتے ہی جاتا ہے کیا امیں ایسی زندگانی ہے

☆☆

خضر نے ایک دم بیا تھا لے کے آبِ زندگی مانگتے ہیں اب تلک اُس سے حسابِ زندگی
کیا بھلا اس ہیکلے میں جی کسی کا شاد ہو مر گیا آخر کو پی جن نے شرابِ زندگی
مصلیٰ آرام کیا ہے، تو نہ کچھ سمجھا امیں ہم تو مدت سے اُٹھتے ہیں کتابِ زندگی

☆☆

غیر سے کیوں کدو چھوڑے ملنا چھوڑتا ہے کوئی اپنے ہانے

☆☆

ہم کڑے تھے سامنے اور اخیاروں میں تھے تک تو منع ہوئے ہم کبھی یاروں میں تھے
 جتنے تھے محفل میں، تمنا سب سے تپاک اور افراط ایک ہم کم بخت کو یاد ہاں گنہگاروں میں تھے
 ہاتھ اٹھانا جان سے پیارے نپٹ دشوار ہے کیوں نہ دیکھا کل سب ہی تو ہزاروں میں تھے
 بحر عمر گدائی میں بھی کرتے رہے شاعری دنیا میں جو ٹھانے تھے میاں ہم نے نہایت
 خط کو جو تراشے ہے بھلا فائدہ کیا ہے اب چڑھ چکی اے یار سبیدی پہ سیاحی
 کیا دین سے غافل ہیں امیں مردم دنیا سدا کو سمجھتے ہیں سدا اپنا الہی
 تمہاری آنکھیں جو دیکھتے ہیں نہت ہی تپتی ہیں پیاری ہاں قدر ہیں جنوں کی پیاسیہ کفر آنکھیں ہیں یا کدلی
 تری نگ کے ہوں گے اسے نہ انکھیں گے انھوں نے پانی نہ لکی دیکھی ہے تپتے ہم نے، نہ لکی دیکھی ہے آبادی

رباعی

اٹھار نہیں اگرچہ سر کا پر یو بھ اُتاروں ہوں میں اپنے سر کا
 سائل کو جواب ترش برگزمت دے بھوکا ہے، کیا کرے گا لے کر سر کا
 یہ جور و جفا یہ بے وفائی کب تک بس کیجیے، پاس آشنائی کب تک
 کرتا ہے کوئی حسن پر اتنا بھی غرور دیکھیں تو رہے ہے یہ خدائی کب تک
 کیا شہر میں آج مجھ پر ہے ہولی پھرتے ہیں لیے میز بحر مجھولی
 وعدے سے کیا کہہ گے دل خوش کب تک ہولی کا قرار تھا، سو یہ بھی ہولی

مشہوری

ابک ہیں آشنا مرے غم خوار پہنچ کو یہ توقف بد اطوار
 ان کی تعریف کیا کردں میں بیاں کہتی شرابی ہے گی منہ میں زباں
 دلی ہے ان کا کہیں دماغ کہیں گھر میں ماحول تو بھونے بھانک نہیں
 منہ کو ان کے خدا نہ دکھلا دے گر کوئی دیکھے خاک کیا کھا دے

چار پیسے کا سیر بھر فخر اُپنی کے رکھتے ہیں جی میں یہ خزا
 آج دنیا میں ہیں جو کچھ ہم ہیں مالک چار مالک عالم ہیں
 دیکھتا ہوں جوان کی میں صورت یاد آتی ہے بھین کی صورت
 گل جزے سے یوں رہے ہیں اپٹ لگ رہے ہوں کواڑ کے جوں پٹ
 جس پہ چپک نے یوں ہے مادی بخ جوں جزی ہوں کواڑ میں گل بخ
 میں تو کرتا نہیں خن چینی تاک ہے جوں کواڑ کی بینی
 آکھ کر ہے تو کمر سے باہر ہے حلقہ جھم حلقہ در ہے
 کان ایسے پڑے ہیں دونوں طرف جوں زلفانی کا ہوئے پھونک دف
 منہ ہے سنڈاس کی طرح بدبو لوگ کرتے ہیں دیکھتے رخ قمر
 ان کے دھارے کو دیکھ کرنی الحال جن کے دیکھے نہ ہو دیں کالے ہال
 دیکھ فحاش اس کی پیشانی کھینچتا دل میں ہے پشیمانی
 کھوپڑی سر سے ہے گی یوں انگی جوں کہ چوٹھے پہ اندھی ہو سگی
 تو نہ لنگے ہے پیٹ سے ایسی پیٹتے ہووے پیٹ سے جھسی
 صاف کہتا ہوں میں پہ مجبوری ناف ہے جا ضرور کی موری
 کیا کہوں اس کی اور بد حال منہ ہے چکنا تو پیٹ ہے خالی

☆☆

دل لیکے زلف اس کی یوں حلقہ زن ہے مجھ پر بیضا چمن میں ہووے جل سانپ من کھا گے
 بتاں اٹھاتے نہیں ہاتھ میرے کینہ سے رہے ہے رنگ گتیں لاگ آکھیند سے
 ضرور کیا ہے کہ ہوتا ہے تو بخل ناسخ ہماری جیب کو ہے کیا لگائے رہنے سے
 نہ اٹھ سکے گا مرے لب سے حرف بوسہ کا مٹا سکے ہے کوئی نام کو گھیرے سے
 ۱۰۔ امیں ضعیف میں اتنا ہوا بقول فلاں ___ ایک کے آؤ لگتی ہے میرے بچنے سے

کیا نہ اوقت تھا اس شوخ سے جب آنکھ لگی جب تک جیتے رہے روز نہ شب آنکھ لگی
 بزمِ رنماں میں اسے دیکھ کے چھپ جاتے ہیں کیا مگر شیخ کی ہے بہت عجب آنکھ لگی
 میں گزرا یاد کے ٹٹے سے جاوے جس کا پی چاہے غرض اب شوق سے عاشق کہلوے جس کا پی چاہے
 حیاتِ جاوداں بخشے ہے حق آباد اس کی اگر بورشاوے جا کے کہلوے جس کا پی چاہے

☆☆

یار بھی اب گھٹ لگا کرنے یہ بھی اپنے نصیب کی خوبی
 ہاتھ میں اپنا سر لیے رہنا عشق کی پہلی یہ سلامی ہے
 دل گرفتار کیوں ہو ہو میرا بر میں چاند ترے دو دای ہے

☆☆

زاہر کبھو تو گرد نہ پھرے شراب کے یہاں تک ہے چھپی ہوئی پردے میں آپ کے
 کیا چشمِ معصماں سے دیکھیں مغلطانِ دہر دو دینے تو پھرے نہیں کاسے حباب کے
 پھرتا ہے کیوں بھٹکتا اسے شیخ ہر طرف تو کہتا ہے جس کو کعبہ وہ یار کی گلی ہے
 کہا کرتے ہو مجھ کو قاتلِ جور و جہا یہ ہے جو کوئی چاہے کسی کو اسے میاں اس کی مزلیہ ہے
 برہمن دیو کو پوجے ہے اور کعبہ کے تئیں زاہر پرستش ہم جسے کرتے ہیں وہ نامِ خدا یہ ہے

☆☆

دشک گلزار ہوا داغ سے سینہ میرا یار کے بھلا میں تماشا ہے، تماشا یہ ہے
 اس ماہِ زو کے سامنے آتی ہے چاندنی اپنے تئیں اب آپ جہاں ہے چاندنی
 منہ دیکھو حیرے سامنے آکر سفید ہو ملتی میں آمد کو ملائی ہے چاندنی
 وہاں کی چاندنی ہے پھر آفرانِ حیرتِ ملت ساقی پلا شراب کہ جاتی ہے چاندنی
 گر آمد آمد اس سے تاباں کے تئیں اٹس یوں چاندنی کا فرش بچاتی ہے چاندنی
 غیروں سے اشتیاقِ ہماری بلا کرے گر آتشا کرے تو تجھی سے خدا کرے

دنیا میں کہنے کو سب ہی کہلاتے ہیں بھلے پر بے وقوف بھلا، جو کسی کا بھلا کرے

15۔ افسوس

افسوس تخلص، میر شیر علی نام، والد ماجد ان کے سید مظفر علی خاں، دارودہ توپ خانہ نواب میر قاسم خاں عالیجاہ کے تھے۔ سلسلہ سیادت کا ان کی حضرت اسماعیل امجد کو، کہ بڑے بیٹے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے تھے، پہنچتا ہے۔ وطن بزرگوں کا خاف ایک مکان ہے، علاقہ میں عرب کے۔ بزرگوں نے ان کے ہندوستان میں آکے دارنول میں سکونت اختیار کی۔ اس سبب سے وطن ان کا دارنول مشہور ہے۔ میر خد کوہ کے باپ اور چچا کو، کہ سید مظفر علی خاں اور سید غلام علی خاں نام رکھتے تھے، نواب حمود الملک امیر خاں مرحوم کی رفاقت میں سرحدِ غازی مت کا نہایت اقتدار اور عز و قدر کے ساتھ توپ خانے کی واردگی کے ساتھ سرفراز تھے اور رسالہ معقول سے حضور میں بخار تھے۔ بعد شہید ہونے نواب حمود الملک کے سید غلام علی خاں کو نیابت صوبہ الہ آباد کی بالذات بھی تھوڑے دنوں رہی۔ آخر قلعہ بھاری سے انھوں نے ہیر روضہ رضوان کی کی۔ ان کی وفات کے بعد سید مظفر علی خاں خانہ نشین ہوئے اور بارہ برس بے روزگار بیٹھے رہے۔ آخر نواب خان عالم بقاء اللہ خاں مرحوم نے لکھنؤ میں انھیں بلوایا اور سرکار وزیر الممالک نواب شجاع الدولہ مرحوم کے مشاہیرہ میں تین سو روپے کا واسطے ان کے دربارہ مظہر کیا۔ ان ایام میں میر شیر علی افسوس کا بن گیا اور برس کا یا کچھ کم زیادہ ہے، لیکن مولد ان کا دارالحکومت شاہ جہان آباد ہے۔ یہ بھی ہمراہ اپنے والد ماجد کے لکھنؤ میں آئے اور طور بود و باش کا یہیں ختم ہوا۔ بعد کئی برس کے حسب الامر نواب صادق علی خاں کے کہ بڑے بیٹے نواب میر محمد جعفر خاں صوبہ دار بنکالہ کے تھے، سید مظفر علی خاں دارودہ مرشد آباد ہوئے اور واردگی توپ خانہ وغیرہ کے ساتھ مورد عنایت و امداد ہوئے۔ آگے بیان ساتھ تفصیل کے بموجب طویل حکام کا ہے۔ فرض جب وزیر الممالک

نواب شجاع الدولہ بہادر مدد صوبہ دار بنگالہ صاحبان عالی شان سے معرکہ آرا ہیں، تو سید مظفر علی خاں بھی ہمراہ رکاب کے تھے۔ بعد میر محمد جعفر خاں کی وفات کے روزگار نواب سیف الدولہ کا انھوں نے نہیں کیا، بلکہ لکھنؤ چلے آئے اور بعد کئی برس کے حیدر آباد کی طرف گئے، وہ ہیں وصال ان کا ہوا۔ اس ایام میں میر شیر علی افسوس کا سن اُنھیں برس کا تھا۔ شعر و سخن کے ساتھ مواضع ان کو بہ شدت تھی اور طبیعت کو متا بہت نہایت۔ چنانچہ صغر سن سے شعر کہتے ہیں اور اکثر اس شکل میں رہتے ہیں۔ اصلاح کا اتفاق ان کو میر حیدر علی حیران تخلص سے ہوا ہے اور علی ابراہیم خاں مرحوم نے شاگردان کو میر حسن حسن تخلص کا لکھا ہے۔ اس کی سند اپنے تئیں نہیں پہنچی اور یہ خبر اپنے گوشِ ذوق میں ہوئی۔ ابتدا میں یہ سررشتہ روزگار کا نواب سالار جنگ مرحوم کے ملازموں میں رکھتے تھے اور میرزا نوازش علی خاں، جو نواب مذکور کے بڑے بیٹے ہیں، گیارہ برس ان کے متعین رہے۔ بعد برہم ہونے اس سررشتہ کے، صاحبِ عالم و عالیشان میرزا جواں بخت جہاں دار شاہ کی عنایت اور قدر دانی ازاں کہ حد سے زیادہ دیکھی، سعادتِ توسل کی انھوں نے ملازموں میں اس عالی جناب کے حاصل کی۔ جس ایام میں اس خبر اوج شہر یاری کا خیمہ مغرب کی سمت نکلا اور کوچ شاہ جہان آباد کو ہوا تو میر مذکور بہ سبب بعضے بعضے عوارض کے رہ گئے اور ساتھ نہ جاسکے۔ ایک مدت سے ہوکل و قناعت ہر اسی میں نواب سرفراز الدولہ بہادر کے دن زندگی کے بسر کر رہے تھے، کہ صاحب والا مناقب عالی شان بارہو صاحب نے مشورے سے عالی قدر سخن آفریں مسٹر کلگر سٹ صاحب، زبانِ عدنان ریختہ لکھنؤ سے طلب کیے۔ بڑے صاحب نے لکھنؤ کے، کہانی اس معدنِ رافت کا ہر صاحب ہے، بہ عزت تمام ان کو بلوا کے اور مشاہیرہ دو سو روپے کا ٹھیکرا کے، پانچ سو روپے یا خرچ راہ دیا اور نکلنے کی طرف روانہ کیا۔ چنانچہ جب مرشد آباد میں پہنچے تو فوراً محبت سے اسی دن فریب خانہ میں تشریف لائے، کس واسطے کہ ان کے نکلنے کی تقریب سے دو مہینے آگے راقم حقیر لکھنؤ سے نکلا تھا اور دار و مرشد آباد کا تھا، دیدار سے اپنے انھوں نے نہایت خوش و خرم کیا اور چلے ہوئے وعدہ نکلنے کی میر کا اس عاصی سے لیا۔ غرض بالفصل کہ 1215ھ میں بلدہ نکلنے میں، صاحبان عالی شان

کے ساتھ میرے گور ملاقاتیں بہ عزت تمام رکھتے ہیں اور لگھتاں کے ترجر کا کھنٹی کی سرکار سے کاہ
رکھتے ہیں۔ راقم آٹم سے ملاقات ایام شباب سے ہے۔ فی الحقیقت کذات ان کی زمانے کے
انتخاب سے ہے۔ حبیب نجران خلیق اور اہل دل ہیں۔ فروتنی اور انکساری میں فرو کاہل ہیں۔ منطلق و
معانی کے بیان میں صاحب استعداد ہیں۔ کلیات اور محالجات فن طبابت کے بھی بخوبی یاد ہیں۔
شعر عاشقانہ بہت مزے سے کہتے ہیں۔ اقسام نظم ہیں:

کیوں نہ ہو گھمنڈ اس بُبت پر فردر کو مبر کسی طرح نہیں اس دل نا مہور کو
اُس منت ہے حجاب کا دیو یں ابھی اٹھا حجاب دیکھ سکے گا پر اُسے تاب ہے اتنی طور کو
پانی نہیں نکلتا نہیں ڈوبی ہے سب کی سب دشمن دیکھنا آج ہم نہیں آنسوؤں کے دہر کو
جج ہیں یہ خود نہائیاں، حق ہیں یہ لہن ترانیاں حطہ طور بھگ گیا دیکھ کے اس کے نور کو
ناز بھرا وہ منہ، گردیکھے جو اک نظر تو بھر منہ پہ نہ لائے زہدا بھولے سے ذکر حور کو
دوسرے طعنہ دن مجھے ناکسوں کی خوشامدی میں نے ہی کی نہیں فقہا کرتے ہیں سب ضرور کو
تو نے افسوس کیا کیا، دشمن جاں کو دل دیا۔ یہ تیری حقل جل بجے، آگ لگے شعور کو
سند گرم جو یہاں اس سوار کا پہنچا غبار تا فلک اس خاکسار کا پہنچا
تو ج تا کہ تجھے اتنی کیوں ہے بے چینی مگر پیام کسی بے قرار کا پہنچا
ٹے ہے پانو سے اپنے وہ لالہ رو ہر دم یہ مرتبہ تو دل داغ دار کا پہنچا
ہے یہاں تک تو نہ راکت لگوں کے گہرے سے چپکے لگتا ہے اس کھنڈار کا پہنچا
قص سے چٹھنے کی امید ہی نہیں افسوس حصول کیا ہے جو مڑوہ بہار کا پہنچا
جب تک نہ عشق یارو، نہ دل نا کام تھا اپنے میں کیا چین تھا اور دل کو کیا آرام تھا
خفصہ ہم کو جسے ٹوکا ہے ہم نے بھول کر درد دل تیری بلا ہو، وہ ترا ہنم تھا
اس کے اٹھتے ہی جی پہ آن بنی دیکھے آگے آگے کیا ہوگا
صبح نہ کرتا ہے یہ دل اٹھلاری پیش تر ہو سحر کو خانہ ماتم میں زاری پیش تر

دل کے تئیں بھی آشنائی کا نہیں کچھ اعتبار۔۔۔ بے وقاؤں سے رہی ہے تجھ کو یاری بیشتر
 ہنس کر کسی سے میں نے نہ کی بات تجھ بغیر۔۔۔ روتے ہی آہ کٹ گئی یہ رات تجھ پہ بغیر
 غیروں سے تو ملے تو ملا کر، دلے مجھے۔۔۔ کرنی نہیں کسی سے ملاقات تجھ پہ بغیر
 بزم میں اس کی نہ ہنستے ہیں نہ سکتے ہیں۔۔۔ چپکے بیٹھے ہوئے ہر ایک کا منہ نکلتے ہیں
 کہا میرا مطلق نہیں مانا ہے۔۔۔ تو جیسا ستانا ہے جی جانا ہے
 کوئی دل سے مرے پر بھی جیسا ہے وہاں نامح۔۔۔ تجھ کو نہ خوش آیا یہ، پر مجھ کو تو بھاتا ہے

16۔ آشفۃ

آشفۃ تخلص، حکیم رضا قلی خاں نام، والد ماجد ان کے حکیم محمد شفیع محمد خاں مرحوم تھے،
 متوطن اکبر آباد کے۔ بڑے بھائی ان کے میرزا اجو صاحب، خدا منفرت کرے، ذرہ تخلص کرتے
 تھے۔ عجب دلو لے اور لادقی شوق کے ساتھ کر بلائے مطلق گئے اور وہیں خاک ہوئے، درود و خراج
 مقدس کے ذمہ ہیں۔ حق سبحانہ تعالیٰ حشر بھی ان کا اور جمیع مومنین کا، جناب سید الشہداء علیہ السلام
 کے ساتھ کرے۔ دوسرے بھائی ان کے میرزا رضی صاحب، وہ بھی ان سے بڑے ہیں بالفعل
 لکھنؤ میں دوا طلبات اور معالجے کی دسر ہے ہیں۔ بچ تو یہ ہے کہ جو خرافات فن طبابت میں
 انھوں نے کیے، دیکھنے کا کیا دخل ہے، کسی نے نہیں سنے۔ جذبات اور لیاقت ان کے خاندان کی
 نہیں ہے محتاج تخریج اور بیان کی۔ ہمیشہ بزرگ ان کے معالج سلاطین نامدار کے رہے ہیں اور
 امیروں سے بلکہ وزیروں سے سدا ناز و افاز کیا کیے ہیں۔ غرض حکیم رضا قلی خاں آشفۃ تخلص راقم
 آفم کے دوستان قدیم سے ہیں۔ جو ان آزاد وضع اور خوش اختلاط و درست مزاج اور مایہ اور حیا میں
 محبت اور یک رنگی میں خلاصے اور آشنائیں کے بہت خاصے، احسن پرستی میں خود لیلیٰ و شیریں کی
 تصویر اور عشق بازی میں قیس و فرہاد کے چہرے ہیں۔ مشورہ اخن کا انھوں نے میر سوز صاحب سے کیا

ہے لیکن شاگردوں میں ان کے اتنا کوئی نہیں ہوا ہے۔ میرا صاحب مذکور کے طرز ادا ایسے میں انھوں نے رعینے کچھ اور بھی زیادہ کی ہے، سچ تو یہ ہے کہ رعینے ادائی کی داد دی ہے۔ چندے انھوں نے رفاقت میرزا محمد تقی خاں کی کی، جو کہ پوتے میرزا یوسف کور کے تھے، اس سبب سے دواڑ حائی برس بود و باش ان کی فیض آباد میں ہوئی تھی، اگر نہ پورشا انھوں نے لکھنؤ میں پائی ہے اور کیفیت زندگی کی دو ہیں اٹھائی ہے۔ 1208ھ میں لکھنؤ سے مرشدآباد میں آئے، نواب مبارک الدولہ عالم صوبہ بنالہ مرض الموت میں گرفتار تھے، اگرچہ معالجہ میں انھوں نے رنگ سیمائی کے دکھائے، لیکن قضاء قدر سے لاچار تھے۔ بعد نواب مبارک الدولہ کی وفات کے، خلف الصدق سے ان کے، یعنی نواب عضدولہ ناصر الملک سید بیر علی خاں، بہادر ویر جنگ سے، نہایت موافقت آئی اور صحبت نے بہ شدت یک رنگی پائی۔ چنانچہ سات برس کامل ان کی خدمت میں رہے اور قریب لاکھ روپے کے بنالہ میں پیدا کیے، لیکن خرچ کرنے والے بھی ایسے ہی بلائے روزگار تھے، کہ جس دن مرشدآباد سے نکلے تو قرض وار تھے۔ غرضی الجبر کو 1214ھ میں اپنے ہی مزاج نازک سے، باحق روزگار چھوڑ نکلتے میں چلے آئے اور زمانے کی بے رنگی کو مطلق خیال میں نہ لائے، بالفضل کہ 1215ھ میں، بہ عزت تمام نکلتے میں اوقات بسر کرتے ہیں اور اک رنگ کی صحبتوں میں دن رات بسر کرتے ہیں۔ طبیعت ان کی موسیقی کی طرف لڑکھین سے ہے اور ایک مناسبت بھی بھلی چنگی ان کو اس فن سے ہے۔ اپنی آشفہ مزاجی میں غزلوں کو انتظام نہیں دیا ہے، اگر نہ مدت سے ایک دیوان کا سرا انجام ہو چکا ہے۔ یہ اشعار ان کے نتائج افکار ہیں:

جی تھا آنکھوں میں بار تھا دل میں	یہاں تک انتظار تھا دل میں
آبلہ ہو کے دم میں پھوٹ بہا	یہ کہاں کا بخار تھا دل میں
مر گئے پر بھی ہم کو خاک نہ دی	آج تک یہ غبار تھا دل میں
کھینچتے ہی تک اے کمان ابرو	تیر مڑگاں دوسرا تھا دل میں
دم آخر جو بھگی آتی تھی	وہ فراموش کار تھا دل میں

دست و لب نزع میں جو ملتے تھے شوق یوں دکنار تھا دل میں
 دم شماری تک بھی آشفقتِ — قدسوں کا شمار تھا دل میں
 فقط نہ اپنی ہی تم آن دیکھتے جاؤ ادھر ادھر بھی مری جان دیکھتے جاؤ
 نہ بیچ و تاب کو ہالوں کے طول دوا تھا ہمارا دل ہے پریشان، دیکھتے جاؤ
 بجائے انگ نکلتے ہیں پارہائے جگر تمہارے جی میں تھا ارمان، دیکھتے جاؤ
 دکھانے آئے تھے دامن کے چاک کی غول ہمارا چاک گریبان، دیکھتے جاؤ
 کیا خرید زلیخا نے مصر میں پوست جناب عشق کی تم شان، دیکھتے جاؤ
 اگرچہ ہودیوں کی تصدیق، لیکن آشفقت — کوئی گھڑی کا مہمان، دیکھتے جاؤ
 وصل اس کا خدا قریب کرے دیکھیں اتب ہم سے کیا رقیب کرے
 جبر سے قتل، وصل سے احیاء حب میں جو آوے، سو صیب کرے
 گل کا دیکھا چنگ کے چپ ہوتا شور کیوں کر نہ عذیب کرے
 سر گیا ایک صنم پر آشفقت موت ایسی خدا نصیب کرے

☆☆

یہ فراہی تو پڑی مجھ پہ ترے جانے سے چھ بھی ڈرنے لگے اب مرے دیوانے سے
 کس طرح قید کروں، یہ تو ظہرتا ہی نہیں کون براؤے بھلا، اس دل دیوانے سے؟
 میں سمجھتا ہوں کہ تم جا کے نہیں آنے کے فائدہ کیا ہے بھلا بھوٹ قسم کھانے سے
 شعلہ خوا آگے تو اتنا نہ جلاتا تھا مجھے — آج تو آگ ہوا غیروں کے ہلکانے سے
 دیکھتے ہی اُسے کل میرے یہ اوسان گئے اپنے بیگانے وہاں جتنے تھے سب جان گئے
 اپنے کے ہوتے بھلا غیر کو صدقے تو نہ کر ہم بھی جی رہتے ہیں بیلے ترے قربان گئے
 مجھ کو کہتا ہے صنم، تجھ کو بھی اب بھاگ لگے آگ سے آنکھ ملاتا ہے، تجھے آگ لگے
 بوسہ کے واسطے چہا، تو لگا کہنے مجھے بس کہیں دور بھی ہو، منہ کو ترے آگ لگے

باب الب

1۔ بیدل

بیدل تخلص، میرزا عبدالقادر نام، قوم چغتائی، لیکن نشوونما انھوں نے ہندوستان میں پائی ہے، جو دہلی میں سلیم اور ذکائے طبع مستقیم کے باعث تصویر نازک خیالی کی بہت نگہ شکھ کی تکمیل کر باریک چٹوں کو دکھائی ہے۔ بیشتر اختراعات انھوں نے زبان فارسی میں کیے ہیں لیکن اہل محاورہ کے مقبول نہیں ہوئے ہیں۔ آسمان چاند اور عظیم شاہ کے ساتھ تو سل رکھتے تھے اور مورد الطاف و عنایت شاہزادہ عالم و عامیان کے رہتے تھے۔ قوت جسمانی اور طاقت بدنی کا رد قوی نے اتنی انھیں عنایت فرمائی تھی کہ اور ان کے معاصرین کے حصہ میں کم آئی تھی۔ چنانچہ ایک روز رکاب میں شاہزادے کی عین سواری کے دوران میں ایک شیر نکل آیا اور کئی بچاؤں، اہل کے مادیوں کو ذائقہ مرگ کا اس نے چکھایا۔ آخر میرزا نے مذکور کے ہاتھ سے بکری کی طرح مارا گیا اور اپنی جان سے بچا رہ گیا۔ دلچسپا ایسے ردی خلائق سے یہ بیزار ہوئے کہ روزگار پاکشیدہ اور دنیا داری سے دست بردار ہوئے۔ طریقہ فقر اور گوشہ نشینی کا اختیار کیا، دل کو فراغ یاس اور خونِ تنہا سے دھک بکھڑا کر دیا، لیکن دروازہ ان کا کثرت اعتقاد سے محو و خاص و عام تھا اور بوسہ گاہ امیرانِ عظام تھا۔ نواب نظام الملک صوبہ دار دکن کا خط مکرر اور متواتر اس مرکز دائرہ قاعدت کی تحریک میں آیا لیکن قلب آسمانی تو کل نے حرکت کو قبول نہ فرمایا۔ ایک ہیبت فاری نظام الملک کے جواب خط میں لکھی ہے اس سے قاعدت اور جواں مردی اس شیریں استغنا کی معلوم ہوتی ہے۔

اس بیت کو بہ سبب زبان فارسی کے حاشیہ¹ پر لکھا ہے اور ترجمہ اس کا اس طرح داخل کتاب کیا ہے:

کب حوض دنیا کے سرکلں جا سے چھوڑل خلائں کو باغی ہے مہندی قناعت کی میں اپنے پانوکو
 لکھیات ان کا از روئے نظم اور نثر کے قریب لاکھ بیت کے مشہور ہے لیکن اہل دنیا کی
 تعریف کہیں ایک مصرع میں نہیں مذکور ہے۔ بحر حصارک اور کامل و غیرہ پانچوں وزن و جن کے
 باطمینان خصوص شعرائے عرب ہیں اور نظم ان سے احتیاط کرتے سب کے سب ہیں، اکثر میرزا نے
 غزل ان اور ان میں کئی ہے اور دروازہ ترک خیالی کی دی ہے۔ از بس کہ مدار دنیاے دوروزہ کا فنا پر
 ہے۔ 1133ھ میں بلندہ شاہ جہان آباد کے اندر اس سرائے فانی سے عالم باقی کی طرف توجہ
 فرمائی۔ ان دو بیتوں نے زبان ریختہ میں اس قدر سخن کے نام سے شہرت ہے پائی:

مست پر چدل کی باتیں، دہل کہاں ہے ہم ہیں اس قلم بے نظاں کا حاصل کہاں ہے، ہم ہیں
 جب دل کے آستان پر عشق آن کر پکارا پردے سے یار بولا بیدل کہاں ہے، ہم ہیں

2۔ بیان

بیان مختص، احسن اللہ خاں نام، شاگردوں میں سے میرزا مظہر جان جاناں کے تھا۔
 سکونت دہلی میں اختیار کی لیکن موطن اکبر آباد کا تھا۔ شاگردوں میں سے میرزا کے مذکور کے عاشق
 مزاج اور شیریں زبان تھا۔ زبان ریختہ میں صاحب دیوان تھا۔ یہ اشعار منتخب دیوان اس مخنور،
 خوش بیان کے ہیں:

وہ بھی کیا دن تھا کہ ہم آغوش ہم سے یار تھا در کے باہر مدی جوں صورت دیوار تھا
 اس تہائی پر پڑا میں رہ جھٹکا ہوں گور میں وہ کہ جن کی چشم کا میں عمر بھر پیار تھا
 دیکھ کر تابوت کو، پیار واروں سے مرے پوچھنے لاگا کہ اس مردے کو کیا آزار تھا

1۔ دنیا اگر دہندہ، ہم زہائے خورشید من رہے ام حائے قناعت ہائے خورشید

کوئی کسی کا بیان، آشنا نہیں دیکھا۔ سوائے اس کے ان آنکھوں نے کیا کہیں دیکھا
 آکر جوں ہی قاصد نے لیا نام کسی کا اس نام کے سنتے ہی ہوا کام کسی کا
 کیوں آج سنا نہیں اپنے میں خوشی سے کیا تجھ کو بیاں پہنچا ہے پیغام کسی کا
 عالم کو تاج و گوہر و تخت دلا دیا اے آسمان بتا تو، مجھے تو نے کیا دیا
 نے دین سے اطلاع ہے، نہ دنیا کی کچھ خبر اس عشق نے غرض ہمیں سب کچھ بخلا دیا
 ایسے ہی میرے بخت جو ماتے تھے نیند کے خواب عدم سے کا ہے کو مجھ کو چکا دیا
 کب تک اس کی شکایت ہونے لگے آشنا ایک بیگانہ ہے مجھ سے اور سب سے آشنا
 غیر کے کہنے پہ مت بیگانہ ہو یکبارگی دیکھ تو اے شوخ! میں تیرا ہوں کب سے آشنا
 ہم دم نہ فکر کر، کہ مرا کام ہو چکا مگر دل مرا یہی ہے، تو آرام ہو چکا
 آتا ہے تجھ کو تنگ، مرے نام سے مہلت اے شوخ! اب تو شہر میں بدنام ہو چکا

☆☆

اگر اک صبح مآتادہ اُنھہ کر خواب شیریں سے ہمارا کیا گریاں، ہاتھوں کا بھین پھلتا
 چکایا مجھ کو کس کم بخت نے ہائے! مری آنکھوں کے آگے وہ ابھی تھا
 تو تو ساقی جام ترسا کر چلاتا تھا مجھے یار کی آنکھوں نے مجھ کو کر دیا یکبار مست

☆☆

رو کر اس سے میں کہا، مرنے ہے یہ بیمار آج مسکرا کر وہ لگا کہنے، کہ اس کا کیا علاج
 یہ آرزو ہے کہ وہ نامہ بر سے لے کاغذ بلا سے پہاڑ کے پھر ہاتھ میں ملے کاغذ
 وہ کون دن ہے کہ غیروں کو خط نہیں لکھتا قلم کے بن کو گئے آگ! اور جملے کاغذ
 عرش تک جاتی تھی، اب لب تک بھی اسکی نہیں رحم آتا ہے بیاں اب مجھ کو اپنی آہ پر
 اک بار فوج عشق پڑے مجھ پہ ٹوٹ کر لے کے قرار و دین و دل و ہوش لوٹ کر
 لینا اگر ہے دل کو، تو لے بھی اسے کہیں سینہ میں اب تنگ تو رکھا مار کوٹ کر

ہم سرگزشت کیا کہیں اپنی، کہ مثلِ خار پامال ہو گئے ترے دامن سے چھوٹ کر

☆☆

کیا ایسے بے درد دل کو کہیے ایدھر تو سنا، اُدھر فراموش

☆☆

میں بسکہ خاک میں ترے کوپے کی ٹل گیا ___ تُو پر بھی حیرے دل میں ہے مجھ سے ظہار حیف
 تمنا باؤشاہی کی کسی سفلہ کو ہووے گی ___ مرے دل میں خدائی کا بھی خطرہ ہو تو کافر ہوں
 کافر ہو، جس کے دل میں کچھ اور آرزو ہو ___ اک مختصر سی جا ہو، میں ہوں، اور تو ہو
 مت آئیو اے وعدہ فراموش تو اب بھی ___ جس طرح کٹنا روز، گزر جائے کی شب بھی
 آخر تو شکایت سے مجھے منع کرے ہے ___ سی و جیو تک ہاتھ سے اپنے مرے لب بھی
 جہاں روو تمنا میں تری اے شمع روپیادے ___ لوگے اس گل زمیں سے حشر تک جن الال انگے
 قمار عشق کی بازی بھی کچھ دینا سے ہار ہے ___ اے کہتے ہیں عاشق جو کوئی یہاں نقد جاں ہلے
 آنسوؤں تک پوچھنے کی ٹیر کے تدبیر ہے ___ مجھ سے اتفاق بھی نہیں کہتا کہ کیوں دل گیر ہے
 چرخ کی برہم زنی سے یہ تعجب ہے یہاں ___ لیلیٰ و مجنوں کی یک جا اب تک تصویر ہے
 شب فریق کی وہشت سے جان جاتی ہے ___ بھی ہے صبح سے دھڑکا، کہ رات آتی ہے

☆☆

جا کہو کوئے یار میں کوئی مر گیا انتظار میں کوئی
 وہ بھی کیا رات تھی کہ سوتا تھا ___ سر رکھے اس کنار میں کوئی
 جاوہ تھا، کہ سحر تھی، بلا تھی، غالم یہ تری نگاہ کیا تھی
 کیدھر ہے، کہاں ہے، خوشدلی تو ___ ہم سے کہو تو آشنا تھی
 رسوا بھی سے کرتی ہو اے چشم تر مجھے ___ آتا ہے اس کی بزم میں ہار و گر مجھے
 آیا ہوں اس گلی سے ابھی، دم نہیں لیا ___ بھر لے چلا ہے یہ دل وحشی اُدھر مجھے

کچھ قفس سوا مری قسمت میں جانہ تھی _____ تو کیوں ویسے فلک نے یہاں ہاں دہر مجھے
 جھگڑتے تھے سے پیارے شباب آتا ہے _____ مگر نہ بات کا تیری جواب آتا ہے
 یہ شراب جوانوں! کہ موسم گل ہے _____ ہمیں بھی یاد وہ عہد شباب آتا ہے

☆☆

اپنے دل سے بھی عداوت ہوگئی ہے اب مجھے _____ دشمن جانی ہے میرا جو کوئی چاہے مجھے

☆☆

کوئی مجھ قیس نہ دیوانہ ہوا لیلیٰ کا _____ میں ترے عہد میں دیکھوں ہوں بدھریخوں ہے
 کیا دلف میں اُس شوخ کے تھی دیکھی صبح _____ یا شام سے پھولی تھی کسی شب کی صبح
 تک دلف کو میں ہاتھ لگایا، کہ لودھر _____ ہمسایہ پکارا، کہ ہوئی کب کی صبح

رباعی

جس وقت کہ بیدار وہ ہوتا ہیں گا _____ عالم کی غضب سے جان کھوتا ہیں گا
 غنچوں کو مہا کہج، کہ آہستہ کھلیں _____ زانو پہ سرے وہ شوخ سوتا ہیں گا
 مت کہہ یہاں جام اجل چیتا ہے _____ یا اُس کے لیے کوئی کفن بیٹا ہے
 یارو جو مرے حال کو پوچھے وہ شوخ _____ اتنا کہج، کہ اب شک بیٹا ہے
 سوطرغ سے یہ عشق لٹھاتا ہے مجھے _____ ہر چیز میں یک جلوہ دکھاتا ہے مجھے
 کس ماہ کا یہ عکس پڑا ہے یا رب! _____ ہر چاہ میں یوسف نظر آتا ہے مجھے
 کہتا ہوں جناب حق میں ڈرتے ڈرتے _____ مدت گزری دعا ہی کرتے کرتے
 ہے اُس کو یہ قدرت کہ یہاں سا محروم _____ ننھ یار کا دیکھ لیوے، مرتے مرتے

3۔ بقا

بقا تخلص، محمد بقا نام، چچا حافظ لطف اللہ کا، شاگردوں میں سے میرزا قاضی زکین تخلص کے تھا۔
 فی الحقیقت عزیز گلہ رخ دہار یک ہیں، ومعنی بند، وخن آفرین تھا۔ میرزا رفیع سودا تخلص کے منہا کٹر

جن حلا و اس ننگ، بحر معانی کے جھو میں کچھ کچھ واہیات کر دیا، لیکن میرزا نے مرحوم نے مطلق اعتنا نہ کی اور یہ بات کہی کہ میں نے جس کی بھو کی، نام اس کا اسی تقریب سے تمام عالم میں ہوا مشہور ہے، سو تیری بھو نہ کروں گا کہ تیرا مشہور کرنا مجھے نہیں منظور ہے۔ فرض اس عزیز سے زمانے نے موافقت کبھی نہ کی اور صورت روزگار کی پیچا رہے نے آئینے میں خیال کے بھی نہ دیکھی۔ افلاس سے نکل آ کر کسی کے کہے سے کچھ اعمال تسخیر کا کب کے شروع کیے تھے۔ خیال میں اس سودائے خام کے بخنوں ہوئے اور جب تک جیسے سودائی رہے۔ 1206 حدیثی کہ حالت میں سودائی کے یہ بات سوچی کہ تحصیل دولت عقی کی کیجیے اور خاک راہ سے کر بلا معلوم اور نجف اشرف کے دیدار دل میں سر متحق نما دیجیے۔ یہ عزم کر کے جہاز پر سوار ہوئے اور منزل مقصود کی طرف قدم گزار ہوئے۔ اٹھائے راہ میں اس دار فنا سے اسواق نام اپنے کے، سطر ملک بنا کا کیا۔ خوشایہ حال کہ انجام تو بہ خیر ہوا!

یہ چند شعر اس راہ رو جاوہر کے گوشے خاطر میں تھے، سو لکھے جاتے ہیں:

یاد میں تڑپے ہے دل اس امیدے خمار کی ___ آج کچھ ناخن بدل ہے آوا اس پیار کی
 دیکھیے، ہیں منصب مجنوں پہ یہ لیلیٰ صفائیں ___ خاک میں ہم کو ملا، کس کو سرفراز کریں
 کیا خط لکھیں اس کو حرکت ہاتھ سے کم ہے ___ خامد مرے اب ہاتھ میں انگشت ششم ہے
 کس نے چمن میں رنج کیا عندلیب کو ___ فنیے رہے ہیں دانتوں میں داب اپنی جیب کو
 اس لب سے کچھ نہ چوے قدح، اور قدح سے ہم ___ تو کیوں غمے سہو سے قدح اور قدح سے ہم
 پاتے ہیں میکدے میں ہٹا روز فیض سے ___ غم ہے سہو، سہو سے قدح اور قدح سے ہم

4۔ بیدار

بیدار شخص میر محمدی نام، شاہ جہان آبادی، دوستوں میں سے خواجہ میر درد شخص کے تھے۔

نراکت سے معنی کے بخوبی آشنا اور زبان و دان و دل سے ہمیشہ ہم نوا رہے ہیں۔ کہتے ہیں کہ کلام اپنا

انہوں نے اصلاح کی تقریب سے خوبہ میر درد کو دکھایا ہے اور اس ننگار بازار معافی سے فائدہ بہت سا اٹھایا ہے۔ زبان ریختہ میں صاحب دیوان ہیں۔ کچھ اشعار منتخب ان کے دیوان کے لکھے گئے یہاں ہیں:

تو نے جو مذقوں میں ادھر کو گزر کیا مانے نے آج کچھ تو ہمارے اثر کیا
غیرت نہ آوے تجھ کو شکر ہزار حیف جس دل میں تو مقیم تھا وہاں غم نے گھر کیا
ہم غافلوں کی آہ نہ لودھر نظر مٹی اُس نے ہزار اپنے تئیں جلوہ گر کیا
اس کھیل سے کہ اپنی مژدہ کو کہ باز آئے عالم کو نیزہ بازی سے زیر و زبر کیا
دیوانے کو پری سے بھرا ب کر دیا وہ چار اے آنکھوں کیا کیا مرے جی کا ضرر کیا
کدھر ہے تو کہاں ہے اجابت کہ بار بار میں نے بلند دست دعا ہر سحر کیا
بیدار ایسے رونے سے امان باز آ دامن و آستیں کو تو لوہو سے تر کیا
آنکھوں میں چھا رہا ہے اربکے نور تیرا ہر گُل میں دیکھتا ہوں رنگِ ظہور تیرا
بیدار وہ تو ہر دم سو سو کرے ہے جلوہ اُس کو جو تو نہ دیکھے ہے گا قصور تیرا
جب کہا میں نے کہ اے سروِ ریاضِ خوبی کس کا تو آفتِ جاں ہے تو کہا تجھ کو کیا
کہنے لگا دل گم گشت ہے تیرا مجھ پاس جب کہا میں نے کہاں ہے تو کہا تجھ کو کیا

☆☆

یہ کون پٹے نکلا نکلا ہر دل ہو امیدوار نکلا
بہنے کی نہیں ہے آس مجھ کو تیر اُس کا جگر کے پار نکلا
ہم خاک بھی ہو گئے پر اب تک دل سے نہ ترے غبار نکلا
جب بام پہ بے غائب ہو کر وہ صبح کو ایک بار نکلا
اُس روز مقابل اُس کے غور شد نکلا بھی تو شرمسار نکلا
بالہ ہر چند ہم نے کر دیکھا آہ اب تک نہ کچھ اثر دیکھا

آج کیا جی میں آگیا حیرے خنجم ہو جو ابر دیکھا

☆☆

ہے بیدار کی آنکھوں سے ساقی اشک سرخایے سے نگلوں کا کوچہ میں گویا حیرے سونو

☆☆

بزرہ خط ترے عارض پہ نمودار ہوا حیف اس آئینہ صاف پہ رنگار ہوا
 آج آتا ہے نظردن مرنی آنکھوں میں سیاہ رات اس زلف میں دل کس کا گرفتار ہوا
 کھینچ کر زلف کی تصویر کو خط میں بھیجوں تاکہ معلوم کرے حال پریشان مرا
 اے شانہ کھولیو کرو زلف سوچ کر دل سیکڑوں ہیں اس میں گرفتار دیکھنا
 ہم جھم ابر دیدار تر کرچہ ہو سکا لیکن غبارِ غم مرے دل سے نہ دھو سکا
 جواب کے چوڑے مجھے غم تری ہدائی کا تمام عمر نہ لوں نام آشنائی کا
 آگے ہے منجھڑاں حراں سے اُس کے شہید ہو جو کوئی اس کعبِ حنائی کا
 مرے قدم سے ہے سرسبز بوستان بنوں ہر ایک آبلہ گل ہے مہمند پانی کا

☆☆

کہو تو کس سے میں پوچھوں نشانِ خاندان دوست کہ آشنایا عطا ہے آستانِ دوست

☆☆

حالِ سن سن کے فس دیا میرا کچھ تو آیا ہے میرانی پر
 آج ساقی دیکھو کیا ہے مجھ رنگیں ادا سرخ سے کالی گنلاور بزرہے جیٹا کارنگ
 اس سے دوچار ہو گئے ہم سو جی سے غار ہو گئے ہم
 فزاک میں باندھ غلامت باندھ اب حیرے شکار ہو گئے ہم
 آئیری نگلی میں مر گئے ہم جی تھا سو غار ہو گئے ہم

☆☆

خاک عاشق ہے جو ہوتی ہے خار دامن اے میری جان تو مت جھاڑ غبار دامن
 غلٹیں خار رہ عشق سے اب اے تاجِ ___ نہ رہا ایک بھی ثابت سرا خار دامن
 ہم ترے اس دلِ نازک سے خطر کرتے ہیں ___ درد یہ نالے تو پتھر میں اثر کرتے ہیں
 وہ جہراں میں نہ پوچھو کہ میں کیا کرتا ہوں صبح تک شمع کی مانند جلا کرتا ہوں

☆☆

صورت اس کی سما گئی دل میں آہ کیا آن بھائی دل میں

☆☆

تم کو کہتے ہیں کہ عاشق کا فغاں سنتے ہیں یہ تو کہتے ہیں کہ باتیں ہیں کہاں سنتے ہیں

☆☆

اٹھ گیا ہم سے گو ٹکڑہ ہو خوش رہے وہ جہاں ہو جیدھر ہو
 اس سے بیدار بات تو معلوم دیکھنا بھی کہیں مینر ہو
 تعجب ہے کیا ناتوانی سے میری ___ کہ فضاؤں شرمندہ نیست ہو
 دل کو کرتا ہے لگا ہوں میں شکار داؤ داہے تری مچاوی کو
 دیکھ آکر مری آنکھوں کی بہار ___ کر دیا بارگ ہر اک داوی کو
 تری مجلس میں اگر ہو گذر پردان نہ پڑے شمع پہ ہرگز نظر پردان
 ہے زمانہ سے جدا روز وہ سوختگا شام کہتے ہیں جسے ہے حجر پردان
 پوسے شمع کو جلنے کے بہانے آیا دیکھو اے بزمِ نصیحاں ہنر پردان
 قید سے شمع کی ممکن نہیں چھوٹے بیدار ___ دھوا شمع سے باغدا ہے پردان
 دیکھ تجھ کا کل محفیں کی ادائیں شان دونوں ہاتھوں سستی لیتا ہے بلائیں شان
 اس کے جبر آئے ترے مرہم کا کل سے ڈم ہاتھ اٹھائیں نہ کہے تجھ کو دوائیں شان
 ایک دن گر نہ ملی تجھ سے تو آشفہ ہوئی ___ دیکھ لے کا کل محفیں کی دوائیں شان

ختم کیا اٹک وہب بھر میں روتے روتے حجر وصل کو مدت ہوئی ہوتے ہوتے
 مردم چشم سے پوچھ اے مہتاباں تھہ بن ___ کون سی شب کہ نہ گزری مجھے روتے روتے
 کیوں کر عاشق سے بھلا کوچہ جاہاں چھوٹے بلبل زار سے کیوں کر کہ گستاں چھوٹے
 کس کے آگے میں کدوں چاک گر یہاں کہہ تو جو ترے ہاتھ سے نا صبح مرا داہاں چھوٹے

☆☆

عاشق کا اگر دیدہ خونبار نہ ہو دے تو دھک چمن کوچہ دلدار نہ ہو دے
 بخش ہے جسے تھہ نگہ چشم نے مستی دوست قیامت کو بھی ہشیار نہ ہو دے
 بجا ہے شکایت ستم یار کی بیدار ___ ممکن ہے کہ معشوق دل آزار نہ ہو دے
 نہ وفا ہے نہ سہرا الفت ہے اے شکر یہ کیا قیامت ہے
 گل صد برگ دیو اس کے ہاتھ دل صد چاک کی کنایت ہے

☆☆

جس دن تم آکے ہم سے ہم آغوش ہو گئے ___ شکوے جو دل میں تھے سو فراموش ہو گئے
 کہاں ہے تو کہ میں کچھوں ہوں راہ میں تیری ___ برنگ نقش قدم انتظار آنکھوں سے
 اب تک مرے احوال سے وہاں بے خبری ہے ___ اے ہالہ جاں سوز یہ کیا بے اثری ہے
 فولاد دلاں چھوڑو زہار نہ مجھ کو چھاتی مری جوں سنگ شہروں سے بھری ہے
 کس باغ سے آتی ہے بتا مجھ کو کہ یہ آج ___ کچھ لور ہی ہو تھہ میں نسیم سحری ہے
 لب رنگیں ہیں ترے دھک عشق بخشی رعب دیتی ہے تجھے عام خدا کم خنی
 ہاں ہرے تھے جو پھولوں کے نکلاں چلب تک ___ غم ہے گلبدنوں میں تری نازک بدنی
 نثر میں جی چاہتا ہے پوسہ بازی کیجیے ___ اتنی رخصت دیجیے بندہ نوازی کیجیے
 زاہد اس راہ نہ آست ہیں بخوار کلی ابھی یہاں چھین لیے بخت و دستار کلی
 کف پا ہیں ترے صحرا کی نشانی بیدار ___ مر گیا تو بھی پھولوں میں رہے خار کلی

میر بھلس رہاں آج وہ شرابی ہے خون دل جس سے مرا بادۂ گلابی ہے
 ترے اے پری بیکر سینہ پر نہیں پستاں طاقِ تحسن پہ گویا شیشۂ حبابی ہے
 دوستو جانے دو اب ہاتھ اٹھاؤ ہم سے یہ ہے وہ زخم کہ بہ ہو نہ کسی مرہم سے
 مہرباں خیر تو ہے کس پہ یہ غصہ کیجے آج آتے ہو نظر کچھ تو مجھے مرہم سے

☆☆

جو کچھ چاہیے آپ فرمائیے پہ غیروں کی باتیں نہ سنوائیے
 ڈراتے ہو کیا قتل کرنے سے ہم کو اگر یوں ہی جی میں ہے آجائیے

روہانی

بیدار رواں ہے اشک دریا دریا تلا تو کہ ہے دیدۂ تر دریا دریا
 رونے سے ترے تمام خانہ ہے خراب خیراں ہوں میں اس میں ہے گہرا دریا

5- بسمل

بسمل تخلص، ستید جبار علی نام، موطن جبار کفری۔ چند مدت اُنھوں نے عظیم آباد میں گزر
 کیے ہیں اور تھوڑے سے دن مہاراجہ جیت سنگھ، بنارس کے دربار کی وکالت میں اوقات بسر کی ہے۔
 علی ابراہیم خاں مرحوم نے لکھا ہے کہ 1196ھ میں میرزا کدو سے بلدۂ محمد آباد بنارس میں مکرر اتفاق
 ملاقات کا ہوا ہے۔ جہان سلیم الطبع اور سخن فہم نظر بڑا، آزاد و وضع اور داور ست مزاج دکھائی دیا۔ یہ اشعار
 اس کے خلاصہ انکار ہیں:

بندۂ درد و الم میں نے جب آغا ز کیا _____ جو ترے غم کے سوا تھا کلم اعدا ز کیا
 اتنا بھی داغِ عشق سے معمور ہو گیا _____ سینہ تمام خانہ زنبور ہو گیا
 یار تیری ہی زلف میں دیکھا ایک زنجیر لاکھ دیوانہ

☆☆

کیا خیال آوے بلاؤں سے اُسے پہنیز کا ہے جو بیمار اس تری چشم بلا انگیز کا
آگ ہر ساعت برستی ہے نہ تھا چشم سے ہے تماشا استخوانوں میں مری مگر یز کا

☆☆

جب غمزہ چشم یار دیکھا سو تیر جگر کے پار دیکھا
یاد آگئی سُجھ خاک اپنی اُڑتے جو کہیں غبار دیکھا

☆☆

دل حس و خاشاک کی صورت اٹکتا ہی رہا گو سدا دامن کو اپنے وہ بھپکتا ہی رہا
بخت و جرمیں یار کی گم کردہ ماہوں کی طرح میں بھی ایہ ہر کبھی او دھر بھٹکتا ہی رہا
خط ترا نام خدا خط ہے ادا و ناز کا دیکھے انجام کیا ہوتا ہے اس آغاز کا
کیا اس کو بتا دیں ہم جو ہم نے کیا ہوگا کیا کیا نہ کیا ہوگا جب دل کو دیا ہوگا
دل میں برنگ موجِ حمارے وصال کا بڑھ بڑھ کے اشتیاق کئی بار گھٹ گیا
ہر دم مجھے نیاز اُسے ناز ہی رہا انجام کار عشق کا آغاز ہی رہا
صناد فائدہ ہے رہائی سے کیا مجھے اُڑنے سے جب مرا پیر پرواز ہی رہا
سدا اٹکتا ہی کرتا ہے پیکل کر آتشِ غم سے سرخک آنکھوں سے میری دامنِ بام کی صحت
خدا ہرگز نہ دکھلاوے کسی کو غیر بھل کے تمہارے خیر مزاجوں طوں آشام کی صحت
حیر نگاہ بیکہ لگی چھوٹ چھوٹ کر چھاتی مشکہ دار ہوئی پھوٹ پھوٹ کر
یہ داغ عشقِ مشن نے نے نواز کے لکھے ہے بند بند سے لب بھوٹ بھوٹ کر
پہلو میں رکھوں میں دل ناشاد کہاں تک اے درد کروں نالہ و فریاد کہاں تک
ور آج نفس کا ہے کھلا کیجیے پرواز اے ہم قفساں خاطر صناد کہاں تک
زمانے سے نرالے ہیں جگر انگار کہتا ہوں کہ لوگ اہو جسے کہتے ہیں تیر کہتا ہوں

جز یاد حق نہ ہوترے دل میں کبھو گرہ دے سجدہ وار منہ پہ اگر اپنے تو گرہ
ہر دم مسود قبضہ ششیر کی طرح رہتی ہے ابروؤں میں ترے تھوڑے گرہ
دل کی طلب ہے اور تمنا ہے جان کی ____ کیا مہربانیاں ہیں مرے مہربان کی
درد و الم سے منزلت دل ہے بس بلند یعنی کمیں سے ہے کی بزرگی مکان کی

☆☆

لے خانہ اس غلام ارشاد کیجیے گو کام کا نہ ہو دے تو آزاد کیجیے
کوئے تباہ تک تو رسائی محال ہے ____ جب تک یہ معجب خاک نہ بردار کیجیے
پیارے یہ وضع چشم مردت سے دور ہے ____ دل لے کے اس طرح بھی نہ آنکھیں چرائیے
رو بہ تیرے ہی مگر خالم نہ یہ دل کیجیے پھر اس آئینہ کو جاکس کے مقابل کیجیے
اُلتا ہے وہ غبار ہمارے مزار سے نظر لیا کرے ہے جونت کو ہمارے
آوارگی سے باز رکھوں آہ کس طرح ____ دل تو گزر چکا ہے مرے اختیار سے
گر یہ انہو اس قدر اعضا مرے مارے ہوئے ____ ہر آن سو جوش سے آنسو کے نثارے ہوئے
چش آئی ہمارے وہ جو کچھ کہتے چش آئی ____ اب یہ در دولت ہے اور اپنی یہ پیشانی
مشق کی بازی میں بسل دل جلے دیکار ہے ____ کس لیے تو اس قدر بیضا ہے جی ہارے ہوئے
حیرتی ہی یاد ذکر ہی حیرا ہر آن ہے گویا کہ اس لیے مرے منہ میں زبان ہے
عہد و پیمان تباہ بلکہ پہ سالوی ہے ایک امید تو سو ہامبہ مایوسی ہے
طراغ تنے ہی دیئے عشق نے تیرے کہ تمام سو پہ موتن پہ مرے جلوۂ طاؤسی ہے
آئیے جلد کہ یہ بسل بھروح ہنوز ہر لب دلم سے مشتاق قدم ہوسی ہے

رباعی

دکھ درد کو کب تک حکایت کیجے دوراں کی کہاں تک شکایت کیجے
اس کشور دل پہ فوج غم کا ہے ہجوم یا شا و نجف میری حمایت کیجے

بات التاء

1۔ تانا شاہ

نام نامی اور اسم گرامی اس بادشاہ عشرت دوست کا ابو الحسن تانا شاہ ہے۔ سلاطین نادر اور خوافین عالی مقدار و کمن سے تھا۔ اگرچہ شیرائش و نشاط کا اور آواز و مسرت و انبساط کا اس عیش جسم کے باہر سے ماضی تک مشہور ہے لیکن کچھ توڑ اس احوال اس سریر آراءے بارگاہ عیش و کامرانی کا یہاں لکھنا ضرور ہے۔ جس ایام میں کہ عالم گیر غلام مکان نے عادل شاہی اور نظام شاہیوں کو زیر و زبر کیا اور صوبہ دکن کو بعد بہت سی خرابی کے لیا تو ابو الحسن تانا شاہ بھی نظر بندی میں آئے اور فلک نیم رنگ ہانے بد لے اس عیش و عشرت کے اور ہی رنگ دکھائے۔ ”سامان عیش سب پر ہم ہوا اور مجمع اور باب نشاط معلقہ ماتم ہوا۔ غلام مکان نے جس قدر رنگی ان کے اوقات میں چاہی انھوں نے قبول کیا لیکن نختہ کے مقدمہ میں بہت ساجت کے ساتھ اتنی بات کہلا بھیجی کہ اس کا شوق مجھے نہایت ہے جو رعایت کہ اس کے سامان میں ہوگی وہ عین رعایت ہے۔“ از بسکہ یہ بادشاہ عشرت دوست آٹھ پہر نختہ عیش میں بخود رہتا تھا، نختہ ایک دم ننھ سے نہیں چھٹتا تھا اور یہ بھی معمول تھا کہ بعد ہر چلم کے ایک شیشہ سے گلاب کے نختہ تازہ ہر دے، پھر ایک شیشہ میں بید مشک کے نختہ برادر نیچے کو بھگو دے، شغل میں عیش و نشاط کے از بسکہ دن کو کم سوتے تھے، سیکڑوں شیشہ گلاب خاص اور عرق بید مشک کے دن رات میں خرچ ہوتے تھے۔ یہ سب احوال مفضل غلام مکان کو معلوم تھا۔ علاوہ اس کے بادشاہ نے اس عجز سے کہلا بھیجا۔ بارہ سولہ شیشہ گلاب اور آٹھ شیشہ بید مشک کے حکم فرمائے۔ سبحان اللہ! یا تو نختہ آٹھ پہر ننھ سے نہیں چھٹتا تھا اور ان کے درجہ محفل کے

ریشک سے دھواں حسد کا نڈھ سر آسمان میں گھٹکتا تھا باجج سے لٹکے ہاتھ باز کی آنٹھ چلیں دن رات میں یہ پتے تھے اور گھونٹ گھونٹ کر عجیب بچ دتاب کے ساتھ جیتے تھے۔ اس میں بعد کئی دن کے حضرت خلد مکان نے فرمایا کہ سولہ شیشہ نگاہ اور بید تنک کے ہر روز نڈھ کے مصرف میں آنے اسراف ہے اور اسورات شرقی میں پاس خاطر بیجا بیجا اور تکلف رکی معاف ہے۔ آٹھ شیشہ ہر روز یہاں سے جایا کریں۔ ایک شیشے سے بعد ہر چلم کے نڈھ تازہ کر کے آٹھ چلیں دن رات میں جنس۔ جب حضور سے ہر روز آٹھ شیشہ آنے لگے تو یہ دن رات میں لاچار چار چلوں سے دل بہلانے لگے۔ یہ ماجرا سن کر خلد مکان نے ضد کے مارے چار شیشوں کی اور تحفیف کی۔ انھوں نے اپنے نڈھ بردار کو دو چلوں کی پروا لگی دی۔ بعد کئی دن کے جب دو شیشے اور کم ہوئے تو ایک چلم دن رات میں یہ پیا کرتے تھے۔ جس دن ان دونوں شیشوں کا بھی آنا سوتوف ہوا اس دن انھوں نے عرض کیا۔ جہاں پناہ کی دولت سے اتنا کچھ بعد خرچ کے جمع کیا ہے کہ اس چلیں روز اسی خرچ کے ساتھ سالہائے سال پلا سکتا ہے، امید ہے کہ بھیدی خانے کے خرچ کا غلام کو حکم ہووے کہ نہال تک حلال کار میں میں سرخروئی کے ہووے۔ ارشاد فرمایا کہ حضرت اعلیٰ کما سورۃ شرقی کا یہ شدت دھیان ہے، اگر چہ مسجد کا کھودا، الخزانہ اس کے نیچے لگاؤ سن کر نہایت آسان ہے تو جو ہمارے مصرف بیجا کا ٹھیل ہوتا ہے ابھی ایک دم میں جمع ہو چکی سر پر ہاتھ دھر کے دوتا ہے۔ عرض اس دن سے پھر نڈھ نہ پیا جب تک کہ ان کی نظر بندی میں رہے اور اس سراسے قافی سے عالم باقی کو تشریف لے گئے۔ سبحان اللہ! چشم حقیقت میں سے اگر کوئی دیکھے تو دنیا جائے حسرت ہے بلکہ خانہ زحمت۔

کدھر ہیں خسرو جم لطف کی قبا کدھر کہاں سکندر و دارا کہاں ہے کیا کدوس
جوست چلا ہیں دیکھیں وہ چشم حیرت سے کچھ ان کے ساتھ گیا غیر حسرت و انوس
اگر چہ تلک گھیری اور کشور ستانی کے معاملہ کو سمجھنا شاہان عالی تبار پر قسم ہوا ہے، گدای
کوش نشین کو دل ان اسورات میں کیا ہے لیکن بعضے و افشہ کہتے ہیں کہ خلد مکان نے استیصال

بادشاہانِ دکن کا جو اس منت سے کیا اور مکہ مسجد¹ کو کھدوا کے وہ کچھ منقل اپنی گردن پر لیا، خدا جانے اس حرکت کا کیا مفاد ہے۔ تحصیل حاصل سے بھی اس میں کچھ کیفیت زیادہ ہے۔ کس واسطے کریش اور شیردکن کے بھی خراج و باج اس طرف سے چلا آتا تھا اور بادشاہانِ ہندوستان کا شہنشاہ کہا تا تھا۔ آمل اس مشقت کا انجو بہ نظر آیا کس اس حسنِ ترود نے شاہنشاہ کو بادشاہ کر دکھایا:

واقف رموز ملک سے ہیں شاہ و شہریار ہے تو گدائے گوشہ نشین لطف کچھ نہ بول²
غرض شاہ عالی جاہ اور کس تانا شاہ کی طرف لوگ اس مطلع کو منسوب کرتے ہیں اور باعتبار محاورہ دکن کے اور بندشِ قدیم کے کہ اس مطلع میں ہے، امیر اہیم خاں مرحوم بھی گفتگو پر لوگوں کی کوشِ دل کو دھرتے ہیں۔ مطلع یہ ہے:

کس در کبں، ہاں کبں، کچھ دل پہ بھل بھرت ہے اک بات کے ہوں گے جن، یہاں تیغی بادہ باٹ ہے

2- تاہاں

تاہاں مخمس، امیر عداہی نام شاہِ جہان آبادی۔ نہایت عزیز و خوبصورت اور صاحبِ جمال تھا، ایسا کہ دلی سے شہر میں بے مثال تھا۔ ہندو مسلمان ہر گلی کوچہ میں ایک نگاہ پر اس کی لاکھ جان سے دینِ دل نذر کرتے تھے اور پرے کے پرے عاشقانِ جانناز کے یاد میں اس لبِ جاس بخش مسیحا دم کے مرتے تھے۔ تکلف یہ ہے کہ اس رعنائی اور دلِ زہائی پر خود بدلت بھی دل کو کھو بیٹھے تھے اور ہستے ہستے بے اختیار صبر اور اختیار کو رو بیٹھے تھے۔ اس بے وردی اور شیریں ادائی پر مانند فرہاد کے چاشنیِ درد سے آگاہ، اس سرد مہری اور لیلیٰ صفتی پر مانند مجنون کے ہمیشہ سرگرم نالہ و آہ تھے، یعنی ایک سلیمان نام لڑکے کو چاہتے تھے اور اُس کے در و محبت سے باوجود وصل کے آٹھ پہر

1۔ مکہ مسجدِ آباد میں اب تک موجود ہے۔ اس کا کھدوا ناخلاف واقع ہے۔

2 معصی نے حافظہ کے اس شعر کا ترجمہ کیا ہے۔

مکسراہتے تھے۔ وہی سلیمان کہ بافضل شاہ سلیمان کر کے معروف تھا اور ادا کرنے میں دلاور و رسم و رویشی کے پے شدت معروف، اس مور ضعیف نے عالم گیری اُس کا 1201ء تھے کہ بلند، لکھنؤ میں دیکھا۔ اگرچہ ریش سفید اور قد خیدہ رکھتا تھا لیکن اُس کے انداز سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ اس نے کسی وقت میں بڑے بڑے گردن کش، سوئی کے ناکے سے نکالے ہوں گے۔

غرض میر عبدالحی تاباں تخلص، میرزا جان جاناں مظہر سے اور میرزا رفیع سودا سے ہمیشہ صحبت رکھتے تھے بلکہ میرزا رفیع سودا بنابر اک نظر توجہ کے، کہ اُن کے حال پر تھی، اکثر اشعار کو ان کے اصلاح کرتے تھے۔ عین شباب کے عالم اور جوین کے عروج میں، کہ نہان فرماں فرمائے محمد شاہ فردس آرام گاہ تھا، اس ماہ تاباں عین نے جلد زندگی کو ماند کتان کے چاک کیا ہے۔ یہ منتخب ان کے دیوان کا ہے:

سر سبز خط سے دوتا ہوا حسن یار کا آخر خواں نے کچھ نہ اُکھاڑا بہار کا
اکڑ جو اس زمین کو ہوتا ہے زلزلہ شاید گڑا ہے جسم کسی بے قرار کا
کس کس طرح سے دل میں گزرتی ہیں صرصریں ہے وصل سے زیادہ مزا انتظار کا
اتھک کو بچھا راکھ میں، میں دیکھ کے سمجھا تاباں تو جہ خاک بھی جلتا ہی رہے گا
کوئی دوسرا مجھ سا تاباں نہ ہوگا کہہ دل دے تجھے پھر پشیمان نہ ہوگا
جنا سے اپنی پشیمان نہ ہو، ہوا سو ہوا تری بکاسے، مرے گی پے جو ہوا سو ہوا
نہ پائی خاک بھی تاباں کی ہم نے پھر عالم وہ ایک دم ہی ترے رو برو ہوا سو ہوا
چتاہوں کی عشق کے کرتا ہے کیا علاج تاباں بھی جو دل ہے تو آرام ہو چکا

☆☆

آشنا ہو چکا ہوں میں سب کا جس کو دیکھا سو اپنے مطلب کا
ہیں بہت جامہ زیب، پر ہم نے کوئی دیکھا نہیں چپ اُص کا
یاں چمک بھی نہ ہم نکیں چمکا ایسا جامد تو جائے پکا

دیا ہے جی میں اپنا کچھ کراچ جس کے چادر کی ___ اسی کالے کے سامن کچھ جیو یاد کن میرا
 لیا تھا دوستی سے جن نے دل ہائے وہ اب دشمن ہوا ہے میرے جی کا
 مجھے ترسا کے اس کافر نے مارا ___ نتیجہ کیا بھی تھا عاشقی کا
 ہوؤں پہ تیرے غلام منسی کی یہ جڑی ہے ___ یا ان کے تئیں کسی نے مل کیا ہے بیلا
 اکیلا صنم باغ میں کل گیا تھا اسے دیکھ کانٹوں پہ ٹھل لوٹا تھا
 لیا چاہ سے کھینچ یوسف کو اپنے ترا عشق تاباں قیامت رسا تھا
 فغاں نے مرا منہ پھر آکر کھلایا¹ ___ ابھی روتے روتے ہی چپکا رہا تھا
 مری لوح تربت پہ یاد محمدانا نہ اس سنگ دل سے کوئی جی لگا
 ترے غم سے نبیاں ہے یاں تک تو مجھ کو ___ ادھر بات کہنا ادھر بھول جا
 گل میں اپنی روتا دیکھ مجھ کو وہ لگا نہیں ___ کہ ”کچھ حاصل نہیں ہونے کا سدا مرود بیضا“
 مہا میرا پیغام اُن تک تو لے جا کہ تجھ بن رہیں ہم، کہاں یہ کیجیا
 کسی بات کا میں نہ شکوہ کروں گا ترے جی میں آدے سو مجھ کو کہے جا

☆☆

ایسے کے تئیں کوئی سر پر بھی چڑھاتا ہے؟ ___ کھینچے ہے تری دلیں، کیا شوخ ہے یہ شانہ
 تمہارے جگر میں رہتا ہے غم ہم کو میاں صاحب ___ خدا جانے نہیں گے یا میری گے ہم میاں صاحب
 مرا بس ہو تو ہرگز خط نہ آنے دوں ترے لیکن ___ کھلا قسمت کا کوئی بھی مٹا سکتا ہے کیا قدرت
 غیر کے ہاتھ میں اُس شوخ کا دامن ہے آج ___ میں ہوں اور ہاتھ ہے اور میرا گریبان ہے آج
 لے میری خبر، چشم مرے یار کی کیوں کر ___ بیمار حیات کرے بیمار کی کیوں کر
 کہتے ہیں اثر ہے گا گریہ میں ہیں یہ باتیں ___ اک دن بھی نہ یار آیا روتے ہی کنیں راتیں
 سن فصل گل خوشی ہو گلشن میں آئیاں ہیں ___ کیا بلبلوں نے دیکھو دھو میں چائیاں ہیں

پیار ہے زمیں سے اُٹھتی نہیں عصا ہن زمیں کو تم نے شاید آنکھیں دکھائیاں ہیں
 قسمت میں کیا ہے دیکھیں بیٹے رہیں کہ مر جائیں قاتل سے اب تو ہم نے آنکھیں لڑائیاں ہیں
 آشنا تو مجھ سے ایسا ہے کہ جیسا چاہیے پر جو کچھ دل چاہتا ہے ہائے وہ ہوتا نہیں
 شب کو بھرے وہ رشک ماہِ خانہ بخانہ کو بکو دن کو پھروں میں داد خواہ خانہ بخانہ کو بہ کو
 گئے نالہ ترے بر باد جوں بانگِ جرس چپ رہ اڑ دیکھا تری فریاد میں دل ہم نے بس چپ رہ
 سلیں کیا ہوا کہ تو نظر آتا نہیں مجھ کو مری آنکھوں کی پتلی میں تری تصویر پھرتی ہے
 تان کے شہر تانہ ساں میں کب کوئی داد کو پہنچے مگر یہاں اپنے بندوں کی خدا فریاد کو پہنچے
 تو بھلی بات سے بھی میری فغا ہوتا ہے کیا بھلا چاہتا ایسا ہی بُرا ہوتا ہے
 تیری ابرو سے سرا دل نہ چھلے گا ہرگز کوششِ ناخن سے کہوں کوئی جدا ہوتا ہے
 ترے پاس عاشق کی عزت کہاں ہے تجھے بے مروت مروت کہاں ہے
 میں شکوہ کروں جو خالم سے لیکن مجھے آہِ دالہ سے فرمت کہاں ہے
 بیاں کیا کروں ناتوانی میں اپنی مجھے بات کہنے کی طاقت کہاں ہے
 جو اس کی کمر میں نے دیکھی ہے تاپاں رگ گل میں ایسی نزاکت کہاں ہے
 جو کرتا ہوں فریاد میں اُس کے آگے تو کہتا ہے تاپاں تو حاتا نہیں ہے
 ابھی پست ہو جا گا^۱ لاتوں کے مارے ترا شور کچھ مجھ کو بھاتا نہیں ہے

رباعی

ہوتا ہوں ترا جو اشتیاقی ساقی بیخود ہو پکارتا ہوں ساقی ساقی
 ہے مجھ کو خمارِ شبِ کالا، صبح ہوئی شیشے میں جو کچھ کہے ہو باقی ساقی
 محسوس

بیاں میں کیا کروں دیوانگی کا اپنی افسانہ نہ میرا گھر میں جی لگتا نہیں بھاتا ہے دیوانہ

خوش آتا ہے مجھے گلیں میں سب کو نکال کھانا ارے تاج مہمٹ ہے یہ تراجہ دورہ سمجھنا

پہی زور ہو خدا جس کا سو ہو کیوں کر نہ دھجنا

مہمٹ مت بک نہیں میں مانا کہنا ترانا صبح مری آؤ دفن کرنے سے بھلا تجھ کو کیا تاج

میں اپنے جی ہی سے بیزار ہیں مت تو تاج صبح بھلا چاہے تو اپنی آبرو کو لے کے جاتا صبح

مجھے ہے طرح آتا ہے تری باتوں پہ جھنجھانا

تو کیوں یہ دورہ بکنا ہے نصیحت کے خن اکثر سنوں کیوں کر تری باتیں کہ مرا حال ہے لہتر

ہوں آرام سے بے پارے تاج بھلا کیوں کر کہ میری زندگی اور موت ہے مقوف اس جا پہ

اگر آوے تو جی چاہا وگر چاہے تو مرجانا

کبھی راتوں کے تیش کرتا ہوں گھر میں جاں ودفن کبھی بھرتا ہوں صحرا چ میں دشت سے ہو مریاں

کبھو ہوتا ہے تالیاں ساتھ میرے محشر ظلال مرے تیش اس طرح سے دیکھ کر سب خود مر گیاں

کوئی کہتا ہے سونہی کوئی کہتا ہے دیانا

باب الجحیم

1- جہاندار

جہاندار تخلص، میرزا جواں بخت جہاندار شاہ نام، خود شید آ۔ مان بلند اختر ی اور سر فرادی کا

ولی مہد شاہ عالم بادشاہ غازی کا، رونق دینے والا بارگاہ جہاندار ی اور جہانپانی کو، زحمت بخشنے والا

مسیر ملک گیری اور کشور ستانی کو، ہر خط جھپٹ جہاں افروز کا اُس کے واسطے روشن کرنے عالم کے،

مانند خطوط شعاعی آفتاب کے، دور کرنے والا تاریکی ملاکت کا تھا اور دوست دریا نوال اُس کا

افراط جو دو کرم سے مانعہ بیضا کے روشن کرنے والا خوش ناموسی امارت اور لالیلت کا۔ بخشش نے اُس کی، دشمنی آسمان کے دل سے فلک زدوں کی نکالی اور صحت نے اُس کی گرہ بدعاطی کی پیشانی سے بدبختوں کی کھول ڈالی۔ جس ایام میں کہ ناموافقت سے امراء دولت کی۔ نشان کیوں شان اس فلک جناب کے دارالمخلافہ دہلی سے بچ حرکت کے آتے، تو 1198ھ تھے، کہ خود بدولت و اقبال لکھنؤ میں تشریف لائے۔ نواب آصف الدولہ مرحوم نے جو مراتب آداب و خدمت گزاری کے تھے، سب ادا کیے، خواہی میں بیٹھنے کے سوائے گھڑیوں ہاتھ باندھے سامنے کھڑے رہے۔ باوصف اس باز پردہ کی کے کہ کبھی پیادہ چار قدم کا ہے کو چلے تھے۔ پانچوں بتیار باندھے ہوئے ایک لالچی اور گھوری کی بخشش پر دس دس مرتبہ حجرہ گاہ پر سے جا کر آداب بجالاتے تھے۔ غرض اس شہزادہ عالی تبار کی طبیعت شعر کی طرف اس قدر راہی تھی، کہ سینے میں دوسرے نامشاعرے کی اپنے دولت خانہ میں ضمیرائی تھی۔ شعرا سے ہوا کا رو اپنے چہ بدار بھیج کر مشاعرے کے دن بلواتے اور ہر ایک شخص سے نہایت الطاف اور عنایت کے ساتھ گرم جوئی فرماتے۔ چنانچہ راقم حقیر کو جب یاد فرمایا تو اس سچے ان نے یہ غز کہہ بگولایا کہ ”کتر میں نے مشاعرے کا جانندے سے موقوف کیا ہے، از بسک ان سمجھتوں میں مناظرہ ہی کو یار ان عالی حوصلہ نے رواج دیا ہے، مگر ارشاد ہو تو سوائے مشاعرے کے ایک دن بندگی میں حاضر ہوں اور اس حتم باکاشتی بے مغز کو موافق ارشاد کے زمین عرض میں بودں۔“ پذیرا نہ ہوا، پھر چہ بدار آیا اور یہ ارشاد فرمایا کہ ”تیرا حاضر ہونا مشاعرے میں نہایت ضرور ہے، مناظرے کا مطلق ہمارے پاس نہیں دستور ہے۔“ غرض ایسا سے نواب آصف الدولہ مرحوم کے حاضر ہوا اور شرف سعادت ملازمت کا حاصل کیا۔ مگر غرض ایں دن از راہ تفصیلات کے چڑھا نہیں اور ہر شعر پر کیا کہوں کہ کیا کیا عنایتیں فرمائیں۔ پھر اپنی طبع زاو سے بہت کچھ ارشاد فرمایا اور سامعین کو سور و عنایت و ادا فرمایا۔ 1201ھ میں جلد۴ مدارس کے اندر اس سریر آراے بارگاہ شوکت و جلال نے تخت نشینی ملک فنا کی چھوڑ کر اور تک آرائی کشور بھا کی اختیار کی۔ یہ اشعار منتخب اس سلطان عالی تبار کے ہیں:

نہ پوچھو دہر میں کیا کر چلے ہم اس ہی آرزو میں مر چلے ہم
 رہے اک شب جو اس نام کدے میں بساں شیخ رو رو کر چلے ہم
 اکیلے تھے ہم اب اک فوج ٹم ہے ترے در سے مع لشکر چلے ہم
 نہ تھے جوں گل بھی اور بق دل جنج کہ اس گلشن میں کراہ کر چلے ہم
 رہے در پر بتاں کے تم جہاندار خدا حافظ تمھارا، گھر چلے ہم

☆☆

جدا ہو تجھ سے صنم سخت بیقرار ہوں میں یہ دیکھ آئینہ ساں چشم انتقار ہوں میں
 بسا ہے میرا سراپا جو طر فتنہ سے یہ کس کی رنگیں فشان سے دو چار ہوں میں
 نہ جوڑ سے فلک چلے کر سے گھبرا کر مثال ابر بہاری کے انگھار ہوں میں
 نظر پڑا ہے وہ آویزا ٹھہر جب سے صدف سے چشم کی تپ سے ٹھنڈا ہوں میں
 ہے آفتاب کا سر پہ مرے جو پر تو مہر بساں ماہ جہاندار آشکار ہوں میں
 ہیں بسکہ جزوقتی مرے طاؤس دار داغ رکھتا ہے ایک ایک مجب ہی بہار داغ
 رعنائی تیری دیکھ کے اے سرو بارغ کسن جوں لالہ دل پہ کھاتے ہیں سب گلخوار داغ
 آتش پہ میرے دل کی جہاندار جوں سپند چاہوں جو ٹھہرے، کر نہیں سکتا قرار داغ

2- جرأت

جرأت تخلص، یعنی امان قلندر بخش نام، بیٹا حافظ امان کا۔ شاعر شیریں کلام ہے۔ ظاہر الفظ "امان" کا ان کے بزرگوں کے نام پر بطور خطاب کے زمان اکبری سے چلا آتا ہے اور جرأت مذکور رشید شاگردوں میں میرزا جعفر علی حسرت تخلص کے گنا جاتا ہے۔ علم موسیقی میں مشغلہ۔ بھلا چنگا رکھتا ہے اور ستار کے بجانے میں نہایت دست رس رکھتا ہے۔ نجوم میں بھی اس شخص کو دخل تمام ہے،

ایسا کہ ایک عالم لکھو کا اس کا منظر احکام ہے۔ تمام عمر عزیز کی بیکاری میں بسر ہوئی ہے اور ہے روزگاری میں کئی ہے۔ ابتدا میں نواب محبت خاں محبت تخلص امانت اخراجات ضروری کی کرتے تھے، ہائفل کہ 1215ھ میں، صاحب عالم و عالیان میرزا سلیمان شکوہ کی سرکار سے کچھ امداد ہوتی ہے۔ اگرچہ امداد چٹم سے یہ عزیز معذور ہے، پر ملاقاتوں کو دوستوں کی پھرنا دور دور ہے کو کہ آنکھوں سے کچھ نہیں سوجھتا ہے، لیکن مضمون رنگیں سوجھتا ہے، زبان ریختہ میں صاحب دیوان عظیم الشان۔ یہ اس کا منتخب دیوان ہے۔

بچن اس دل کو نہ اک آن ترے دن آیا ___ دن گیا رات ہوئی، رات گئی دن آیا
 دن بدن تحلیل تو جرأت ہوا جاتا ہے کیوں؟ ___ ادا یہ بیٹھے بٹھائے تجھ کو کس کا غم دکا
 دل کو اے عشق سوے دلف یہ غام نہ بھیج ___ رہزوں میں تو مسافر کو سر شام نہ بھیج
 روشن ہے اس طرح دل و دیراں کا داغ، ایک ___ اُڑے عمر میں جیسے جلتے ہے چراغ ایک
 میرے ہونے سے تو کچھ گرمی بازاں نہیں ہوں میں دوشے کہ کوئی جس کا خریدار نہیں
 دل تو آگ ہے پے حیرت سے میں کیونکر دوں ابر تصویر کو گریہ سے سرد کار نہیں
 درد کیا جالیے کیا کیا یہ جاں کرتا پار دہن زخم کو گویا لب گفتار نہیں
 حیرے پیار سا پیار نہ ہوگا کوئی ___ جس کو ظاہر میں جو دیکھو تو کچھ آزاد نہیں
 جس کے غم میں آہ ہم آرام سے واقف نہیں کیا غضب ہے وہ ہمارے نام سے واقف نہیں
 رو کے میں پوچھا کہ مقصد جانتے ہو تم مرا ___ نس کے بولا میں کسی کے کام سے واقف نہیں
 کیا قتل وہ عالم تو نے جنش سے اک ابروی اگر یہ ٹھوٹ ہو تو تیغ پر ہم ہاتھ دھرتے¹ ہیں
 برنگِ ظاہر تصویر ہیں ہم باغِ حیرت میں ___ کب اپنے آئیناں سے مہنِ گلشن میں اُترتے ہیں
 نالہ و آہ و فغاں بھی مراد ہم بھرتے ہیں ___ آپ کا جان کے سب مجھ پہ کرم کرتے ہیں
 اے ستم ایجاد کب تک یہ ستم دیکھا کریں تو کسے غیروں سے باتیں اور ہم دیکھا کریں

کچھ تو نکلے آرزو دشنام دے تلوور کھینچ چشمِ حسرت سے کہاں تک دم پہم دیکھا کریں
 کہتے ہیں آپس میں ہمسایہ مری فریاد سے مصلحت یہ ہے کہاں کے پاس سے گھر چھوڑ دو
 کیا کیا میں نے تمنا جو اپنے لوگوں سے یہ تم کہتے ہو جا کر اُسے ہستی کے باہر چھوڑ دو

☆☆

آنے کی خبر ہے اُس کے پس آتا نہیں اعتبار دل کو
 اُس کے آنے میں اب جو در ہے کچھ یہ بھی قسمت کا ہیرا پھیر ہے گویا
 جب نہ تب خوں سرا ہی چھا ہے غمِ بہت اس کا مجھ پہ شیر ہے کچھ
 تھا یہ جرأت ہی اُس کے کوچہ نہیں وہ چراگ خاک کا سا ڈیر ہے کچھ

☆☆

جاتے ہیں اُس کے در سے پہ جانا محال ہے جس جا قدم پڑے ہے اٹھانا محال ہے
 رونے میں اور آتشِ الفت بھڑک اٹھی اب اس گلی کا دل سے ٹھٹھانا محال ہے
 کیا قدر ہے کہ بزم میں اُس شوق کی مجھے سب کہتے ہیں کہ تجھ کو بٹھانا محال ہے
 جا بیٹھتے تھے در پہ جو اُس کے وہ دن گئے اُدھر کو اب تو آنکھ اٹھانا محال ہے
 کس کی سنوں بات میں اے صریاں دھیان تو رہتا ہے تمہارا مجھے
 غم بہت دنیا میں ہے پر عشق کا غم اور ہے ہے اسی عالم میں لیکن اُس کا عالم اور ہے
 مگر کسی ڈھب سے کوئی مجھ کو ہٹا دیتا ہے غمِ فرقت وہیں کچھ یاد دلاتا دیتا ہے
 شب کو تک خواب جو آتا ہے تو تک اُس کا خیال آنکھ کٹے نہیں پاتی کہ جگا دیتا ہے
 لختِ دل کی مرے یہ آنکھ دھان میں ہے بہار برگِ گل جو کوئی دریا میں بہا دیتا ہے
 مگر سے وہ ہلے پہل میں بھی وہیں ہیں موجود نہیں معلوم مجھے کون بتا دیتا ہے
 سخت تجھ بن قلق اس دل کا ستا رہا ہے مجھے کہ بٹھاتا ہے یہ اور گاہ اٹھاتا ہے مجھے

☆☆

دل بھڑکے ہنگ صفحہ دو چل دیکھا دے ___ سر گرم ہے آتش اسے قرآن¹ دکھا دے
 رہنے کی جا جہاں میں ہم خوب پائے گئے ___ جوں درد اہل درد کے دل میں سامنے
 ہم گلشن جہاں میں جوں آتشیں ابار ___ اک دم کی زندگی کا تماشا دکھا گئے

☆☆

جوش گل چاک قفس سے وسیم دیکھا کیے ___ سب نے یاس لٹھیں بہاریں اور ہم دیکھا کیے
 شب بزم یار میں ہم بیٹھے تو تھے پر اُس کی ___ جنتوں سے تھا یہ ظاہر یہ شخص یہاں سے نکلے
 عزیز و صل میں بھی ہم جو درد کرنے سوتے تھے ___ سوانہ ریشہ تھا روزِ ہجر کا اُس دن کو رو دتے تھے
 کچھ ہم تو نہ سمجھے کہ شب وصل کدھر تھی ___ تک زلف سے جو زرخ پہ نظر کی تو سر تھی
 ترے بن ہتر امداد پر کچھ یاد میں کر کے ___ چڑا دتا ہوں پہروں پارِ منہ پر آتشیں دھر کے

3۔ جوش

جوشِ قلم، شیخ محمد روشن نام، وطن ان کا عظیم آباو ہے، خوش لیاقتی ان کی جو کچھ کہے اُس
 سے زیادہ ہے۔ طبیعت ان کی قلم ریزت میں نہایت رسا ہے اور معنی پرکاش سے یہ شدت آشنا ہے۔
 چاشنی درد کی کلام سے ان کے ظاہر اور ظلمِ عرض سے یہ غزلی ماہر ہیں۔ شیوہ اختیار انھوں نے
 میر درد کا کیا ہے اور اس طور کہ بہت غزلی کے ساتھ ادا کیا ہے۔ علی ابراہیم خاں مرحوم نے گلزارِ
 ابراہیم میں لکھا ہے کہ ”جس ایام میں یہ تذکرہ لکھتا ہوں تو شیخِ مذکور نے اشعار اپنے مجھ کو بتا کر
 بھجوائے، نہ کہ نام اُس کا اس تذکرہ میں لکھا جائے۔ نہایت پسند آیا مجھ کو اسلوب ان کے بیان کا،
 چنانچہ اس طرح لکھا گیا انتخاب ان کے دیوان کا:

کس طرح سے اوصاف ہو خلاق جہاں کا قدرت نہ قلم کی ہے نہ مقدور زباں کا

1۔ جب مگر میں آگ لگتی ہے تو قرآن دکھاتے ہیں کہ اس کی برکت سے ٹھہ جائے۔

عاشق کو ہے کب جلوہ معشوق کی طاقت
 اس نگہبیں ہستی سے نکل رہا عدم لے
 نیرنگ نظر آدے ہے کچھ رنگ یہاں کا
 ملتا ہے پتا نام ہی سے اس کے نشان کا
 اس دل کو دکھاتا ہوں میں بازار محبت
 خطرہ نہیں جوش مجھے کچھ سود و زیاں کا
 ہم چشم کیوں کیوں میں اسے شعلہ زار کا
 عالم ہے کچھ جدا ہی دل و اندام کا
 سرکار ہے خودی کا یہ عمار کار ہے
 کیا اختیار ہے دل بے اختیار کا
 پیتا ہے مگر تو بادۂ عشرت سمجھ دے
 جوش بڑا ہے درد سر اس کے خمار کا
 بزم میں یک شب بھی نہ پایا نہ دل گلگیر کا
 فائدہ اسے طبع افک و آہ ہے تاثیر کا
 وسیم آلودہ رہنا خون سے عشاق کے
 جو ہر ذاتی ہے یہ جو ہر تری شمشیر کا
 دیکھ کر رنگ صنم تیری جفاکاری کا
 کوکبن ہو تو نہ دم مارے وفا داری کا
 چشم بڑا آب ہے لب شگدہ داغ آشفہ
 زور عالم ہے غرض دل کی گرفتاری کا
 مسکراتا ہے مجھے دیکھ رقیبوں کے حضور
 یاد ہے اس کو عجب طود دل آزادی کا
 جی میر میں گزرا کی، تن کچھ قفس میں
 یہ صید گرفتار ادھر کا نہ ادھر کا
 مگر کوئی کاٹ بھی لے سر تیرے دیوانے کا
 پر یہ سودا تو کبھو سر سے نہیں جانے کا
 کیوں نہ مضطرب ہوں اسے دیکھ کے دیکھو تو کسی
 شمع کے سامنے کیا حال ہے پردانے کا
 ہاتھ اٹھاتا ہی نہیں یار جو غلطی جانے سے
 دل تری زلف میں اُلجھا ہے مگر شانے کا
 سر اس کی تنگی سے جب تک جدا نہ ہووے گا
 کسی طرح سے حق اس کا ادا نہ ہووے گا
 کل ان نے بینہ کے غیروں میں کی نگ مجھ پر
 یہ تیر کس کے جگر میں لگا نہ ہووے گا
 دل و جگر پہ ہی آفت نہیں فقط جوش
 جو ہے یہی ترا رونا تو کیا نہ ہووے گا

☆☆

غیروں پر تو ستم کرے گا ہم پر جو کبھی کرے گا

ہم سا ہی وہ ہوگا سادگی میں ہار جو تری قسم کرے گا
 جوشش ست رو دل و جگر کو ___ کس کا کس کا تو غم کرے گا
 دیکھ کر حسن گلخداؤں کا خاکہ دیوان ہوا ہزاروں کا
 دیکھیں گے اس کی چشم پُر فن کو ہوش اڑ جائے ہوشیادوں کا
 اس کی آنکھوں کو دیکھیں اے جوشش ___ منہ تو دیکھو شراب خواہوں کا
 ہو چشم حباب دار دیکھا ہستی کو نہ پامند دیکھا
 جوں شیوہ ساعت اس جہاں میں وہ دل کو نہ بے غبار دیکھا
 ہم مر ہی گئے پہ تو نہ آیا ___ بس ہم نے ترا قرار دیکھا
 اس ادا کا تری ہوں دیوانا دیکھا مجھ کو اور چھپ جانا
 آج ہے جاں بلب ترا جوشش ___ جی میں آوے ترے تو آجانا
 یاں مدھی اپنا کسے اے یار نہ دیکھا ہے کوئی جسے تیرا طلب گار نہ دیکھا
 سقوں کو چکایا مرے ہالے نے عدم کے پر طالع خوابیدہ کو بیدار نہ دیکھا
 کل بزم میں سب پر نگہ لطف و کرم تھی اک میری طرف تو نے سترکار نہ دیکھا
 جز چشم بتاں میکدہ دہر میں جوشش ___ ہم نے تو کسی مست کو ہشیار نہ دیکھا
 کہتا ہے ایک عالم انصاف کہ ہمارا سنتا نہیں کسی کی بیداگر ہمارا
 اوروں کی عیب جوئی اپنا ہنر نہیں ہے اپنی ہی عیب جوئی ہے یہ ہنر ہمارا
 سرکش اس جہاں میں جوں گد ہار ہیں ہم ___ تھک کر جہاں کہہ گئے وہی ہے گھر ہمارا
 اپنا تو کچھ گناہ نہ آیا ظہور میں ___ کیا بات ہوگئی کہ وہ ہزار ہو گیا
 جہاں میں بادۂ عشرت بیا بیا نہ بیا سلوک بخت نے ہم سے کیا کیا نہ کیا
 نگاہ لطف سے دیکھا یہی نفیست ہے ___ سلام اُن نے ہمارا لیا لیا نہ لیا
 جب عشق میرا شہرہ آفاق ہو گیا اک عالم اُس کے حسن کا مشتاق ہو گیا

کس سے ہوئی ہے دوستی ایسی کہ ان دنوں آتا ہمارا دل پہ ترے شائق ہو گیا

☆☆

ہواریک رواں کی طرح جس جا کہ گزرا اپنا بجز آواز کے کوئی نہ تھا وہاں ہم سفر اپنا
 لگا دی دل میں آگ اے آہ سوزاں کیا کیا تو نے جلا دیتا ہے اپنے ہاتھ سے بھی کوئی گھر اپنا
 شب فرقت ہے چٹائی دل ہے درد پہلو میں _____ نظر آتا نہیں ہم کو تو چہتا تا سحر اپنا
 تعلقات جہاں سے خبر نہیں رکھتا ہزار شکر کہ میں درد سر نہیں رکھتا
 تھا ہوں جان سے دل کھول کر میں دردنا ہوں تری گلی میں کسی کا میں ڈر نہیں رکھتا

☆☆

تجھ سے ظالم کو اپنا یار کیا ہم نے کیا جبر اختیار کیا

☆☆

انھ اے طیب جا مجھے آرام ہو چکا مرنا ہوں کوئی دم کو مرا کام ہو چکا
 اب بھی کہیں آنسو کے گہرے سے زلف کو معمور تو فکار سے یہ دام ہو چکا
 لینا تھا اس کو دل سولیا اُن نے نامہ بر _____ اب میرے اُس کے نامہ د پیغام ہو چکا
 تھا یہ عشق میں نہ دل ناتواں جلا مانند نعل شمع ہر اک استخوان جلا
 نہ دل رہا نہ چشم رہی نہ جگر رہا _____ اے اشک تیرے ہاتھ سے کیا کیا رکھاں جلا
 وہ کیا ہوا زمانہ رونے میں جو اثر تھا _____ یہ چشم خوں نشاں تھی یہ دل بھی جگر تھا
 غش آ گیا وہ سامنے میرے جہاں ہوا مجھ کو دصال یا سیر کہاں ہوا
 بے طاقت اس قدر یہ دل ناتواں ہوا حرف تو اس بھی اُس کی زباں پر گراں ہوا
 نر پکڑا ہے کھینچے ہوئے قلع کھٹکاں _____ جلا د میری جان کا یہ آسمان ہوا
 ہزار پیار کرے گا ہزار چاہے گا _____ مری طرح نہ کوئی تجھ کو یار چاہے گا
 کوئی اس غم کد میں اپنے محبوبی نہیں کرتا _____ دیا ہے ایک کو دل وہ بھی دل داری نہیں کرتا

جو ترے سامنے آئے ہیں سو کم ٹھہرے ہیں یہ ہمارا ہی کیجا ہے کہ ہم ٹھہرے ہیں

☆☆

ایک عالم کی جاں خراش ہے یہ آہ ہے یا قلم تراش ہے یہ

روئے ۲ ہو ہز کشت اُمید اب ترود ہے یہ تلاش ہے یہ

دیدہ ترکو دوست رکھ جوشش ___ بہت تھکے گلاب پاش ہے یہ

اپنی وہ بے ثبات ہستی ہے کہ سدا نیستی کو ہستی ہے

نام نہلتے ہو جس کا دیرانہ ___ وہی سوداغیوں کی ہستی ہے

جی میں جس وقت کہ مضمون کم آتا ہے بسکہ نازک ہے مجھے باندھتے ڈراتا ہے

چشم تر آہ بہ لب خستہ جگر ہوں جوشش ___ بے طرح حال مرا مجھ کو نظر آتا ہے

شبہم کی طرح سامنے اُس آفتاب کے ہونے کو تو ہوئے تھے دیکھ نہ ہو سکے

رباعی

کچھ کام نہیں ہمیں دفا سے تو ہاتھ نہ کھینچ جفا سے

کل سب سے گلے گلے ملے تم ___ تھے ہم بھی تو صورت آشنا سے

چشم سے غافل نہ ہوا چاہیے اس کے مقابل نہ ہوا چاہیے

دل کا ضرر جان کا نقصان ہے ___ اب کہیں مائل نہ ہوا چاہیے

فرہاد یہ بے فائدہ خارا ٹھنی ہے ___ گھر بھیجے کس دل میں یہی کوہ گنی ہے

نہ کوئی دوست ہے نہ کوئی مرادشمن ہے ایک بیدل ہے فرض دوست ہے یا دشمن ہے

قطعہ

ایک دن کا ماجرا ہے میں اٹھا تھا سیر کو دیکھتا کیا ہوں یہ جھگڑا بر سر بازار ہے

برہمن کہتا ہے بت خانے میں ہے ذات خدا شیخ کہتا ہے غلط کہہ ہی میں وہ یار ہے

اس میں جوشش ہل اٹھانے ہو شیخ و برہمن ___ جانے وہ اپنی طرف دیکھو یہ کیا تکرار ہے

مکن نہیں کہ دیکھے روئے نکلتی جب تک برنگ فہر گریاں نہ پھاڑے

☆☆

جاہ و حشم کی خواہش دولت کی آرزو ہے دو دن کی زندگانی حس پر یہ جتنو ہے
صورت پرست ہوں میں مانند آئینہ کے جو کہ ہے میرے دل میں سو میرے دہرا ہے
کہتا ہوں درد دل تو وہ کہتا ہے کیا مجھے چپ رہے بس زیادہ نہ باتیں بنائے
لاکھوں ہی کیے قتل گنہگار مجھی سے رہتی ہے نوری اک تری تلواری مجھی سے
کوئی سوائے شانہ دہاں چھوٹا نہیں دیکھو تو کوئے زلف میں کیا بندوبست ہے
کشور عشق میں رسوا سر بازار ہوئے اُس کے ہاتھ آپ کے جس کے خریدار ہوئے
میں نہ آسکوں اور صبا جا کے رہی ہے کوچہ میں ترے یاد جب باد بکری ہے
جی چاہے تو ملیے جو نہ چاہے نہ ملیے دل میں تو ہمارے نہ بکری ہے نہ وہی ہے
جو شش تو یہاں تک ہوا رسوائے غلاب جو دیکھے ہے کہتا ہے یہ دیوانہ دی ہے
دل میں بھری ہے تلک لہر انگوں میں آب ہے مانند شمع حال ہمارا خراب ہے
دیکھا ہے جب سے زلف کو شانے کے ہاتھ میں جو شش ہمارے دل کو جب بچ دتا ہے
اے عشق مجھے خوار کیا کیا کیا تو نے رسوا سر بازار کیا کیا کیا تو نے

☆☆

جس طرح دل کا داغ جلتا ہے اُس طرح کب چراغ جلتا ہے

☆☆

اُس زرخ صاف کے آگے جو بھی آتا ہے آئینہ اپنا ہی منہ دیکھنے لگ جاتا ہے
ہوے مہر احسن کثیف لاوے جس کا پی جا ہے مدد ہاں نہیں رکھتے ہیں آوے جس کا پی جا ہے
کہ میں فہم نے ہانے کے ہانے ہانہ لے چمن میں کھل جو مگی زلف مشک بو تیری

☆☆

مرنا تو بہتر ہے جو مر جائے جی سے کسی کے نہ اتر جائے
سوئے حرم یا طرف بت کدہ الغرض اسے شیخ ہدھر جائے
نت مئے عذو ہیں نہ آنے کے ہم دیوانے ہیں اس بہانے کے

☆☆

قلم سے میرے آئینہ کے ہیں پاک تخت شر سے کیا آگ برستی ہے مرے دید کا تر سے
آشنا جب سے ہوئے اس منت ہر چائی سے درد بدو خاک بسر پھرتے ہیں سودائی سے

رباعی

گر جان دے کوئی پر نہ اس کے ہوں گے قبی عشق سے لیس کے اس کا جس کے ہوں گے
جوشش نہ کہ ان بتوں سے ہرگز امید یہ کس کے ہوئے ہیں لود کس کے ہوں گے

باب الحاء

1- حاتم

حاتم تخلص، شاہ جہان آبادی، مشہور ریختہ گو یوں میں سے دلی کے تھا۔ ہم عصر شاہ
نجم الدین احمد داور میرزا رفیع سودا کا، شاعر خوش بیان تھا، صاحب دور دیوان تھا، ایک دیوان میں
نہایت خرچ ابہام کیا ہے اور دوسرا بطور متاخرین کے سراپا ابہام کیا ہے۔ جامع ہے طور متاخرین اور
طرز ابہام کا:

گلشن اس گل بن سری نظروں میں دیریں ہو گیا جہاز جہاز اور بوٹا بوٹا دشمنی جاں ہو گیا
ایک نے پائی نہ اب تک نعل کی رفتار حیف درد میرا تھکے مطلق طسپاں ہو گیا

انک خوں آلودہ میرے اس قدر چاہی ہیں آج جا بجا لعلوں سے ہندوستان بد نشاں ہو گیا
 شور دریا تک ملاحظت کا تری پہنچا ہے شور ہے تک آگے ترے لب کے تک داں ہو گیا
 فیض صحبت کا تری حاتم میاں ہے ہند میں _____ طفل کتب تھا سو عالم سچ تاہاں ہو گیا
 جن نے یاد کر نامہ لکھا اور ہم رہے غافل _____ بجا ہے معذرت لکھا ہمیں کاغذ خطائی پر
 بھر میں زندگی سے مرگ بھی _____ کہ کہیں سب جہاں وصال ہوا
 مثال بحر موسیٰ مارتا ہے _____ لیا ہے میں نے اس جگ سے کنارہ
 بالے پن سے مجھے سوا ہے ترے گیسو کا بال باندھا میاں بندہ ہوں ترے گیسو کا

☆☆

مجھے درکار نہیں تنگ و جبر و منہل ہوں دیوانہ میں پری زود کے چوٹے لوکا
 زور¹ چڑا² ہے سرے دل کا کید تر حاتم _____ سر³ کرتا ہے جب اڑتا ہے اسی کے کوکا
 ہر اک فن ہوا ہے ہمارا مثال قد _____ شیریں لبوں کے جب بتی ہو سے لیے ہیں ہم
 ترے زخماں و قد نے دھوم ڈالا ہے گلستاں میں _____ ادھر بلبل بسکتی ہے ادھر قمری بلیکتی ہے
 ”پادب تھ سے کیوں کر ہونے ہم چشمی کے دھڑے سے کہ زکس کی چمن میں دیکھ کر گمان دہلیکتی ہے
 پری ہم جان کر اس کو چھپائے شیشہ غلی میں _____ یہ تو بھی دستر و ز پرء مینا سے نکلتی ہے
 جب سے تمھاری آنکھیں عالم کو بھانپاں ہیں تب سے جہاں میں تم نے دھو میں بچائیاں ہیں
 زلفوں کا بل بتاتا آنکھیں پُرا کے چٹا کیا کج ادائیاں ہیں کیا کم نگاہیاں ہیں
 حاتم کے بن اشارے سچ کہہ یہ چشم وادہ _____ کس سے لڑائیاں ہیں کس پر چڑھائیاں ہیں
 تمھارے غروب کے شوق میں گلشن کی سب کلیاں چمن میں سن خبر آنے کی استقبال کو چلیاں
 گلن میں تھوٹکر کے جب مجلس میں غم گزرا شمع دودھ کے ساری رات سر تا پا کھڑی چلیاں

2- حزن

حزین تخلص، میر باقر نام، متوطن شاہ جہاں آباد۔ شاگردوں میں میرزا جان جاناں مظہر کے تھے، دہلی سے جب جدائی انھوں نے لاچار کی، تو عظیم آباد میں بودہ باش اختیار کی۔ رہتی تھے نواب پافرہنگ سعید احمد خاں صولت جنگ کے، زندگی بسر کی ہے انھوں نے ساتھ رعایت نام و ننگ کے۔ بہت فہمیدہ اور آشنائے درست، دوستیوں میں نہایت چالاک و چست۔ زبان ریختہ میں صاحب دیوان ہیں، غلام اشعار ان کے دیوان کے لکھے گئے یہاں ہیں:

”غم نے آباد کیا خانہ دیراں میرا ابر مڑگاں سے ہوا سبز بیاباں میرا

☆☆

یہ کہہ کے باغ سے رخصت ہوئی بلبل کی باقست! _____ کھسکا تھا یوں کہ فصل گل میں چھوڑیں آشیں اپنا
مگھارا ہو گیا دل پر ہمارے جور یار آخر _____ ہمیں رنج و الم سے ہو گئے صحبت برادر آخر
غم نے لیا ہے گھر مجھے یاں تلک کہ اب _____ دیتا ہے ساتھ دینے سے مجھ کو جواب دل
فصل گل آخر ہوئی، کیا دیکھ ہوں گے شاہ ہم _____ کچھ کراے میاں اب ہوں گے نہیں آزاد ہم
رحم آتا ہے مجھے اس محنت خاک اپنی پہائے! _____ خورویوں کی ہوا میں ہو چکے بر باد ہم
اس بے وفا کے ہاتھ سے کچھ مجھ کو بخش نہیں _____ پاؤں تلک بھی ہائے مجھے دست رس نہیں
دیراں ہوا خزاں سے چمن یاں تلک، کہ اب _____ چاہیں کہ جل مریں، تو کہیں خار و خس نہیں

☆☆

کچھ کہا شاید اُن نے قاصد سے دل پہ میرے وہ اضطراب نہیں

☆☆

آوے نہ کیونکہ رشک مجھے بگ پان سے _____ لیتا ہے کیا حزمہ وہ جن کے لبان سے
نہ وصل میں اُسے راحت، نہ جبر میں آرام کسی طرح سے حزنِ دل کے تئیں قرار نہیں

☆☆

تو نہ ڈر، نک اٹھا غلاب کے تئیں ___ میں سمجھا لوں گا اضطراب کے تئیں
 کیونکہ خاطر خواہ دل کے درد کی تقریر ہو ___ کب یہ معنی لفظ میں آتے ہیں، کیا تحریر ہو
 کچھ گئی جہر میں، کچھ دمل میں گر پڑی گزری ___ کیا مری عمر کی اوقات پریشاں گزری
 خوب اس کے درد و غم نے کیا بنا تو اس مجھے ___ یاں تک کہ موبھی اتن پہ ہوئے ہیں گریں مجھے
 کیوں کر گردن جفا کی شکایت میں اس سنی ___ لگتا ہے وہ دقا میں کبھو احتماں مجھے
 دقا میری اگر جو وہ جفا تجھ کو نہ سکھلاتی تو کیا آرام سے یہ زندگانی ہائے کٹ جلتی

☆☆

حزین میں مدد ملی کا کس طرح ظاہر کر دیں اس سے مجھے کہتا ہے "حیرتی بات مجھ کو خوش نہیں آتی"

☆☆

مجھے کہتا ہے "حیرت دل کہاں ہے" قیامت شوق امیر ابد گماں ہے

3۔ حسرت

حسرت تخلص، میرزا جعفر علی نام، متوطن شاہ جہان آباد کے، بیٹا میرزا ابو الخیر کا تھا۔
 صاحب تصانیف و دیوان ہے اور سر حلقہٴ موزدگان خوش بیان ہے۔ اکثر نو مشق لکھنؤ کے مع جرات دم
 شاگردی کا مارتے ہیں اور یا استاد کہہ کے پکارتے ہیں۔ نخاس کے اندر دکان عطاردی کی یہ عزیز
 رکھتا تھا اور اوقات اسی جہ حلال سے بسر کرتا تھا۔ 1210ھ میں تختہ بند کر کے دکان و جوہر کو سیر بازار
 عدم کی ہے، خدا بخشے اس عاقبت محمود کو:

اتنا سودا یہ دل زار ہوا، کچھ نہ ہوا - کچھ بھی یہ عشق سے جزار ہوا، کچھ نہ ہوا

کھٹکے عشق جتنا تانہ میں اُس کو مسرت مہری صورت سے دوا ہزار ہوا، کچھ نہ ہوا

☆☆

بجائے تھ کو مرے عشق سے ملنے حذر آیا ___ کرا کہنے میں شکل اپنی جو دیکھی مجھ کو ڈار آیا
 رقیبوں کے حوالے کر کے خدا کو نامہ بر آیا عزیز دیکھا کہوں قاصد تو میرا کام کر آیا!
 نہیں غنوں پہ چشم ماس باہن کے صف نے اُن کو ___ یہ لذت دی کہ پانی منہ میں ہر غنچہ کے بھر آیا
 اسی جہان میں رکھتے ہیں ہم جہان جدا ___ حباب وار ہے اپنا بھی آسمان خدا
 تری فرقت میں ہے شام و صبح مجھ کو جب مشکل جو شب کاٹی تو دن مشکل، جو دن کا تو شب مشکل
 کرم سے کھول جو عقدے پڑے ہیں کام میں میرے ___ ترے آگے ہیں جہاں میرے آگے ہیں سب مشکل
 ہوئے ہم نہت کے بندے، برہمن سے راہ کرتے ہیں حرم کے بندے، دلوں سے عشق لٹھ کرتے ہیں
 بٹے جن شمع اب نو یک ہے خاموش¹ ہو جاویں ___ یہ افسانہ سنا کر قصہ ہم کو تار کرتے ہیں
 قصور نے ترے عالم یہاں تک تفرقہ ڈالا ___ کہ ملنا ہو گیا دشوار اب مڑگاں سے مڑگاں کو
 پرگ آبلہ اے دوائے یہ کیا دوا گانی ہے کہ جس کے پاؤں پڑتے ہیں اُسی کو سر گرانی ہے

☆☆

کس کا ہے جگر جس پہ یہ پیدا کر دے لو دل² قصص ہم دیتے ہیں کیا پاد کر دے
 تاراج کیا مبر و دل و جاں پھر اب آگے کیا خاک بچی ہے جسے برباد کر دے

☆☆

ترے بن کس طرح پیدا مری لقاات گزرے گی ابھی سے دل کو چٹائی ہے، کہیں کمرات گزرے گی

☆☆

کیا راہ میں غیروں سے ملاقات لگائی جو صبح سے یاں آنے تلک رات لگائی
 اُٹا جو زمانہ ہے تو اس صید نے دل کے صیاد کے ملنے کے لیے گمات لگائی

1۔ اصل سود میں اسی طرح الاکھا ہے۔ 2۔ یہ معرہ جرأت کی طرف بھی منسوب ہے۔

☆☆

اس دلف میں جا دقات پائی ___ اس دل نے عجب ہی رات پائی
 ہمارے کام پہ ہر چند آسمان بھرے تجھے قسم ہےا جوتو اس طرف کو آن بھرے
 جلا تھا لنگرِ فم چڑھ کے گھر پہ بجنوں کے مجھے جودیکھا تو وہ ہیں اور نشان بھرے
 رباعی

دل درد بجاں سے آہ کیوں کر نہ کرے پر آہ تو جب کرے جو اس سے نہ ڈرے
 وہ شکل ہے جیسی دشمنوں میں گھائل دم لیوے تو سر کئے نہ دم لے تو مرے

4- حیراں

حیراں تخلص، میر خید رعلی نام، ساکن شاہ جہان آباد کے۔ شاگردائے سرپ سنگھ دیوانہ
 تخلص استاد¹ کے۔ علم شعر سے تو بخوبی آگاہ نہیں ہیں لیکن اشعار ان کے سب کے سب دلچسپ
 اور شیریں ہیں۔ بندش شعر کی ان کے استادانہ ہے، استاد جانتا ان کو ایک زمانہ ہے۔ نواب
 امیر الدولہ حیدر بیگ خاں مرحوم کی امارت میں اگرچہ نوکر وزیرالہما لک نواب آصف الدولہ مخفور
 کے تھے، لیکن رائے میکلنل سے کہ مالک واصلہاتی کا تھا تو سئل رکھتے تھے۔ بعد رائے مذکور کے
 مرنے کے ایک آدھ برس تو کھڑا کی طرف سے اذیت اٹھائی، پھر تو ایک مرتبہ نواب آصف الدولہ
 مرحوم سے کچھ ایسی موافقت آئی کہ پچاس کے سو روپے اضافہ کیا اور سوسوار کا رسالہ۔ بالفعل کہ
 1215ء میں، مع رسالہ کھڑا لکھنؤ میں لیتے ہیں اور داد بخش کی دیتے ہیں۔ یہ اشعار اس ستودہ
 اطوار کے ہیں:

1۔ اس شعر میں تالی کی پابندی سے غلط تصدیق پیدا ہو گئی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ سرپ سنگھ جن کا تخلص دیوانہ ہے اور
 جو استاد ہیں، حیراں ان کے شاگرد ہیں۔

گر یہی وضع ہے اور ہیں یہی سیہات نصیب! تو ہمیں ہو چکی بس اس سے ملاقات نصیب!
ہم لب گور ہوئے خوں پہ بگر اس غم سے کرنی اس غمچہ دہن سے نہ ہوئی بات نصیب!
صبح ہر روز اسی غم میں ہمیں ہوتی ہے شام آ جاگیں گے مرے کن ہی اب رات نصیب!
کچھ ہمیں شکوہ نہیں جوڑے تیرے ہرگز ہم ہمیشہ سے ہیں اے جان کچھ اوقات نصیب!
مہجوں میں پھرے نت سو بھراتے حیراں۔۔۔ شام جی پر نہ ہوئی تم کو کرامات نصیب!
ہوا نہ ہم کو کبھی سیر باغ و کشت نصیب کریں گے زیت کا کیا یاد ہم سے زشت نصیب!
دل ستم زدہ کا آج پوچھتے ہو حال غم فراق سے کب کا ہوا بہشت نصیب!
اپنے جانے کا وہاں دن کو ہے نہ رات کو ادب دیکھیے کیسے بے آن پڑی بات کذب نصیب!
درد دل غیر کے ہونے سے نہ کہنے پایا کل سینر ہوئی حیران کو ملاقات کذب نصیب!

☆☆

ڈکھ اُس سے کون کہے، تاب انتہاں کہاں کسے ہے ہوش بجا، دل کدھر، حواس کہاں!
ہوا ہے اب تو نئے دوستوں سے ربا دلے۔۔۔ تمہیں اب آنے کی فرصت ہمارے پاس کہاں
کیجا بھٹن گیا، کب تک کر دے ہائے بیداری انھوں میں ہی جہاں سے آیا کر یا نکل جائے بیداری

☆☆

کل کہاں میں نے "میرے گھر بیٹے" اس میں کچھ کم نہ ہوگی محبوبی!
نن کے تیوری بدل لگا کہنے "رزم و راو ادب تو سب ڈوبی
مجھ کو کہتا ہے میرے گھر بیٹے دیکھو اختلاط کی خوبی"

5۔ حسرت

حسرت چٹھس، بیت تلی خاں لقب، ساکن عظیم آباد کے۔ شاگرد میرزا جان جاناں مصر کے تھے۔ چند روز انھوں نے رفاقت نواب شوکت جنگ کی، مگر خلف نواب صولت جنگ ناظم

پر گنہ کے تھے، کی ہے اور کچھ دنوں ان کی خدمت عرض و معروض کی نواب سراج الدولہ ظم پنکالہ کے حضور میں رہی ہے۔ 1195ھ کے اندر نواب مبارک الدولہ میر مبارک علی خاں بہادر صوبہ بنک کی رفاقت میں نہایت غربت اور پریشانی کے ساتھ اودھ کا تہ بسر کرتے تھے۔ 1210ھ میں اس سرانے کافی سے سفر کر گئے۔ بڑے ہی لطیف گو اور حاضر جواب تھے، بذلہ کوئی اور علم مجلس میں انتخاب تھے۔ قریب دو ہزار بیت کے دیوان اس عالی درواں کا ہے۔ یہ انتخاب ان کے دیوان کا ہے:

رات کا بچ ہوا یہ خواب مرا مل گیا صبح آفتاب مرا
تیرے کوچہ سے باز نہیں آتا¹ _____ یہ دل خانہ خراب مرا
نہ جانوں کرے کیا حنا کا لگانا _____ نہ پانی کرتا ہے یہ پان کھانا
عجب طرح کا شفق حسرت نے ٹھکانا _____ کبھی اُس کے کوچہ نہ آتا نہ جانا

☆☆

بکسہ دکھ دیتا ہے میرے دل کو وہ بدخو مرا کل نہیں پاتا ہے مارے درد کے پہلو مرا

☆☆

دل ہوا غم میں آب کی سی طرح پر جلتے ہم شراب کی سی طرح
ہاتھ میں جام لے ملا مجھ سے _____ صبح کو آفتاب کی سی طرح
چھپاؤں غلبہ نگہوں کس طرح ہے اے _____ گریباں ہو رہا ہے جا بجا سرخ

☆☆

اٹک پر اٹک چلا متصل آوے باہر _____ یہاں تک دوئے آنکھوں سے دل آوے باہر
بھڑ مرنے کے ہماری خاک کو برباد کر _____ دے بگولے کو کر لے مجنوں کا گھر آباد کر
ترے جمال جہاں گیر سے بتے کیوں کر میں ایک حیرا دیوانہ²، ترا ہزار میں دل

1۔ اس فقرہ کو غلام کے لہجہ کے موافق مردان بد پڑھنا چاہیے ورنہ سمرخ ناموزون ہوگا۔ 2۔ یوزن دوکت۔

زلف و زربخ یار دیکھتا ہوں کیا لیل و نہار دیکھتا ہوں
 پھر یار سے ان دونوں میں بارے صحبت کو برآر دیکھتا ہوں
 آپ ہی اپنے یار تھے، جانا نہیں غیر میں بھولے تھے، پہچانا نہیں
 ہم نہ ہوں، تو ہو تو سب چ چا کریں "مٹ جے محفل میں، ہر دانہ نہیں"
 کہہ بھی ہم مجھے، نہ گیا ان جتوں کا عشق اس درد کی خدا کے بھی گھر میں دوا نہیں

☆☆

مر مجھے انتظار کے ہاتھوں کیا کہیں! اپنے یار کے ہاتھوں
 بحرِ میحوی کرے تو انھیں سو کہاں روزگار کے ہاتھوں

رباعی

فرہاد سے ہمسری کرے کون سرکس کا پھرا ہے یوں سرے کون
 چل نکشکشی جہاں سے حسرت ہوتا رہے نت درے پرے کون

☆☆

سدا بارش ہی میں رہتی ہیں میری چشم تر سداون تو ایک دو دن برس کر ہم سے آسکتا ہے بر سداون
 اڑلو سے اڑلو نے اشدو شپ ہوا سے سب ڈر کو بہار آئی، تو کیدھر دیکھتا ہے، پھونک دے گھر کو
 مجھے افراطِ رشتہ میں بجا نہیں بات کر آئی کہ کر سکتا نہیں ڈوبا ہوا تقریرِ پانی میں
 سنا ہے آج بیکانہ میں جام سے پہ مستوں نے لٹایا دین و دنیا دونوں بہت اس کو کہتے ہیں
 ہم دوانوں کے نہیں عشق میں گھر جلتے ہیں اس محبت میں پرندوں کے بھی نہ جلتے ہیں
 دیکھ اس لب کو ترے، آگ ہیں لعل دیا قوت حیرے ان دانتوں کی جھلکی سے گھر جلتے ہیں
 ان پتلیوں کی میں جرأت پہ نوا جاتا ہوں بے کیلجے ہیں یہ کینت، قہر جلتے ہیں
 تو جہل گرمیاں کرتا ہے گا مجھ سے ہر دم دیکھنے والوں کے حسرت سے جگر جلتے ہیں

نہ جی لگاؤ اُس سے جو دروند نہ ہو _____ کسی کا دل کسی خالم کے پاس بند نہ ہو
 گول بروں کے بارے لُخ پر نقاب ہو _____ پوشیدہ ہو سکے ہے جو کوئی آفتاب ہو
 لبِ بام آکے یہ حیرا کھڑے رہتا تو آفت ہے _____ سوائیزے پہ گویا آفتاب آیا، قیامت ہے
 داغِ دل پھیر تازگی پہ ہوئے _____ اب شکوہ بہار کرتا ہے
 تراغِ دوسرے مجز کے مقابل ہے _____ ادھر بہار، ادھر ایک ہیئتِ دل ہے
 پلا شراب، ہوائے شراب آتی ہے _____ گنا بھی اپنا ہنسکڑا کھڑی دکھاتی ہے
 لے اُزا کام اپنا پروانہ _____ ہائے ہم بالِ دہر نہ رکھتے تھے
 جیسے بھٹکے پھرا کیے حسرت _____ یار کے دل میں گھر نہ رکھتے تھے

نفس ہی میں ہمیں رہنے دے عیناد _____ کہاں اب اُڑ سکیں جب بالِ دہر کے¹
 تھے کچھ بھی ہے حسرت فکرِ دل کی _____ کہاں کھویا اُسے تو ہائے گھر کے!
 ناصح عیثِ ستامت، ہیں جتنا کسو کے _____ بکھول بھی گیا ہلے ہے پھیرے کیا کسو کے
 یہ گل ہزار اپنے جاسے میں بھول بیٹھے _____ ویسے کھلے نہ دیکھے بندِ قبا کسو کے
 جدائی کی ہوا دہکا گئی اب آگِ سنے کی _____ گلے اُڑنے بھوکے آہ کے، کیا طرح سنے کی

رباعیات

ناشاد کا میرے حال جیسے نہ گیا _____ جی تک میں دیا، مالِ جی سے نہ گیا
 یہ لوحِ حزار پر ہماری لکھتا _____ "ہم گئے، پہ ترا خیالِ جی سے نہ گیا"
 زاہد جو نہیں ہے میرے دل سے آگاہ _____ کہتا ہے کہ "کافر ہے تو اے روئے سیاہ"
 ہوں جس کی پرستش میں کہوں کیا یارو _____ آتا ہے وہ بت، دیکھو اللہ! اللہ!
 کب شہر کو چھوڑے، جو سیانا ہوگا _____ صبرا دیکھے گا، جو دوانا ہوگا
 ہم دونوں میں سیر کر کے دیکھا حسرت _____ رہتا تو وہاں، جہاں کہ جانا ہوگا

مکانہ میں کیا پھرے ہے منگی منگی زار و اعظ سے دور، بھگی بھگی
قاضی سے دارے نہ محاسب سے ہرگز یہ دختر رز ہے، جس سے انگی انگی

6- حسن

حسن نکھس، طویلہ حسن نام، متوطن شاہ جہان آباد کے، بیٹے خواجہ ابراہیم بن غیاث الدین
بن محمد شریف بن ابراہیم کے ہیں جو کہ مشہور خواجہ کہار کر کے تھے۔ چشتی اور ساکن پہاڑ متبع ہیں۔
بڑے ہی لطیف گو اور بذلہ رنج ہیں۔ علم موسیقی ہندی سے بخوبی ماہر اور استعداد اس علم کی ان کی
تصانیف سے ظاہر۔ علم نجوم میں بھی دخل بھلا پنکارکتے ہیں اور فقر و درویشی میں تو آدھا لکھو معتقد
اپنا رکھتے ہیں۔ علوم متداولہ سے بھی خوب آگاہ ہیں، خصوصاً علم تصوف کے بادشاہ ہیں۔ قوسل
امورات دنیا میں ان کو نواب سر فرراز الدولہ میرزا حسن رضا خان سے ہے اور یوں ملاقات تو ایک
جہان سے ہے، بخش نام ایک رٹڑی اور باب ننگاٹ سے ہے، اُس پر مرتے ہیں اور اکثر نام اُس کا
مقطع میں غزل کے داخل کرتے ہیں۔ زبان ریخت میں صاحب دیوان ہیں۔ کچھ اشعار منتخب ان
کے لکھے گئے یہاں ہیں:

حال دل اپنا میں ہر ایک سے کہوا دیکھا	وہاں کسی ڈھب سے پھوٹے نہ پذیرا دیکھا
”وقت نظارہ نہ دوز“ کہتے تھے اے چشم تھے	شدت گریہ سے، لے خاک نہ سو بھرا، دیکھا
گودرتے ہو مجھے کیا تھر کی آنکھوں سے تم	ایک عالم نے آپ کو گھورا دیکھا
دیکھنے سے مرے کاہے کو غضب ہوتے ہو	کیا غضب ہو گیا گر میں نے بھی دیکھا دیکھا

☆☆

تب اس حیلہ کر کو نہ کچھ کام ہوگا کہ جب میرا یہاں کام انجام ہوگا
یہی شورش عشق ہے تو الٹی! اس آغاز کا کیوں کہ انجام ہوگا

رہی بے قراری اسیروں کی نہیں تو مینا! نکلے ترا دام ہوگا
 موعے ہم تو، پر بے قراری ہی ہے خدا جانے کب دل کو آرام ہوگا
 اگر نزع سے جان بخشی حسن کو تو اس میں تمھارا بڑا نام ہوگا

☆☆

نہ بند خانے میں آئے گا، فقیر تم کو دعا کرے گا کسی کے دل کو جو خوش کرے خدا تمھارا ہلا کرے گا

☆☆

عالم اس حور کی جو جلوہ گری کا دیکھا پھر یہ جلوہ نہ کسی حور و پری کا دیکھا
 بچنے وہاں کچھ جب تیں پیغام ہمارا یہاں جب تیں آخر ہی ہوا کام ہمارا
 دل دلاصول سے کرے ہے آواز داری بستر خانہ ماتم میں ہونے سے سے زاری بستر
 ہلا میں دوانہ سکی، پر یہ نامح مرے ساتھ بکتا ہے، عاقل کو دیکھو
 یہاں تھک کے بیٹھے ہو کیا راہ میں تم چلو راہ رو، اپنی منزل کو دیکھو

☆☆

نک جلا دے ہمیں گویا ہوتا اے لب یار سیما ہوتا
 میں تو عجب طرح سے حیرا ہوں میاں پر جو تو بھی کہیں میرا ہوتا
 مانوں جب وعدہ فردا اے یار جب ترے وعدے کو فردا ہوتا
 اے مرے اشک سرخاں پر قطرہ کیا ہووے ہے دریا ہوتا
 تو جو ڈھونڈھے ہے حسن ظلوت کو عین ظلوت میں اکیلا ہوتا
 سرگریباں میں جھکا دل میں بیٹھ موند لے آنکھ کو تہا ہوتا
 چلنے سے کب اٹک ہاتا ہے دریا ہے کہ جوش مارتا ہے
 آکر بلا سے قل ہی کر جائے مجھے صحت اسی بہانہ سے دکھائیے مجھے
 غم نے ایذا جو اے صنم بخشی یہ بھی سرکار کی کرم بخشی

☆☆

حقیقت کہیں کیا ہم اس انجمن کی نہ تھی وہاں خبر اپنے ہی حق بدن کی
 اگر جاں کنی میں وہ جاں بخش آدے ___ تو ہو نزع سے جان بخشی حسن کی
 یہ تو نے مجھ سے بلا شب گیر کچھ نہ کی یہاں دل جلا یا اور وہاں تاثیر کچھ نہ کی
 کیوں تم خفا ہو، کب میں کسی بات پر میں موجب تمہارے قول کے تقریر کچھ نہ کی
 کچھ اور تو ہوا نہیں ہے ساری عمر میں تصویر یہ ہوئی، کہ میں تصویر کچھ نہ کی
 رہتا ہے جاں کنی میں حسن، حیف! تم نے مات ___ اب اس کی جان بخشی کی تدبیر کچھ نہ کی
 تک اپنا یہ رونے پہ اگر دھیان لگا دے ساون کی ہنسی دیدہ کر بیان لگا دے
 شیر نگہ تیز ہے آگے ہی، جو چاہے اور رنگ سے سرمہ کے ذرا سامان لگا دے
 دن مات مری تجھ سے دعا ہے یہی یا رب! اُس نہت کا مجھے آٹھ پہر دھیان لگا دے

☆☆

کب میں کہتا ہوں کہ میری جان جانے سے رہے پر تک ایسا ہو کہ یہ دل تھلانے سے رہے
 ہم نے ایسی بھی تو کچھ چوری نہ کی تھی آپ کی بے سبب آپ جواب دہر کے آنے سے رہے
 آہ کس کس بے وفائی کا میاں کھجے شمار ہو تو بیک طرف، منو بھی دکھانے سے رہے
 اُس نے کس کس طرح ہلا ہم کو اپنے دہسے پر دیکھ تو ہم بھی حسن کس کس بہانے سے رہے

7۔ حسن

حسن تخلص، میر غلام حسن نام۔ شاہ جہان آبادی۔ چنا میر غلام حسین ضاحک تخلص کا دادلاز
 ہے ہیرامی ہرودی کے۔ دلی کے پُرانے شہر میں بودا باش رکھتے تھے۔ صغیرن سے وارد لکھنؤ میں
 ہوئے۔ نواب سالار جنگ اور علق اُن کے میر نوادش علی خاں سردار جنگ کی رفاقت میں اوقات

انہوں نے ساتھ عزت اور غربت کے بسر کی ہے اور اصلاحِ خلق کی میرضیاءِ الدین ضیاءِ تخلص سے لی ہے۔ اقسامِ علم سے تو مجمعِ علوم میں انھیں اقرارِ بیچ مدائی ہے، ہاں مگر اشعار میں ان کے البتہ ایک صفائی اور روانی ہے، قریب آٹھ ہزار بیت کے انوارِ نظم میں دیوانِ ان کا ہے اور ایک تذکرہ بھی ہندی گوہوں کا زبانِ ریختہ میں لکھا ہے۔ بے نظیر اور بدر منیر کے احوال میں کیا خوب مشنوی لکھی ہے اور 1205ھ میں میردوستِ رضوان کی کی ہے۔ یہ اشعار منتخب دیوانِ ان کو کردار کے ہیں:

گر کیجیے رقم کچھ تری وحدت کے میاں کا تو چاہیے خار بھی اُسے ایک نہاں کا
چھوٹا نہ وہاں قفاخل اس اپنے مہرباں کا اور کام گر چکا میاں یہ اضطرابِ جاں کا
نہ رہتی قفسِ آہیں، نہ چھتے تھے آنسو حسنِ تجھ کو کیا راتِ فہم تھا کسی کا
ایسی ہی آؤ! باتیں اس بیوقوفانے چھیڑیں روتے ہی روتے جس میں روزِ وصال گزرا
کچھ تو صدا ہے آؤ! تیرے خاک بھی، کہ جو اُدھر کو لگ رہا ہے حسنِ کوشِ نقشِ پا

☆☆

اس طرح کے جانے سے مجبِ حال ہے میرا جیسے کوئی بھولا ہوا پھرتا ہے کچھ اپنا
چھوڑ دے کوئی کسی کے لیے جس طرح سے کچھ ہم نے منت میں تری کون دسناں چھوڑ دیا
اپنی جاگہ نہ ملے اور کہیں مجھ کو کیا تیری خاطر سے میں آتا ہوں نہیں مجھ کو کیا
وہ ملکِ دل کہ اپنا آباد تھا کبھو کا سو ہو گیا ہے تجھ بن اب وہ مقامِ نو کا
دامنِ صرا سے اُٹھنے کا حسنِ کا جی نہیں پانوں دیوانے نے پھیلایا، جاہاں دیکھ کر
اب جو چھوٹے بھی ہم قفس سے، تو کیا ہو چکی وہاں بہارِ ہی آخر

☆☆

اُس شرفِ خ نے پھینکا ہے مگر تیر ہوا پر جاتا ہے جو دل کا سرے پھیر ہوا پر
دیکھا جو وہاں نہ اُس کو، گماںِ سو طرف کیا آئے نہ ہوتے کاش کہ ہم کوئے یار تک

☆☆

آن کر غم کدّہ دہر میں جو بیٹھے ہم _____ حلق ساں اپنے تئیں آپ ہی رو بیٹھے ہم
اس کی جب بزم سے ہم ہو کے پہنک آتے ہیں _____ اپنے ساتھ آپ ہی کرتے ہوئے جنگ آتے ہیں
خشن میں جب تئیں گرمی نہ ہو، جی دیوے کون _____ شمع تصویر کے کب گرد پتنگ آتے ہیں
اپنے دل سے تو بھی ہم ترا شکوہ نہ کریں _____ ہو کر آزرده تم ایسے ہی تو بولا نہ کریں
ترے بن ہارم میں جس وقت غنچے دل کے کھلتے ہیں _____ خراش ناخن غم سے جگر کے دلم پھلتے ہیں
نہ لیٹ اس طرح منہ پر زلف کو نکھرا کر اے غالمہا _____ ذرا اٹھ بیٹھ تو اس دم کہ دونو وقت ملتے ہیں
ہے سزا دل کی جو زلفوں کے گیا پہرے میں _____ شب کو کیوں لکلا اکیلا، جو پھنسا پہرے میں
کہتا ہے تو کہ "تجھ سے میں ہی ہاپتا ہوں" _____ تو بھی کہیں ہو سچا، میں یوں ہی چاہتا ہوں
مجھ پر ہی تیرا یہ ستم و جور کچھ نہیں _____ لیکن ترا ہر ایک سے یہ طور کچھ نہیں
روٹھا کرے وہ کیوں نہ کسی اور سے حسن _____ یہ سب ہکا بکا چاؤ کا ہے، اور کچھ نہیں
صیا و کی مرضی ہے یہ اب گل کی ہوں میں _____ نالے نہ کریں مرغ گرفتار نفس میں
وہ اور زمانہ تھا کہ خواباں میں تھی اُلفت _____ ایسا نظر آتا نہیں اب ایک بھی دس میں
دم زکنا ہوا آتا ہے لب تک ترے غم سے _____ عقدے پڑے ہیں بسکہ مرے تار نفس میں
دل اپنا اسی باتوں سے اُٹھ جاتا ہے تجھ سے _____ جا بیٹھے ہے تو مل کے جو ہر ناکس دس میں
حیرے ہستام کو جب کوئی پکارے ہے کہیں _____ جی اُحرک جاتا ہے میرا کہ کہیں تو ہی نہ ہو



غیر کو تم نہ آنکھ بھر دیکھو _____ کیا غضب کرتے ہو، ادھر دیکھو
دیکھنا زلف و رخ حصیں ہر وقت _____ شام دیکھو نہ تم سحر دیکھو



کہنے کی ہیں یہ باتیں کس بن نہیں گزرتی _____ پر ایک جان تو ہے جس بن نہیں گزرتی
جان و دل ہیں اُداس سے میرے _____ اُٹھ گیا کون پاس سے میرے



ساتھ دیکھوں ہوں کسی کے جو کسی دلبر کو ___ میں بھی جی رکھتا ہوں مجھ کو بھی ہوں آتی ہے
 کیا چھوڑے پوچھے ہے کہ "گھر تیرا نہیں ہے" ___ کہنے کو تو گھر یہاں ہے، پہنچنا ہی ہے
 سر ہے تجھ سے مری جان جدھر کو چلیے ___ تو ہی جب ساتھ نہ ہووے تو کدھر کو چلیے
 جب میں چلتا ہوں ترے کوچے گھبرا کے کبھی ___ دل مجھے پھیر کے کہتا ہے "ادھر کو چلیے"
 غمِ عشق سے ہیں سحر و زار ملے ___ ایک آواز پہ دو ساز کے ہیں تار ملے
 دن تو قیامت ہی تو قیامت میں کہاں تک گزرے ___ مر گئے بھر میں، بس اب تو کہیں یار ملے
 جی تو ایسا ہی خفا تھا کہ نہ ملے گا کبھو ___ پر ترے منس کے لپٹ جانے میں ناچار ملے
 گر بخت اپنے جاگئیں تو اک کام کیجیے ___ سایہ میں اُس کی زلف کے آرام کیجیے
 اب میں بھی بے قراری پر اپنی لیا قرار ___ بس خیر! آپ شوق سے آرام کیجیے
 بھولے سے نام لے کے مرا ہٹ گیا ___ پیاری لگی یہ مجھ کو تری بات آج کی
 کہن تیرے چہرے میں ایک انگھوں سے سائے ___ نکل خود شید رو گھر سے کہ عالم خوب تر سائے
 ترا ہر چند دل پھر سے بھی کچھ سخت تر سا ہے ___ دیکھن سخت اگر کہیے تو کب میرے جگر سا ہے
 گریباں چاک اور خاموش مجھ کو دیکھ کہتا ہے ___ "کہن کیا بات اس سے، یہ تو کچھ دیر اور سا ہے"
 رہنے نہ دے گا اُس بن یہ دل تو ایک دم بھی ___ کیوں روٹھ کر ہم اپنا کھو دیں مٹ بھرم بھی
 دریا میں ڈوب جائے، کہ یا چاہ میں پڑے ___ اے عشق پر نہ کوئی تری راہ میں پڑے
 آجا کہیں شباب! کہ مایہ نقش پا ___ نکلتے ہیں راہ تیری سر راہ میں پڑے
 یوں غیر کچھ نہیں، تو بلا کو بُری لگے ___ تو کچھ نہ کہہ، کہ ہم ٹکرایا کو بُری لگے
 کیا نیسے اب کوئی اور کیا رو سکے ___ دل ٹھکانے ہو تو سب کچھ ہو سکے
 رہے جس میں خطرہ سدا نیستی کا ___ بس اے زندگی! ایسی ہستی سے گزرے
 آنکھوں کو اُس کی دیکھا تو ہستی نظر پڑی ___ پھر ساتھ اُس کے بارہ پرستی نظر پڑی

سارا جہاں خراب تھا آنکھوں میں تھہ بنیر۔۔۔ بارے وہ آج آیا تو ہستی نظر چڑی
 جو چاہے آپ کو تو اُسے کیا نہ چاہیے انصاف کر تو، چاہیے یہ یا نہ چاہیے
 مجھ سے نے تھہ کو چاہا تو چاہا مجب نہیں۔۔۔ تھہ سا جو مجھ کو چاہے، تو پھر کیا نہ چاہیے
 ہونگاں سے جھاڑتے ہیں جو اس گلی کے ٹکے رہتے ہیں ہم دوانے روز ازل سے ٹکے¹

رباعیات

دنیا داری میں اور نہ دیں داری میں چاہت میں کسی کی ہیں، نہ بیزاری میں
 حیرت کدہ دہر میں تصویر کی طرح۔۔۔ سویا کرتے ہیں بین بیداری میں
 ہر آن میں آپ کو دکھا جاتے تھے ہر لفظ نیا شوق دلا جاتے تھے
 کیوں دیر لگی ہے، کس نے روکا تم کو؟ اب تک تو کئی بار تم آ جاتے تھے

مثنوی

درہنچو لکھنؤ و تعریف فیض آباد

نہیں یہ لکھنؤ، ہے یہ زمانا زمانے پر عبث رکھتا بہانا
 زبیں یہ ملک ہے پتھر پہ بتا کہیں ادبچا، کہیں بچا ہے رستا
 کسی کا آسماں پر گمر ہوا میں کسی کا جھونپڑا تحت اترنی میں
 زبیں مہمان ہے یہ شہر ہاہم سا سکتا نہیں ہے غیر کا دم
 سید گل سے گلی یوں تر رہے ہے بغل جو، طرح زنگی کے بے ہے
 فراغت سے یہاں کس کا مکاں ہے ہر اک گمر خوش کا سادل یہاں ہے

کنوں بھی ہیں ہے بھراں تک گھر میں
 کنوں کہتا اسے ہے عقل سے دور
 کہوں کیا میں قدامت اس مکاں کی
 ہزاروں راہ اس میں بچے در بچے
 جو اس کے زیر سایہ آن لکھے
 جو کوئی رات کو بھولے یہاں گھر
 نہیں امکاں جو گھر اپنا وہ پاوے
 زبں کوفے سے یہ شہر ہم عدو ہے
 چڑھے ہے گوتی جب گرد آکر
 رکھے ہے پار ہو سکنا تب امکاں
 سوائے قدیاں دیکھا نہ کچھ اور
 چلا میں یہاں سے دل اپنا اٹھا کر
 عجب معمودۂ آباد پایا
 کھلا بازار اور رستہ کشادہ
 دو رستہ راستے میں اتنا رستا
 وہ جی ہے شہر کا جڑ پلایا ہوں
 ادھر کو جوہری، ادھر کو بخارا
 عدو ہے اور اثرنی دیکھے رستے
 یہ فرنی^۱ اور فالودے کا عالم
 ملا شربت میں جو اس کو بتاوے
 پڑے نہیں کا بیل جیسے نظر میں
 کہ ہے اس گھر کی چھاتی کا وہ تاسور
 پڑی بنیاد بعد اس کے جہاں کی
 ولین مثل زلف زشت رو بچ
 رُکے دم، اور اُس کی جان لکھے
 پھرے لگیوں میں کراتا وہ دور
 بجا خورشید کو جب تک نہ لاوے
 اگر شیوہ کہے نیک اس کو، بد ہے
 حباب آسا ہے پھرتے ہیں سب گھر
 چڑھے جب آدمی پر آدمی یہاں
 سو ہے روپوش وہ بھی دیکھ یہ طور
 کہ کھجے سر فیض آباد جا کر
 مثال گل ہر اک دل شاد پایا
 عیاضی جدولی جیسے ہو سادہ
 کسی نے آج تک دیکھا ہے بتا
 کہ جیسے تین رُدمیں جسم میں ہوں
 ادھر مزاف اور ادھر طلا ساز
 دیئے تختوں پہ جوں نمس کے دستے
 کہے تو چاند اور تارے ہیں باہم
 شبِ مہ کا سا پانی میں پاوے

ملائی درود کی دیکھو تو گویا اسی میں مال حلوائی نے سکھوایا
 بلندی پر ہے حلوائی کی ڈکاکاں ستارے گرد ہیں جیسے چراغاں
 دھری ہیں گولیاں ادویوں اندر سے کہ گویا چاند اور تارے ہیں بر سے
 مشائی کی کردوں تعریف تا چند قلم کی ہوگئی اب تو زباں بند
 ہزاروں خانگی اور کبھی آکر کریں ہیں سیر لالہ دل لگا کر
 چمک دامن کی دکھلا یوں چلے ہے۔ قلم کی ہوگئی اب تو زباں بند
 وہ سبزہ کان میں نسب بنا گوش کہ جس کو دیکھ خطی کے اُڑی ہیں ہوش
 شعاع اس کی یہ اور منہ کا پسینا ہے گویا نمونہ پر شبیہ کا مینا
 کوئی مگر ترقی بہکن جالی کی سادہ گریباں کر کے چھاتی تک کشادہ
 کیا اس دام میں تکر کو یوں صید بحر کے یونہی گریباں میں ہو خورشید
 مسافر اس طرح جو آن نکلے نہ نکلے وہاں سے غیر از جان نکلے

باب الحناء

1۔ خاکسار

خاکسار قلمس، محمد یار نام، شاہ جہان آبادی۔ قدم شریف کے خادموں میں سے تھا، بڑا ہی
 مشاق زبان ریختہ کا۔ ہمیشہ محمد تقی میر قلمس سے ٹوک جھوک کرتا رہا ہے اور ان کے اشعار میں
 مشاعروں کے اندر اکثر تصرف کیا گیا ہے۔ صاحب دیوان اور شاعر خوش بیان تھا۔ علی ابراہیم خاں
 مرحوم نے لکھا ہے کہ ”شعر اس مزید کے میرے ہاتھ نہیں لگے ہیں، اس جہت سے اشعار اس کے
 داخل اس تذکرے کے کتر ہوئے ہیں۔“ یہ اشعار طبع زاد اس تہن اُستاد کے ہیں:

تھا زلیخا کو جو جاں سے مہ کنعان عزیز ہم نے بھی تھہ سے تو بے مہر نہ کی جان عزیز
 کل مجھے قتل کر اُس دشمن دیں کافر نے بولا لوگوں سے یہ تھا مرد مسلمان عزیز
 کیوں نہ مصحف دو جان سے مجھے ہوئے زیادہ کس مسلمان کو نہیں دین اور ایمان عزیز
 خاکسار^۱ عرش سے بھی دیکھا پرے تیرا حراج آپ میں آؤ را، اپنے تئیں پہچان عزیز

☆☆

دل شینو کر کے کیا لیا تو ___ اے خانہ خراب! کیا کیا تو
 تیری زلف سے اے پیارے! مجھ کو یک سر ہزار ہوا ہے

☆☆

قیامت بھی ہوگی تو میری بلا سے ___ مجھے داد خواہی کی طاقت کہاں سے
 رونے سے خاکسار کے سوتا نہیں کوئی ___ اس خانہاں خراب کو بچکا خدا کرے!
 کیا ہے حاصل تجھے ناسخ مرے بھانے سے آہا جوں شمع ہے راحت مجھے جل جانے سے

باب الدّال

1۔ درد

دردِ تخلص، خواہ میر نام۔ متوطن شاہ جہان آباد کے، خلف الصدق حضرت ناصر دہلوی کے۔ ثابت قدی میں اس قطب آسمان استقلال کی اور زاد یہ گز جی میں اس مرکب دائرہ فضل و کمال کی یہ نقل مشہور ہے اور زباں زود جمہور ہے کہ جس ایام میں محمود شاہ جہان آباد کا اور ہر ایک کو چہ

اُس جنت بنیاد کا مجمع اہل کمال سے اور کثرتِ منتخبانِ عظیم الشان سے، رنگِ ہفتِ اقلیم اور غیرتِ جنتِ اقلیم تھا تو معموری پر شہر کی عرصہ بلع مسکوں کا ٹھک اور وہ خراب آباد کشیدہ سے ہفتِ اقلیم کی ٹھک تھا جب کہ متواتر نزولِ آفات کے باعث اور مکرر دود و بلیات کے سبب خراب ہوا اور مصدرِ عقوبت و عذاب ہوا تو ہر ایک درویش گوشہ نشین نے اور ہر ایک صاحبِ زاد و گزین نے اور ہر قوائمِ المدار نے اور ہر امیر عالیِ مقدار نے، افراد کو نیست جانا اور بھاگے اُدھر کو جدھر پایا ٹھکانا۔ مگر وہ سید والا چار ک نام ہائی اُس کا خوبہ میر تھا، اُس قطبِ آسمانِ استقلال نے خیال بھی جگہ سے سرکنے کا نہ کیا، متحمل بلاؤں کے اور حالِ بچاؤں کے ہوئے اور شاہِ جهان آباد کا چھوڑ کر ایک قدم اپنے کج عزالت سے نہ گئے۔ اگر شیخِ فرید شکر تیج اُس کو متحمل کو دیکھتا تو چاشنیِ فقر اُس کی حیران ہو کر مانندِ بیکھر کے انگشتِ تحیر کو کاٹتا اور اگر سید حسین عجب سوار بیچ اس عرصہ کے ہوتا تو زمینِ پیش خدمت کا اُس کے کاندھے پر ڈال کے دوڑتا۔

فرض اس مجنِ فضل و کمال کی القادسہ طبیعت طرفِ ظلم کے نہ واسطے شہرت اور نام کے ہے بلکہ واسطے کرمانے افسردہ دلاںِ خام کے ہے۔ اُس شہسوارِ معرکہ بخندوری کے تو سنِ سحر خرامِ ظلم نے سچ قلمرو معنی آفرینی کے ایک گام بے راہی نہیں کی اور اُس پند تاز عرصہٴ مضمون تراشی کے ست رنگِ آسمانِ سیر خام سے سچ میدانِ بلند مقامی کے ایک قدم کوتاہی نہیں کی تعجب نہیں ہے اگر اُس عندلیبِ گلشنِ معنی کے کلامِ مجر نظام کی تحریر سے صلی کاغذ کا ہر رنگِ برنگ گل ہو اور نغزِ ذہانِ ظلم کا ہم آہنگِ صلیرِ بلبل ہو۔ اگرچہ دیوانِ ان کا بہت مختصر ہے، لیکن سراپا درد و اثر ہے۔ زبانِ فارسی میں بھی اکثر غزلیں کہیں ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ وہ بھی خالی کیفیت سے نہیں ہیں۔ رہا میوں کی طرف مسائلِ تصوف میں بیشتر طبیعت آئی ہے اور شرح بھی اُس کے مشکل مقاموں کی آپ ہی فرمائی ہے۔ طریقہٴ فقر میں بہت بڑے کایسے اور شافل تھے اور راہِ طریقت کے طالبوں کے واسطے رہنماے کمال تھے۔ 1202ھ میں اُس بلبلِ گلشنِ آزانے دامنِ ہستی سے نکل کر شاخِ راکو حرمِ عدم کے آباد کیا ہے۔ یہ منتخبِ ان کے دیوان کا ہے:

مقدور کسے ہے ترے دمغوں کے رقم کا تھا کہ خداوند ہے تو لوح و قلم کا
 لختے ہیں ترے سایہ میں سب شیخ و برہمن آباد تھی سے تو ہے گھر دیر و حرم کا
 مانند جہاں آنکھ تو اے درد کھلی تھی کھینچا نہ پر اس بحر میں عرصہ کوئی دم کا
 اہل زمانہ آگے بھی تھے اور زمانہ تھا پر اب جو کچھ ہے، یہ تو کسی نے سنا تھا
 باد نہیں ابھی تجھے غافل پہ مغرب معلوم ہووے گا کہ یہ عالم فسانہ تھا

☆☆

یک بیک نام لے اٹھا میرا جی میں کیا اُس کے آگیا ہوگا
 گل و گلزار خوش نہیں آتا باغ ہے یار خوش نہیں آتا

☆☆

جاں پہ کیلا ہوں میں، میرا جگر دیکنا جی نہ رہے یار ہے، مجھ کو اُدھر دیکنا
 ذکر وفا کیجیے اُس سے کہ واقف نہ ہو کہتے ہو کس سے یہ تم "تک تو اُدھر دیکنا"
 باہر نہ آسکی تو قہر خودی سے اپنی اے عقل بے حقیقت! دیکھا شعور حیرا
 جھکتا نہیں ہمارا دل تو کسی طرف یہاں جی میں سا رہا ہے از بس غرور حیرا
 ہم نے چاہا بھی، پر اُس کو چہ سے آیا نہ گیا وہاں سے جو نقش قدم دل کو اٹھایا نہ گیا
 چمن میں صبح یہ کہتی تھی ہو کر چشم تر شبنم "بہار باغ گویوں بھی رہے، لیکن کدھر شبنم"
 حیرتی خون آشامیاں مشہور ہیں اے تنگیار ایک اقطرہ چھوڑے تو پیوے ہمارا پیو
 اس مستی خراب سے کیا کام تھا ہمیں اے نشہ ظہور! یہ حیرتی ترنگ ہے
 نہ ہاتھ اٹھائے فلک کو ہمارے کہنے سے کسے دماغ کہ ہو نہ بد کہینے سے

۱۔ اس مضمون کو شیخ ابراہیم ذوق نے اس طرح پانچ سا ہے۔

کہے ہے اس سے دم مان یہ گلو میرا کی جو مجھ سے کرے تو چنے گلو میرا

لیکن درد کی بندش کو نہیں پہنچتا۔

مجھے یہ ڈر ہے دل زندہ تو نہ مر جاوے۔۔۔ کہ زندگانی عبارت ہے حیرے بھینے کی
جو ملتا ہے مل ، پھر کہاں زندگانی کہاں میں ، کہاں تو ، کہاں نوجوانی
محب خواب درپیش ہے پھر تو سب کو سنا لو تک اب اپنی اپنی کہانی

2۔ دردمند

دردمند شخص، فقیر صاحب نام۔ دکن ان کے بزرگوں کا وطن ہے بلکہ ان کا بھی مولد دکن
ہے۔ لیکن تربیت انھوں نے شاہ جہان آباد میں پائی ہے اور خدمت سے میرزا جان جاناں مظہر کی
کیفیت آداب فقر کی اٹھائی ہے۔ مرید بھی مرزائے مذکور کے تھے۔ چند مدت عظیم آباد میں بود
باش کی ہے اور رفاقت میں نواب غلام حسین خاں اور نواب اعظم خاں کے بیٹے کی گورانی معاش
کی ہے۔ بعد اس کے پھر دکن گئے اور چند مدت وہاں رہے۔ پھر نواب نواز محمد خاں شہامت
جنگ بچتے نواب درودی خاں مہابت جنگ کے ٹلائے ہوئے شاہ جہان آباد سے مرشد آباد میں
آئے اور طور بود و باش کے وہیں ٹھہرائے۔ رفاقت میں نواب مذکور کی اہلیت ایک رفاہ احوال ہوا۔
آخر 1176ھ میں بلدہ مرشد آباد کے اندر انتقال ہوا۔ سلیقہ سخن رسی میں استاد تھے اور طریقہ
مصاحبت و اختلاف کے ماہر مد سے زیادہ تھے۔ فارسی دیوان ان کا صاحب نظموں کا منظور ہے اور
ہندی میں تو بھی ساقی نام مشہور ہے:

پڑی اس کی خوبی کی از بسکہ دھوم	لیا ہاتھ قدرت کا صالح نے چوم
ارے ساقی! اے جانِ فصل بہارا	بھی تھا ہمارا دھیرا قرار
ہمارے مرنے کی یہ فصل تھی؟	فراموش کرنے کی یہ فصل تھی؟
تری جان کی سوئے غنیمت ہوں میں	سلیقوں میں عالم قیامت ہوں میں
مری عقل میں کون انہاز ہے	ارسطو مرا اک ذوا ساز ہے

فلک چرخ مارے گا مگر صد ہزار
 نظر تو کرو تک چمن کی طرف
 چمن میں بھرا ہے نشہ یاں تلک
 تجھے جان گل کے لبو کی قسم
 تجھے جام کے چشم تر کی قسم
 ادا سے پہننے کی تجھ کو قسم
 تجھے جام سہبا کے سر کی قسم
 تجھے تازہ مستی کی اپنے قسم
 قسم ہے تجھے بے سبب جنگ کی
 ارے بے وفا بے مروت صنم
 تجھے دختر رز کی حرمت کی سوں
 تجھے وعدہ کر بھول جانے کی سوں
 تجھے ناتوانوں کی طاقت کی سوں
 شب مید کے تجھ کو چاؤں کی سوں
 جو تو نے کیا ہے کو مجھ پر حرام
 کہ تو سرکشی سے نہ کر پامال
 تجھے دم مجھ پر کچھ آتا نہیں
 نہ توڑ آئینہ اپنے خریدار کا
 یقین جانو مگر نہ ہو ایک آن
 تو صورت نہ پکڑے ہماری حیات
 نہ لادے گا مجھ سا کوئی روپکار
 ٹھونڈ کو آیا ہے مستی سے کف
 کی جاتی ہے ٹرس کی گردن ڈھلک
 تجھے باغ کے رنگ و بو کی قسم
 تجھے اپنی پنیاں نظر کی قسم
 نشہ سے پھکنے کی تجھ کو قسم
 تجھے اپنے مینا کے سر کی قسم
 تجھے خود پرستی کی اپنے قسم
 قسم ہے مرے نام کے تلک کی
 میں دیتا ہوں تجھ کو قسم پر قسم
 تجھے منجھوں کی شرافت کی سوں
 تجھے اپنی سوگند کھانے کی سوں
 تجھے بیقراروں کی فرصت کی سوں
 تجھے اپنی مہندی کے پاؤں کی سوں
 تو اتنا کر اے ظالموں کے امام
 مرے خون کو اپنے اوپر حلال
 مگر جیونا میرا بھاتا نہیں
 زیاں خوب نہیں اپنی سرکار کا
 تری مہربانی کا مجھ کو گماں
 نکل جائے جی تا اُمیدی کے ساتھ

رباعی

ہے غم سے رقیبوں کے مراد دل ناشار اس جڑ کے سے جاتے ہیں سبھی میتیں بہار
پرویز کے شیشہ خانہ عشرت پر سنگ آیا و لیک سخت آیا فرہاد

3۔ دل

دل تخلص، شیخ محمد عابد نام۔ متوطن بلدہ عظیم آباد کے بے محل اور بے نظیر عالم محبت وہ داد
کے۔ شیخ محمد روشن جو عشق تخلص بڑے بھائی ہیں، جس کی خوبیاں باب الحکم کے اندر بیان میں آئی
ہیں۔ فرض دونوں بھائی سنجیدہ اطوار اور حمیدہ خصال ہیں، طریقہ یک رنگی میں بے مثال ہیں یہ
ایہات دل خراش اس اہل دل کی تلاش سے ہیں¹:

حیرتی زلفوں میں پھنسا دل بھی تقصیر ہوئی نقد ہاں لیجئے حاضر ہے گنہگارئے دل
نالے ہی سدا بہر بگردن عمر کے بھرتے ہیں ہیں نزع میں ہم تھہکن جیتے ہیں نہ مرتے ہیں
جنوں آئینہ یہ ستم رسیدہ رہتا ہے دمام آب دیدہ
تھمارے وہ پہ جو وہ بان نے آستیں پکڑی برنگ نقش قدم ہم نے بھی زمین پکڑی

4۔ دیوانہ

دیوانہ تخلص، رائے سرب شکھ نام، رشتہ دار دلچہ مہاراجا کا تھا۔ نہایت ہنر گو اور وضع
مفہیت پر مہر تھا۔ دود دیوان زبان فارسی میں اس نے لکھے ہیں اور اکثر ریختہ گو۔ لکھنؤ کے مرزا
جعفر علی حسرت اور میر حیدر علی حیراں، اس کے شاگردوں میں سے ہیں۔ 1204ھ میں لاچار گرم

1۔ اصل کتاب میں موزوں کام نہیں تھا معلوم نہیں مصنف ہی کو نہیں ملا جس نسخہ سے ہم نے نقل کیا ہے اس کے
کاتب نے چھوڑ دیا ہے یہ مندرجہ بالا چار شعر ہم نے جن شعراء مصنف محمد انصوری خاں نساخ سے نقل کیے

روی راو عدم میں کی اور آتش فشاں کے وجود کو دلی¹۔ فارسی مکتوم اس کا دس ہزار بیت سے زیادہ ہے۔
یہ ہندی اس کا طبع زاد ہے:

جب نہ تپنے تو کرتا ہے وہ اقرار بغیر گفتگو ہم سے اُسے پر نہیں انکار بغیر
بزم میں رات بہت سادہ دہن تھے دے مگر کیا بزم کہاں اُس بُت مہار بغیر
دیکھ بیمار کو حیرے یہ طیبوں نے کہا ”ہو چکی اس کو شفا شربت دیدار بغیر
جان پر آجی ہوم مری خاموشی ہے بات کچھ بن نہیں آتی ہے اب اظہار بغیر
جس کی خاطر کے لیے یار سب اغیار ہوئے کیونکہ دیوانہ بھلا رہے اب اُس یار بغیر
دل ہے کہ تیری حق کے آگے سے نہ جائے رحم کا کیا جگر ہے جو زہرا پھل نہ جائے

رہائی

وے یار کہاں کر یار ہاشی کیجے دے وقت کہاں کر خوش معاشی کیجے
اک گوشہ میں بیٹھ کر دیوانہ بنجا اب ناخن نم سے دل خراشی کیجے

باب السّین

1۔ سؤدا

نام نامی اور نام گرامی اُس شاہ باز عرش پرواز معنی کا مرزا رفیع ہے۔ معوطن دارالخلافہ شاہ
جہان آباد کے۔ چٹک مقام اُن کی طبعیت فلک فرسا کا موافق اُن کے نام کے نہایت رفیع اور متوج
ہے۔ روز قولد سے ساٹھ برس کی عمر تک دہلی میں ساتھ کمال عز و وقار کے رہے اور طبع رسائی مرہبی

1۔ صفحہ نے جس خاص استادوں میں رہائے سرب شکھ دیوانہ کے انتقال کو بیان کیا ہے، اُن میں ایک خاص
چٹک پائی جاتی ہے جو مصنف کی فراغ دلی پر مشعر ہیں۔

گری سے انہیں وچلیں سلاطین نامدار اور وزرائے عالی تبار کے رہے۔ اگرچہ ذات اُس یگانہ روزگار کی کثرت اشتہار کے باعث مستثنیٰ ہے تکلیف سے خلد مداح نگاری، لیکن انصاف کہتا ہے کہ کچھ قصور اس احوال اس مستثنیٰ الصفات کا لکھا جاوے اور تذکرے سے اُس شاہ حجت کلیات معانی کے، بیان کو ان اوراق پر بیان کے، ذریعہ دست دیا جاوے۔ سچ تو یہ ہے کہ میرزاے مذکور سر حلقہ مفتخوران اور سرآمد معنی گستران تھے۔ آشنائے معنی بیگانہ اور مضمون تازہ کے پیدا کرنے میں یگانہ تھے۔ اقسام نظم سے دیوان اس مطلع و نوحان بحر بیان کا بھرا ہے اور انواع نظم کو کیا کیا زود و شور کے ساتھ بیان کیا ہے۔ خصوصاً طرز تصدیق کو کس صفائی اور تکلف سے ادا کر کے اس طاق بلند پر رکھا کہ سب وہم نازک خیالات ہندستان کا اس کے خیال تک نہ جاسکا۔ آگ کو یاد میں اُس آتش زبان کے جہوم شرار سے جوش قطرات عرق افصال ہے اور پانی کو فحالت سے اس طبع روان کی خاک میں چھپنے کا خیال زبان ہندی شرف ہم زبانی سے اُس کی سرفراز اور نظم ریت کو طبع معنی آفرین پر اُس کے گھمنڈ اور تازہ۔ جب کہ بعد خراب اور ویران ہونے شاہ جہان آباد کے نقل و حرکت کا احاطہ میرزاے مذکور کو اس شہر سے ہوا تو اور شہروں کی سیر کرتے ہوئے آخر بلد، لکھنؤ میں طور سکونت کا کیا۔ نواب آصف الدولہ مرحوم نے بہت قدر و منزلت کی اور چھ ہزار روپے سالانہ کی جائیداد مقرر کروئی۔ چنانچہ بیشتر تصدیق نواب آصف الدولہ مرحوم کی تعریف میں کہے ہیں اور کیا کیا تروتازگی کے ساتھ مضامین عالی باندھے ہیں۔ جب کہ سن شریف اس عصر راہِ سخن دانی کا ستر برس کو پہنچا تو دایہ اجل کو لبیک اجابت کہہ کے سرائے وجود سے پیا منزل عدم کا ہوا۔ تاریخ وفات اُس رفیع قدر محفل شکستہ دانی کی ہر ایک سخن سنج نے کہی ہے، لیکن یہ تاریخ اُس فرہاد بے متون مضمون تراشی کے سنگ حرار پر کندہ کی ہوئی ہے:

غلہ کو جب حضرت سودا گئے فکر میں تاریخ کے باہر ہوا
بولے منصف دور کر پائے عباد شاعران ہند کا سرور گیا

آقا باقر کا امام پاڑہ اس سبب امام علیہ السلام کا مدفن ہے۔ سایہ قدوم امام کے باعث
 ہلکے رنج مکافات کے واسطے مامن ہے۔ یہ اشعار یادگار جریدہ روزگار کے لکھے جاتے ہیں اور یہ
 اوراق پریشان اس سے مذمت پاتے ہیں:

ہوا جب کفر ثابت ہے وہ حلقائے مسلمانی	نہ ٹوٹے شیخ سے زہار تصبیح سلیمانی
ہنر پیدا کر ازل، ترک کچھ لباس اپنا	کہ ہو جو قلع بے جو ہر اے ہے تگ مریانی
خوش آمد کب کریں علی طبیعت اہل دولت کی	نہ جھاڑے آستین کھنکشاں شاہوں کی پیشانی
کرے ہے کلفت یام شائع قدردمردوں کی	ہوئی جب چنگ زنگ آلود کب جاتی ہے پچپانی
یہ روشن ہے برنگ شیخ ربط باد و آتش سے	_____ مہاتق کر نہ ہوے دست ہے وہ دشمن جانی
ہے پردہش سخن کی بجھے اپنی جاں تک	جوں شمع (دنگانی مری ہے زباں تک
بے ماتم اس جہن میں نہیں خندہ طرب	ہے کسوت کبود گل زعفران تک
لاف پہ گرمی نہ بکے مرو راست باز	پاوے نہ راہ حرف زبان سناں تک
نعتی سے گزری اہل سعادت کی یہاں معاش	ہے مضمحل غذائے ہما استخوان تک

مطلع ثانی

جس کی بہار پہنچی نہ آخر خزاں تک	آیا نہ ایک گل بھی اس بوستاں تک
وہ مرغ ہاتھوں ہوں کہ صحن چمن سے میں	بے نود بان پہنچ نہ سکوں آسماں تک
رومہ میں جن کے حلقہ چشم ملک سوا	پہنچا نہ پائے شمع کبسو شعداں تک
ہنگام طرف ہلکے ملائکہ ہمیشہ وہاں	لیتے ہیں خاک آن کے اس آسماں تک
غلام کہے ہیں وہاں کے یہ آہیں میں دیکھ کر	پہنچے ہے کوئی دن کوڑ میں آسماں تک
رہنے کو جگ میں صورت افسوس کے تئیں	احکام خوری نے کیا منع یہاں تک
انگشت چوسنے کے لیے طفل شیر خوار	ممکن نہیں کہ لاسکے اپنے وہاں تک
اس چرخ ووں پرست تلے ہر مشہد بخا	مانند آسیا کے پھروں میں کہاں تک

قصیدہ

ہے سخن سنج اک جوان شمس فخر صائب جو وہ کرے تحسین
 رات جا کر میں اُس کی خدمت میں اُسے دیکھا تو تھا پٹ ٹٹکس
 میں جو پوچھا؟ کہا سب مت پوچھ جھٹ کرنا کسی کا خوب نہیں
 لیکن اے یار تجھ سے کہتا ہوں مل کے گو مجھ پہ سب کریں نفیس
 داغ ہوں اُن سے اب زمانے میں بزم شعرا سے ہیں جو صدر نہیں
 یعنی سودا و میر و قائم و درد لے ہدایت سے تا کلیم و یقین
 کیا غرور و دماغ و کیا ثنوت کون سا کبر ہے جو اُن میں نہیں
 مثل شیرازہ کتاب اللہ کہے ہر ایک اپنی جھپٹا نہیں
 تنگ جا میں جو بزم کا اُن کی بڑی ہو صب بوال نہیں
 اور جو احمق اُن کے سامع ہیں دم بہ دم اُن کی کیا کریں تحسین
 جیسے سُبْحَانَ مَنْ تُرَابِنِیْ پر لڑکے کتب کے کہتے ہیں آمین
 شعر و تفلج اُن کے دیواں کی جمع ہووے تو جیسے نقش نکس
 اُس میں جو دیکھے تو آخر کار یا توارد ہوا ہے یا تفسیں
 اتنی کچھ شاعری پہ کرتے ہیں سج در کوئی آسمان و زمیں
 فرض اس جھٹ کے تیش سن کر ہو کے بے اختیار میں دو ہیں
 کہا سودا کو اُن بزرگوں میں مت بگو اُس کا ہے یہ کب آنیں
 اور جو ہو چہ بھی تو لائق ہے فخر کرنا چھبے ہے اُس کے تیش
 ہے وہ مداح ایک ایسے کا مسند جاہ جس کی عرش بریں

یعنی نواب سیف دولہ سدا جس کی شمشیر و فرق دشمن دیں
 رفعت و سب جو سے جس کے دامن خلق کا ہے یہ آئیں
 ہنر آفتاب کی سی طرح بہرہ ور ہے ہمیشہ روئے زمیں
 غنچہ کی بھی گہ میں بند کیا تیری بخشش نے مشب زہ کے تیں
 دست و پا اپنے گم کرے ہے عدد یاد کر تیری قیغ و خیر کیس
 پوچھتا ہے ہر ایک سے کج کہہ سر مرا فکروں میں ہے کہ نہیں
 لگر میں لگر کے ترے ہر شب حالت نزع سے زہں ہے قریں
 نیند اُس کو نہ آوے تانہ پڑھیں جاے افسانہ سورہا نہیں



احکام پر ترے نہ کرے کیونکہ کام تیر ہے یہ کمان حلقہ مجبوش و غلام تیر
 اتنا ہی رخت بیٹھے ہے جتنی کماں ہو رخت خوئی کا حق کرے ہے ادایاں تمام تیر
 ہسر ہے کس کا تیر ترے تیر سے کہ یہ انگشت ہے قضا کی کہیں ہیں تمام تیر

شہر آشوب

اب سامنے میرے جو کوئی حیر و جواں ہے دعویٰ نہ کرے یہ کہ مرے منہ میں زباں ہے
 کیا کیا میں بتاؤں کہ زمانے میں کئی شکل ہے وہ معاش اپنی سو جس کا یہ عیاں ہے
 مگھڑا لے اگر نوکری کرتے ہیں کسوی کھڑواہ کا بھر عالم بالا پہ مکاں ہے
 ثابت ہے جڑا کھا تو نہیں سوزوں میں کچھ جان تیروں میں ہے پر کیری تو بے چلہ مکاں ہے
 کہتا ہے غر غرہ کو مزاف سے جا کر بی بی نے تو کیا ہے پر فاقہ سے میاں ہے
 یہ سن کے دیا کچھ تو ہوئی عید و گرنہ کھواں بھی پھر ماہ مبارک رمضان ہے
 اس رخ سے جب چڑھ کے چھتیں پہنچے کھواہ کے بھر ملنے کی یہ شکل کہاں ہے

لیتے ہیں بایں روپہی وہ تو وہ ماہر
 تاشی کی جو مسجد ہے گدھا باندھ کے اُس میں
 ٹٹا جو اڑاں دیوے تو منٹھ موند کر اُس کا
 ہولا جو خطیب اس میں تو مارے اُسے اک دھول
 رینگے ہے گدھا آٹھ پہر گھر میں خدا کے
 اور وہ جو ہیں کنزور سوداں آن کے بیٹھے
 آٹھ آٹھ کے دکھاتے ہیں انھیں حال وہ اپنا
 یوں بھی نہ ملا کچھ تو ہر اک پال کے آگے
 کوئی سر پہ کیے خاک گریباں کسی کا چاک
 ہندو و مسلمان کو پھر اُس پال کے اوپر
 یہ سڑگی دیکھ کے وہ صاحب ادھی
 گو ہو ہے جا کر کسی مہرے کے مصاحب
 وہ جاگے جو راتوں کو تو بیٹھے ہیں دو زانو
 خیازہ پہ خیازہ ہے اور چرت اوپر چرت
 صیغہ پہ طبابت کے بھلا آدمی نوکر
 صحبت ہے پیاس سے اگر آقا کے تئیں چھیک
 دیتے ہیں منگ حیر و کماں ہاتھ میں اُس کے
 سوداگری کیجے تو ہے اُس میں یہ مشقت
 قیمت جو چکاتے ہیں سو اس طرح کہ بالٹ
 گر خان و خانیں کی کرے کوئی وکالت
 ہر گھر میں وہ چاہے کہ میں تو آ رہا ہوں

تک دھوں دھڑ کے کی جنھیں تاب دتوں ہے
 بیٹھا ہوا اس شکل سے ہر چہرہ جواں ہے
 کہتے ہیں کہ خاموش مسلمان کہاں ہے
 ہاتھ آگیا واعظ تو چھیڑا بہ وہاں ہے
 نہ ذکر نہ صلوٰۃ نہ سجدہ نہ اڑاں ہے
 رستے کے جو آگے کو یہ ہر ایک ڈکاں ہے
 دربارِ رسالہ میں جو خورد و کلاں ہے
 اس رنج سے رسالہ کا رسالہ ہی وہاں ہے
 کوئی روئے ہے منٹھ پیٹ کوئی نعرہ زباں ہے
 ادھی کا تو نہم ہے چناڑے کا گماں ہے
 کہتا ہے جو وہاں عرض تو نہ یہاں ہے نہ وہاں ہے
 اُس کی تو اویہ بڑی ہی آکھ جاں ہے
 کیسا ہی اگر اپنے تئیں خواب گراں ہے
 منٹھ صورت سو فار کمر شکل کہاں ہے
 سو دو سو روپے کا جو کسی مہرے کے ہاں ہے
 آدے تو وہ اُس کو بہ خشونت گراں ہے
 غلطی ہوا آنے کا مگر اس وقت گماں ہے
 دھن میں کے وہ جو خرید منہاں ہے
 کبھے ہے فرد شہہ پہ ڈزدی کا گماں ہے
 اس کا تو بیاں کیا کروں تجھ سے کہ میاں ہے
 ہر کوچہ میں جوں آپ چکاں اور دواں ہے

دیکھے جو کوئی فکر و تردد تو یہاں ہے
 نیت قطعہٴ حبیبِ خانِ زماں ہے
 مگر دم میں بیگم کے سئے نطفہٴ خاں ہے
 پھر کوئی نہ پوچھے میاں مسکین کہاں ہے
 ہوں دو روپے اُس کے جو کوئی مثنوی خواں ہے
 سب خرچ لکھے گھر کا اگر ہندو سداں ہے
 لڑکوں کی شرارت سے سدا خار نہاں ہے
 چھٹنے ہی تو شعرا کے وہ مطعون زباں ہے
 گنبد سے کوئی پگڑی کو تشبیہ کناں ہے
 ہے آج کدھر عرش کی شب روز کہاں ہے
 لے خیل مریداں گئے وہ بزم جہاں ہے

شاعر جو سنے جاتے ہیں مستغنی الاحوال
 مگر عید کا مسجد میں پڑھیں جا کے دوکانا
 تاریخِ تولد کی رہے آٹھ پہر فکر
 اسقاطِ حمل ہو تو کہیں مرثیہ اُس کا
 نکلائی اگر کیجئے تو نکلا کی ہے یہ قدر
 دن کو تو وہ بیچارہ پڑھایا کرے لڑکے
 تر پر یہ حتم ہے کہ نہائی تلے اُس کے
 چاہے جو کوئی شیخ بنے بہر فراغت
 دیتا ہے دُمِ خرس سے کوئی شملہ کو نسبت
 پوچھے ہے مریدوں سے یہ ہر صبح کو آٹھ کر
 حقیق ہوا عرس تو کر ڈاڑھی کو سنگھی

درہجواپ بخیل

رکھتا نہیں ہے وسب مٹاں کا بیک قرار
 ہرگز عراقی و عربی کا نہ تھا شمار
 سوچی سے کنفش پا کو نکالتے ہیں وہ ادھار
 محنت نے اکثروں میں اٹھایا ہے تنگ و عار
 پاوے سزا جو اُن کا کوئی نام لے نہار
 گھوڑا رکھیں ہیں ایک سو ایسا خراب و غوار

ہے چرخِ جب سے اہلِ ایام پر سوار
 جن کے طویئے بچ کی دن کی بات ہے
 اب دیکھتا ہوں میں کہ زمانے کے ہاتھ سے
 تھا ولے نہ دہر سے عالمِ خراب ہے
 ہیں گے چنانچہ ایک ہمارے بھی مہرباں
 نوکر ہیں سو روپے کے دیانت کی راہ سے

رکتا ہو جیسے اسپ گلی طفل شیر خوار
 ہرگز نہ اٹھ سکے وہ اگر بیٹھے ایک بار
 فاقوں کا اُس کے ہائے کہاں تک کروں شمار
 کرتا ہے راکب اُس کا جو ہزاروں میں گزار
 امیدوار ہم بھی ہیں کہتے ہیں یوں ہمار
 گزری ہے اس لمبا اُسے ہر لیل و ہر نہار
 دیکھے ہے آسمان کی طرف ہو کے بے قرار
 ہر دم زمیں پہ آپ کو چکے ہے بار بار
 چوکے کو آنکھیں سوند کے دیتا ہے وہ پیار
 کھاتا ہے دانہ گھاس کی جاگہ سدا بچھار
 گھوڑے کو دیکھتا ہے تو پادی ہے بار بار
 دھونکے ہے اپنی ذم کو کہ چوں کھال کو لہار
 ہرگز دروغ اس کو تو مت جان نہ ہمار
 بادِ سموم ہووے صبا گر کرے گزار
 خادشت سے زبکہ ہے بخروج بے شمار
 کہتے ہیں اُس کے رنگ کو گنسی اس اعتبار
 چنگل سے سوڑی کی تو بھڑوا اُس کو کر دگار
 اس تین بات سے کوئی بھی ہووے آشکار
 خوگیر کا بھی سینہ جو دیکھا تو ہے نگار
 آیا یہ دل میں جاپئے گھوڑے پہ ہو سوار
 مشہور تھا جنہوں کئے وہ اسپ نابکار

نے دانہ نہ کاہ نہ چار نے نہیں
 مانند قتل فصل زمین سے بجز فنا
 طاقتی ہے اُس کی کہاں تک بیاں کروں
 اُس مرتبہ کو بھوک سے پہنچا ہے اُس کا حال
 قصاب پر بھتا ہے مجھے کب کرو کے یاد
 جس دن سے اُس قبائلی کے کوٹے بندھا ہے وہ
 ہر رات اختروں کے تئیں دانہ بوجھ کر
 خط شعاع کو کبھے ہے وہ دستِ گمبھار
 نکلا اگر پڑا کہیں دیکھے ہے گھاس کا
 دیکھے ہے جب وہ تو بڑا فاضل کی طرف
 فاقوں سے چہنہانے کی طاقت نہیں رہی
 نے اتھواں نہ گوشت نہ کھاس کے پیٹ میں
 پیدا ہوئی ہے جس پہ اکن پاؤ اس قدر
 گزروے وہ جس طرف سے کبھواس طرف متی
 سمجھا نہ جائے یہ کہ وہ الملق ہے یا سُرنگ
 ہر دم پر زبکہ بھگتی ہیں منکھیاں
 یہ حال اُس کا دیکھ غرض یوں کہے ہے علق
 یا مرد ہے یا چور لے جاوے یا ہووے گم
 تھما اُس کے دم سے ہے دل تنگ تنگ دیں
 اتھو ایک دن مجھے کچھ کام تھا ضرور
 رہے تھے گھر کے پاس تھا راہ آشنا

خدمت میں اُن کے میں نے کیا جا کے امتحان
فرمایا اب انھوں نے کراے میری جان من
لیکن کسی کے چڑھنے کے لائق نہیں یہ سب
صورت کا جس کی دیکھنا ہے گا گدھے کو تنگ
بد رنگ جیسے لید ہے بد رنگ جوں پشاپ
ماند بیخ چوکی لکڑی ہے تھان پر
حشری ہے اس قدر کہ قیامت کو اُس اوپر
اتنا ہی سرگوں ہے کہ سب اڑ گئے ہیں دانت
ہے ہر اس قدر کہ جو بتا دے اُس کا سن
لیکن مجھے زورے تواریخ یاد ہے
کم رو ہے اس قدر کہ اگر اُس کی فعل کا
ہے دل کو یہ یقین کہ وہ تلخ روز جنگ
ماند اسپ خانہ خطرے اپنے پاؤں
نہتا تو اس قدر ہے کہ جو کچھ کہ تم سنا
ولی میں آن پہنچے تھا جس دن کہ مرہٹہ
مدت سے کوزیوں کو اڑاتے ہو کمر میں بیٹھ
ناچار ہو کے تب تو بندھایا میں اُس پہ زین
جس شکل سے سوار تھا اُس دن میں اُس اوپر
چاپکھی ہڈوں ہڈوں میں بکڑے تھا منہ میں ہاگ
آگے سے تو برا اُسے دکھائے تھا نفر
ہرگز وہ اس طرح بھی نہ لاتا تھا رو برا

گھوڑا مجھے سواری کو اپنا دو مستعار
ایسے ہزار گھوڑے کراں تم اوپر تار
یہ واقعی ہے اس کو نہ جانو گے انکسار
سیرت سے جس کی نت ہے سب خشکیں کو عار
بد نہیں اس قدر کہ کرے اصطبل آجاڑ
لا جب دے لے جگہ نہیں جوں بیخ استوار
دجال منہ کو اپنے سے کر کے ہو سوار
جڑے پہ بکڑے کھوکھوں کی نت پڑی ہے مار
پہلے وہ لے کے ریک بیاہاں کرے شمار
شیطان اُسی پہ نکلا تھا جنت سے ہو سوار
لوہا منکا کے تلخ بتا دے کبھی لہار
دستم کے ہاتھ سے نہ چلے وقت کارزار
جز دست غیر کے نہیں چلتا وہ نہ ہمار
لیکن اب ایک دن کی حقیقت کہوں میں یاد
مجھ سے کہا نقیب نے آکر ہے وقت کار
ہو کر سوار اب کرو میداں میں کارزار
جھپٹا ہاتھ کر میں ہوا اُس اوپر سوار
دشمن کو بھی خدا نہ کرے یوں ذلیل و خوار
خارج کے پاشنوں سے مرے پاؤں تھے ٹھکر
پچھے نقیب ہانکے تھا لاشی سے مار مار
بتا نہ تھا جگہ سنی جوں بیخ استوار

اس سٹھک کو دیکھ ہوئے جمع خاص و عام
 پیسے اسے لگاؤ کرتا ہووے یہ رواں
 کہتا تھا کوئی ہے تو کوئی نہیں یہ اسپ
 پر بچے تھا کوئی مجھ سے ہوا تجھ سے کیا گناہ
 کہنے لگا یہ آکے اُس اصباح میں ایک شخص
 کہوں ہوں میں تو یہ کہ پاہی کے بیس میں
 اس شخصے میں تھا ہی کہ ناگاہ ایک اور
 دھوپ کی کنار کی گدھی اُس دن ہوئی تھی گم
 ہر اک نے اُس کو اپنی گدھی کا خیال کر
 دوپائے کشکش ہوا اُس آن موج زن
 بدھمی اُس کی دیکھ کے کر خرس کا خیال
 کہتا تھا کوئی مجھ سے کہ تو مجھ کو بھی چڑھا
 رکھتا کوئی تھا لا کے سپاری کو ننھ کی بیچ
 نتے بھی بھونکتے تھے کوزے اُس کے گرد پیش
 بخڑوں میں دھوپوں سے کہ لڑکوں کو دوں جواب
 پہلی ہی گولی چھونے اُس گھوڑے کو لگی
 بارے دعا مری ہوئی اُس وقت مستجاب
 یہ کہہ کے حق سستی میں ہوا مستعد ہا جنگ
 گھوڑا تھا بکے لاغر و پست و ضعیف و خشک
 جاتا تھا جب ڈپٹ کے میں اُس کو حریف پر
 جب میں نے دیکھا جنگ کی یہاں تو بدی یہ شکل

اکثر مدبر اُن میں سے کہتے تھے یوں پکار
 یا بادبان باندھ پونگے دو اختیار
 کہتا تھا کوئی ہے گا دلایت کا یہ حمار
 کتوال نے گدھے پہ کیا کیوں تجھے سوار
 گھوڑا نہ یہ گدھا نہ یہ راکب گناہ گار
 ڈائن چلے ہے میر کو ہو چرخ پر سوار
 تھے کو آسماں نے کیا مجھ سے وہاں دوچار
 اس ماجرے کو شُن کیا دونوں نے وہاں گزار
 پکڑے تھا دھوپ کی کان تو کھینچے تھا دم کنار
 تھا غریب ڈوبنے غفلت سے یک کنار
 لڑکے بھی وہاں تھے جمع قاشے کو بیٹار
 دوں گانکا میں تجھ کو بھی نوچندہ اتھار
 لیتا تھا کوئی دوڑ کے موتن سستی اُتار
 ساتھ اُس سمند خرس نما کے ہو چشم چار
 کتوں کو ماروں یا کہ مروں اپنا پیٹ مار
 ایسا لگے نہ تیر کہ ہووے نہ حق سے پار
 وہاں سے بہر خط کیا جنگاہ تک گزار
 اتنے میں مرہٹ نے ہوا مجھ سے بھی دوچار
 کرتا تھا یوں خفیہ پیچھے وقت کا رزار
 دوڑوں تھا اپنے پاؤں سے جوں طفل نے سوار
 لے جرتوں کو ہاتھ میں گھوڑا بغل میں مار



مقدور نہیں اس کی جلی کے بیاں کا جوں شمع سراپا ہوا کر صرف زباں کا
 پردے کو تھین کے در دل سے اٹھادے کھلتا ہے ابھی پل میں طلسمات جہاں کا
 تک دیکھ منم خانہ عشق آن کے اے شیخ جوں شمع حرم رنگ جھمکتا ہے بتاں کا
 اس گلشن ہستی کی جب دید ہے لیکن جب آنکھ کھلی گل کی تو موسم ہے فزاں کا
 سودا جو کھو گردش سے ہمت کے سنے تو مضمون یہی ہے جرب دل کی فضاں کا
 جگہ تھی دل کو ترے دل میں اک زمانہ تھا مرے بھی شیشہ کو اس سنگ میں ٹکانا تھا
 جی مرا بھ سے یہ کہتا ہے کہ گل جاؤں گا ہاتھ سے دل کے ترے اب میں نکل جاؤں گا
 لطف اے اشک کہ جوں شمع ٹکا جاتا ہوں دم اے آہ شر ہار کہ جل جاؤں گا
 چیمیز مت باد بہاری کہ میں جوں نگہت لکل پہاڑ کر کپڑے ابھی کمر سے نکل جاؤں گا

2۔ سوز

سوزِ تخلص، سید میر نام، ساکن قراول پور، شاہ جہان آباد۔ سید عالی نسب اور فنِ سخنوری میں استاد، طرزِ ادا بندی کے بادشاہ اور صورتِ مضمون درود آہ تھے۔ کلام اُن کا سر سے پاؤں تک سوز و ساز ہے اور پاؤں سے سر تک ناز و نیاز۔ شعر کے پڑھنے میں صاحبِ طرزِ خاص تھے اور آئینِ محبت میں مایہِ مؤقت و اخلاص۔ علمِ تیر اندازی اور کمالِ داری میں بہذاتِ دل آشکار کتے تھے اور خُشنِ شفیقہ نوعی میں نہایت دستِ رس۔ ابتدائے جوانی میں انھوں نے ساتھ کام دل کے تمام زندگانی کو صرفِ نغمہ بے شمار کیا اور سنہ اٹھارہویں میں جلوسِ شاہِ عالم بادشاہِ غازی کے وارسے مزاحی کی تکلیف سے لباسِ فقر اختیار کیا۔ لکھنؤ میں تشریف رکھتے تھے اور اوقاتِ ساتھ تو نعل و قناعت کے بسر کرتے تھے۔

1212ء میں مرشد آباد تک تشریف لائے، لیکن اطوار سکونت کے وہاں کچھ نظر نہ آئے۔
اسی سال پھر کھٹو تشریف لے گئے اور اس دور فنا سے راہی ملک چاکے ہوئے۔

علی ابراہیم خاں مرحوم نے گزار ابراہیم میں لکھا ہے کہ ”جس سال یہ تذکرہ میں نکلتا ہوں، تو میر ذکر نے کچھ اشعار اپنے مع چند فقرہ نثر لکھ کر مجھے بھجوائے تاکہ داخل تذکرہ کروں۔“
چنانچہ ایک آدھ فقرہ میر ذکر کی نثر کا بھی خاں ذکر نے تذکرے میں لکھا ہے۔ ترجمہ اس کا زبان
ریختہ میں راقم حقیر نے اس طرح کیا ہے ”کہ جو شے حق سبحانہ تعالیٰ نے خلق کیا ہے، بلکہ جتنے خار و
خس ہیں، کتنے ہی کام آتے ہیں اور ہندوگان خدا اُن سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ مگر یہ سوز و غمض ہے
کہ کسی کو اس سے علالت حاصل نہیں ہوتی ہے۔ سوائے سکوت اور کراہیت کے۔ سبحان اللہ! یہ بھی
قدرت الہی کا اعجاز کمال ہے کہ ایسی شے خلق کی جاوے جس سے کوئی فائدہ نہ اٹھاوے۔ پس اگر
کوئی منکر سوال کرے کہ تاکہ وہ محض تو نہیں ہے؟ خیر تو اس لائق ہے کہ تمام اس کا قائل جلانے کے
ہے۔“ غرض میر ذکر صاحب دوج ان ہیں۔ اشعار منتخب ان کے لکھے جاتے یہاں ہیں:

اہل ایماں سوز کو کہتے ہیں کافر ہو گیا	آہ یا رب! راز دل اُن پر بھی ظاہر ہو گیا
دور سے محروم ہوں وہاں سے مجھ کو کام کیا	یار خاطر تھا سو میرا ہر شاطر ہو گیا
میں نے جانا تھا حیفہ عشق کا ہے میرے نام	واہ یہ دوج ان بھی نقل و قاتر ہو گیا
کیا میسائی ہے حیرے لعل اب میں اے صنم	بات کے کہتے ہی دیکھو سوز شاعر ہو گیا
دیکھو دل کو چیمیز مت خالم کہیں دکھ جائے گا	ہاں بغیر از قطرۂ خوں اور تو کیا پائے گا
قل کی فیت تو کر آیا ہے تو کیا دے ہے	پر مجھے تو مار کر خالم بہت بچھٹائے گا
پھر بھی کہتا ہوں تجھے ”آسوز کو ہوں مت ستا“	مت ستا خالم! کہیں تو بھی ستایا جائے گا
مندی گر چشم ظاہر دیدہ بیدار ہو پیدا	دور و دیوار سے شکل جمال یار ہو پیدا
ترقی کیوں ہے اے بلبل کمال اتنا تو پیدا کر	کہ حیرت انگیز جس جا کہ پڑے گزار ہو پیدا
لاکھ کفر و ہوا چاہیے کہ خاک گلشن ہو	بھائے ہر رنگ گل رشتہ زہار ہو پیدا

تھیلِ نجرِ مڑکاں ہوں، کیا یہ بھی تعجب ہے کہ میری خاک سے ہنرے کی چاکِ خار ہو پیدا
 مسیحا ہے تیری تیغ میں کیا سوز کو ڈر ہے جو لاکھوں بار ہو دے گل لاکھوں بار ہو پیدا

☆☆

جی ناک میں آیا بُجِ گلغام نہ آیا بیٹا تو الٹی مرے کچھ کام نہ آیا
 دنیا میں یہی دوستی ہوتی ہے مری جاں جب تک نہ لیا دل تجھے آرام نہ آیا
 عالم کی حرص میں تری جاں پہ لب آیا رحمت ہے خدا کی تو لب بام نہ آیا
 قاصد سے تو پہنچا تھا کہ قاصد ہے تو کس کا دہشت سے اُسے یاد مرا نام نہ آیا
 قمارِ نزع کی حالت میں یہی سوز کی لب پر جی ناک میں آیا، بُجِ گل قام نہ آیا
 کھڑے رہنے والو کمرِ سوز ہے یہ بھلا اس کے دل کا تو ارمان نکلا
 مرا کشتہ ایسا تو ہے جس کی خاطر یہ خورشید پھاڑے گر بیان نکلا

☆☆

قتل سے یہ بے گزراشی ہے اپنے اس لیے ہاتھ میں اک روز تو دامنِ قاتل ہوے گا
 ابر کے قطرہ سے ہو جاتے ہیں موتی نامسا کیا ہمیں رونے سے اپنی کچھ نہ حاصل ہوے گا
 وہ گزراں خوں سے آخر پھر تجھے آوے گا رحم سوز کا دل جس گھڑی نجر سے بھل ہوے گا
 کعبہ ہی کا اب قصد یہ گمراہ کرے گا جو تم سے بتاں ہوگا سو اللہ کرے گا
 دلفنوں سے پڑا طول میں اب عشق کا بھگڑا خط آن کے یہ بھلہ کوٹا کرے گا

☆☆

اپنے رونے سے گمراہ ہوتا قطرۃ الحک بھی ٹھہر ہوتا
 جن کے نامے پہنچے ہیں تھہر تک کاش میں اُن کا نام نہ بر ہوتا
 پھر نہ کرتا ستم کسی پہ اگر حال میرے سے باخبر ہوتا
 خونِ مشاق کرتے کیوں ناحق مگر جوں کو خدا کا ڈر ہوتا

سوز کو شوق کعبہ جانے کا ہے بہت پر زیادہ تر ہوتا

☆☆

اگر میں جانتا ہے عشق میں دھڑکا جدائی کا تو محشر تک نہ لیتا نام ہرگز آشنائی کا
 نہ پہچنے آہ و نالہ کوش تک اُس کے کبھو اپنا جیسا ہم کیا کریں طالع کی اپنے نارسائی کا
 خدا کی کس کے ہم بندے کہاویں سخت مشکل ہے رکھے ہے ہر ضم اس دہر میں دعویٰ خدائی کا
 خدا کی بندگی کا سوز ہے دعویٰ تو خلقت کو ولے دیکھا جسے بندہ ہے اپنی خود نمائی کا

☆☆

قاضی ہزار طرح کے قصوں میں آسکا لیکن نہ خُسن و عشق کا جھگڑا چکا سکا
 قاصد ہو طفل اٹک مٹے بار بار ولے دل کی خبر کوئی نہ تری کو سے لاسکا
 کیا فائدہ ہے رونے سے اے چشم زار بس کب اٹک دل کی آگ لگی کو جھاسکا
 رستم نے گو پیاز اٹھایا تو کیا ہوا اُس کو سراپے جو ترا نار اٹھا سکا
 اے سوز عزم کو چہ قاتل نہ کر مٹے تو ایک بھی بتا دے کہ داں جا کے آسکا
 خطرہ نہیں ہے مجھ کو اے عشق ار پنے جی کا تو نے خطاب بخشا جب سے بہادری کا
 ہر صبح سُنھ چڑھے ہے اُس سحرِ خو کے اُنھ کر کیا اپنی کلیجہ دیکھو ہے آری کا
 کہتا نہ تھا میں اے دل اس کام سے تو باز آ دیکھا مزا نہ تو نے نادان عاشقی کا
 عارض کو تیرے پہنچے کب اُس کی لڑہا لٹ پیارے ہزار ہو تو ہے گل کا رنگ پیکا
 رستم تو آج تو ہے میدان کے خن کا اے سوز کس کو دعویٰ ہے تجھ سے ہسری کا
 تجھ پہ قربان مری جان دل و دیر میرا ایک باری تو نُن انسانہ رنگیں میرا
 بوئے گل شاخ ہوا میں سے بھی لیتا ہے بہکن کس قدر شوق ہے اللہ یہ نہیں میرا
 دلفوں کا اگر مجھ کو سرور کا نہ ہوتا یہاں تک تو پریشان یہ دل زار نہ ہوتا
 تو گر جو عداوت سے طیب اپنے کو پایا تو زیست سے بائوس یہ بیمار نہ ہوتا

مگر آنکھ ابھکتی نہ کسی شوق سے جا کر تو دل بھی کہیں سوز گرفتار نہ ہوتا

☆☆

ایک دن اک شخص نے اُس سے کہا تو نے تو یہ ذکر سنا ہوئے گا
یعنی کہ عاشق ہے ترا جی سے سوز ہو خنجرِ ہم یہ کہا ہوئے گا

☆☆

بلبل نے جس کا جلوہ جا کر چمن میں دیکھا دو آنکھ سوند ہم نے وہ من ہی من میں دیکھا
خوشید آوے جیسے ایرِ تنگ کے اندر عاشق کو حیرے جن نے ہیں جبرِ من میں دیکھا
یوں دیکھنے سے میرے کیا فائدہ کسی کو دیکھا اُنھیں نے مجھ کو جن نے خن میں دیکھا
اس سوا کھوج نہ پایا ترے دیوانے کا فکرِ غلوں ہے مگر غارِ جیاہاں میں رگا
کسی طرح ترے دل سے حجاب نکلے گا مرے سوال کا منہ سے جواب نکلے گا
نکلنے کا نہیں سینے سے دل جو دھوڑے گا جو نکلے گا تو جلاسا کہاب نکلے گا
ہے جیتے جی تو مجھے کوئے یار میں روتا رہے گا مرگ کے بعد از مزار میں روتا
جو چھپ کے رات کو خنجرِ چمن میں دوے تو کیا مجھے تو ایک سے لے تا ہزار میں روتا
نہ غم خزاں کا مجھے نے بہار کی شادی خزاں میں خاک ہے سر پر بہار میں روتا
تو روز وصل تو اے سوز اپنے آنسو پونچھ ابھی بہت ہے تجھے جبرِ یار میں روتا
جوں کے عشق سے دلفیذ کچھ حاصل نہیں ہوتا اُنھوں سے بات کرنے کو بھی اب تو دل نہیں ہوتا

☆☆

جس نے آدم کے تئیں دم بخشا اُس نے مجھ کو دل پر غم بخشا
سافرِ پیش دیا نگاروں کو سوز کو دیدار پر غم بخشا
جس نے ہر درد کو دریاں بخشا مجھ سے کافر کو بھی ایساں بخشا
ہے نیازی تو میاں کی دیکھو گل کو بھی چاک گر یہاں بخشا

بچم معشوق کو دی عیناری سوز کو دیدہ گریباں بختا

☆☆

غم تو کہتا ہے کہ میں تجھ کو ستا جاؤں گا پر مری جان ترے غم کو میں کھا جاؤں گا
 ہم غریبوں کے گھر آنے کا کہاں تم کو داغ مت کرو دودھ عیث ہم سے کرا جاؤں گا
 اس طرح ہی دل کو تو تم سے بولے صد حیف رسم عیث کٹی جان اٹھا جاؤں گا
 باغباں فکر نہ کر تو مرے دیرانے کا ___ آشیاں آتش گل سے میں جلا جاؤں گا
 لے چکا دل کو خط اب جان جو مانگے ہے خل سوز کہتا ہے یہ گولی تو بچا جاؤں گا
 گل ہی نہیں غلام تجسم کی آن کا غنچہ بھی زر خرید ہے تیرے دہان کا
 زاہد جو کھینچ کھینچ کے چلے ہوا ہے غم بہتر ہے ایسے چلوں سے چلے کمان کا
 سینہ میں دل کہاں ہے غم رفتگاں سے سوز ___ انگر یہ رہ گیا ہے نکساں کا ردان کا
 جو دل کہ تھا الہی اس دلربا کے گھر سا خالی پڑا ہے اب یوں اُجڑا ہوا گھر سا
 ترسانے ترس کھایا احوال سن کے میرا بے ترس ڈر خدا سے اتنا نہ مجھ کو ترسا
 شاید کہ اپنے گھر کی دی اس نے خاک دہلی خورشید کی ٹیلہ پر کچھ تو دھرا ہے ہر سا
 جاتا ہے سوز جس دن کہتا ہے ہم قیاس سے آنے نہ دیجو اس کو لگتا ہے بد نظر سا

☆☆

مروت دشمن غفلت پناہ اوجھل و کچھ لہجہ مروت کے آبا
 مروت لہجہ مروت لہجہ مروت لہجہ مروت لہجہ مروت لہجہ مروت

☆☆

یوں دیکھ لے ہے وہ کہ ادا کو نہ ہو خبر پھینے دل اس طرح کہ دغا کو نہ ہو خبر
 عشاق تیری تیغ تلے او ستم پناہ سر اس طرح سے دیں کہ قضا کو نہ ہو خبر
 رخصت جو دے تو مجھ کو تو میں تیرے پاؤں کا ہوسہ لوں اس طرح کی حنا کو نہ ہو خبر

نامح تو چاک جیب کا مانع ہے اس قدر _____ دل چاک یوں کروں کہ تبا کو نہ ہو خبر
اب ضرر کرنے والی کو بیاں کا اختلاط _____ جج تو ہے ان بے دغاؤں سے کہاں کا اختلاط
اب کوئی دم کو بچاؤے گی خزاں یاں آ کے دھوم _____ عندلیبو چھوڑ دو تم گلستاں کا اختلاط
یہ سب باتیں ہیں تاحسد یا میرے مگر نہیں آتا _____ نہ دیکھوں جب تنگ آنکھوں سے کچھ پاؤ نہیں آتا
پہاے دل کو لے کر اپنے ملکوں کے تھے ملنا _____ اے سنن تو تجھے ہرگز خدا کا ڈر نہیں آتا
کسی کے دل میں ہوگا سوز مرچاؤے تو بہتر ہے _____ اٹھی میں مردوں کیوں کر مجھے تو مر نہیں آتا

بارہ ساعت کے لیے اٹھاک پر ہیں جو داغِ واہ واہ اُن کو بھی کہہ لو آفتاب اور مانتاب
 پوچھو تو ہاتھ کر کس پر چلا ہے تو کمر میں پڑا کھاتا رہوں گا تا قیامت بیچ و تاب
 ان دنوں میں سوز کو دیکھا ہے یارہ واہ واہ ایک دنیا دار سے مل کر بنے عالی جناب

☆☆

اشک تب ہوں خیرے مٹانے کے خشک کو بچے کب ہوتے ہیں میٹانے کے خشک
 چوری چوری منہ ترے شاید لگا ہو نہ کچھ بڑا صاحب ہیں پیمانے کے خشک
 زلف کی پلٹو میں کیا جا کر پھنسا یا اٹنی ہاتھ ہوں شانے کے خشک
 کھرائیں سنگ سے سر ہو ہلکا رہم تم روئیں گے سے لگ کر اے آبشار ہم تم
 میرا ہی سردیجھ سے سرکش ہوا ہے قمری تالے کریں نہ یک جا ہیں سوکار ہم تم
 دیکھیں تو داغِ سینہ کس کے ہیں لبِ زیادہ اے لالہ داغِ دل کے کر لیں شمار ہم تم
 تو میرے دل کو کچل رہے ہیں تیرے دل کو کچلیں دل چاک چاک کر کر دیکھیں بہار ہم تم
 تم تو چلے گئے پر یہ سوز ہے اکیلا اے میرے درد صاحب تھے یادگار ہم تم

3۔ سجاد

سجاد شخص، میر سجاد نام، اکبر آبادی۔ وطن بزرگوں کا ان کے آؤر ہایجان ہے، لیکن تربیت
 انھوں نے شاہ جہان آباد میں پائی ہے اور شاگردوں میں شاہ غم المذہب آبرو کے کیفیت طرز ایہام
 شاہ صاحب مذکور سے زیادہ ہے۔ کچ تو یہ ہے کہ اپنی وضع کا یہ عزیز بھی استاد ہے۔ میر محمد اکرم خاں
 دادا ان کے دارالانشائے بادشاہی میں نواب بھٹی خاں میر شفی کے ہمراہ تھے، بہت مرد سنجیدہ اور
 حقیقت آگاہ تھے۔ غرض میر مذکور صاحب دیوانہ بیان ہیں۔ یہ غزلیں ان کی منتخب دیوان ہیں:

ساقی بغیر جام کے جی کا بچاؤ نہیں جوں نفل مست آوے ہے ابر سید چلا
 کافر بتوں سے داد نہ چاہو کہ یہاں کوئی مر جا ستم سے اُن کے تو کہتے ہیں حق ہوا

گر حیرے گل کے آنے نے کھوئے نہیں حواس سجاد کیوں پھرے ہے جن آج فق ہوا
یعقوب کے جب عشق پڑا سر پہ نوٹ کر آنکھوں نے اُس کی سودیا آخر کو پھوٹ کر

☆☆

عشق میں جائے گا بے طرح مارا بے طرح دل ہوا ہے آوارا
خط کھڑا کے آج قبیلگی سے ہم سے ملنے میں جائے ہے کھڑا

☆☆

غم نہیں مگر تم ہوا ہاؤں میں حیرے جا کے دل بچ پر تجھ زلف کے گویا کہ اُس کو مل دیا
تجھ کو اے سجاد غیر از عجز بیداد کے اور بھی کچھ عالموں کی دوستی نے پھل دیا
بتاں تو چاہتے سجاد تجھ کو کریں کیا پر خدا نے جو بچا ہوا
مقبول اس جہاں کا ہرگز غنی نہ دیکھا رہے وہی ہے جو کوئی یہاں سے گیا ہے رہے

☆☆

مثالبی پلا لے کر جاتا ہے ابر جو کچھ باقی ساقی رہی ہو شراب

☆☆

دوسرے رخسار کے تیرے کہیں انصاف نہیں ___ خط پڑا لے جاے دل کو لہر ہانگی جائے زلف
جس خیر و بدی دل میں نہ عاشق سے ہونفاق ___ کہتے ہیں سادے اس کے تیشِ نھن اتفاق
ایک دل رکھتا ہیں جو چاہے سو بچلے اُسے ___ خواہ زلفیں خواہ مڑ گاں خواہ ابر و خواہ چشم
جب ہم آغوش یار ہوتے ہیں ___ سب مزے درکنار ہوتے ہیں
جوں کے تیش کس قدر مانا ہے ___ یہ کافر مرا دل خدا جانتا ہے
اے صنم زہر پہنی تجھ دقا کے واسطے ___ درد کوئی کافر بھی ہوتا ہے خدا کے واسطے
کوئی جا کے قاتل کو سمجھائیے گا کہ عاشق کا جی کھو کے کیا پائیے گا
کہا دل نے بولو یہ خوں کے تیش یہ دیکھو گے اپنا کیا پائیے گا

میرے تمام حال کی تقریر ہے یہ زلف ___ روزِ سیاہ و ہلکا شبِ گیر ہے یہ زلف
 رہو آہ دل سوز میرے سے فرق ___ کہ ہے خوش چیں اس کے جسم کی برق
 دل کو کبھی پیار دلا کر کے اے جن ___ لاگا نہیں گلے سے مرے آج لگ
 لختِ جگر ہمارا پانوں کے ساتھ کھا کر ___ کرتے ہو ہم سے ہاتھ اب تم چاہا کر

باب الشین

1۔ شورش

شورش تخلص، میر غلام حسین نام، متوطنِ عظیم آباد کے، مشہور میرپنہا کر کے تھے۔ بھانجے
 تھے علامہ وحید کے اور مشورہ سخن کا کیا تھا میر باقر حسین تخلص سے۔ علی ابراہیم خاں مرحوم نے گلزار
 ابراہیم میں لکھا ہے کہ ”میرے آشنائے اور بیماری میں فردر کے جھکاتے۔ فقط اپنے خیالِ فاسد سے
 انھوں نے اپنے کلام کی قباحتوں پر القاف نہیں کیا ہے، اس سبب سے سخن ان کا ہمیشہ سورا
 اعتراضِ سخن گیروں کا رہا ہے۔“ ایک تذکرہ اشعار سے ہند کا زبانِ ریختہ میں انھوں نے لکھا ہے،
 لیکن وہ بھی سبب ان کی خود پسندی کے خالی غلط اور دلائل سے نہ تھا۔ 1195ھ میں اس سرائے فنا
 سے ہارہ نور و منزل بقا کے ہوئے۔ دیوان ان کا زبانِ ریختہ میں مرتب ہے۔ یہ ان کے کلام کا
 منتخب ہے:

ہمارے پاس بھی آیا نہ آیا بھروسہ کیا ہے جی آیا نہ آیا

☆☆

کسی کو خم سے غرض ہے کسی کو جام سے کام قسم مٹاں کی ہے ساقی کے کھجکھام سے کام

آنکھی یہ کفج گل کے سبب سے سب ایذا وگرنہ کیا تھا ہمیں ہم صغیر و دام سے کام
ہماری صبح رہنخ یارِ شام زلفِ نگار نہ سر و ماہ کے ہے ہم کو صبح و شام سے کام
ہر ایک دم میں ہمیں وصلِ بھر میں موجود غرض نہ نام سے رکھتے ہیں نے پیام سے کام
رقیب گرچہ بہت برخلاف ہے شورش ہوا کرے ہمیں ہے یاد اپنے کام سے کام

باب الصاد

1- صانع

صانع تخلص، نظام الدین احمد نام، ساکن بکراہ۔ علی ابراہیم خاں مرحوم نے لکھا ہے کہ
”مہمان قدیم سے میرزا عمر رفیع سودا کے اور دوستانِ صمیم سے اس خاکسار کے تھے۔ بڑے
صاحبِ درد و تاثیر اور طبیعت کی گدازی میں بے نظیر۔ اچھا شعر جب کسی سے سنتے تو کمریوں
روتے اور بے چین رہتے۔ عالمِ اخلاص اور دوستی میں زمانہ کے افتخار، استقامتِ طبع اور رسائی
ذہن میں مستغنی رہتا کرتے۔ سنہ ہائیسویں تک جلوسِ شاہِ عالم بادشاہِ غازی کے ہمیشہ مرشدِ آہاد اور
کلکتے میں پیامِ زندگی کے بسر کرتے تھے۔ آخر 1 ہجری میں ملکب وجود سے رحلت سفر کا پابند
کے راہی کشورِ عدم کے ہوئے۔ فارسی و دیوانِ مشرق ہے ان کا اور برغز کا شوق کثرت تھا۔ یہ اشعار
اس کو کردار کے ہیں:

جہن کی اُس محبت پر دیا تھا جان و دل صانع _____ نہ تھا مظلوم ہو جاوے گا وہ نامہاں اپنا
بلے بھنے ترے جس وقت آہ کرتے ہیں تو دردِ دل سے جہاں کو سیاہ کرتے ہیں

قسم ہے حیرتی ہی، کہانے میں یار تیر نگاہ جگر تلک نہیں دل کو جاہ کرتے ہیں
 وہی ہوئے ہیں تب و تاب جاں سخی آگاہ جو کوئی دل سے گزر گاہ گاہ کرتے ہیں
 خدا بچا دے غم و درد بحر عشق نہیں آہ ڈبا کے زور قی بدل کو جاہ کرتے ہیں
 نہ کوہ کن سے ہوئی بے ستوں میں صانع راہ بڑے دو مرد ہیں جو دل میں راہ کرتے ہیں
 ہوا ہے شوق سو بہن کو دھڑی ہونٹوں جمانے کا نہ جانوں کیا سب یا قوت کے ظلم جمانے کا
 یہ بلبل شاخ گل پر بیٹھ کر کیا شور کرتی ہے صبا کا آج وعدہ ہے مگر کلیاں کھلانے کا

باب الضاد

1۔ ضیا

ضیا تخلص، میر ضیاء الدین نام، متوطن شاہ جہان آباد کے، میرزا محمد رفیع سودا کے ہم عصر تھے۔ نظم و نثر میں مالک تھے طبع بلند کے اور صاحب تھے ذہن اور جہد کے۔ دلی سے جب کہ لکھنؤ میں آئے تو طور سکونت کا وہیں ٹھہرائے۔ ایک مدت اوقات اُسی شہر میں بسر کی اور داد و شعر و شاعری کی دی۔ اکثر شعروں کو اس دیار کے نسبت شاگردی کی اُس شاعر شیریں کام کے ساتھ ہے، انعام نظم میں ان سے بیشتر ہوئی فکر و غزلیات ہے۔ قصیدے سے تو ان کو کچھ انکار سار ہا ہے اور مثنوی کا خیال بھی کم تر کیا ہے۔ آخر عمر بلدہ عظیم آباد میں استقامت اختیار کی تھی اور طبیعت اکثر ساتھ عزالت و گوشہ نشینی کے ہار کی تھی۔ آشتیا پرست اور درد مند، رنج و راحت میں ہمیشہ خود پسند تھے۔ از بسک دار و نہائے فانی کا ناپ ہے راہ گزار جاؤ بقا کے ہوئے۔ مالک دین ان رنگین و متین کے ہیں۔ یہ شعر اس شاعر کی وفات کے ہیں:

باد بھی کھائی نہ تھی دل نے کہ مر جانے کا
 کل کی رسولی تجھے کیا بس نہ تھی اے عجب خلق
 پتا دے آپ صخر ہم کو خالم نقشہ جاتے ہیں
 ہے ماتم کس دوانے کا الہی آج صحرا میں
 ضیاء رکھ ہاتھ سینے پر خبر دل کی بھی لے خالم
 مگر پاں و خاک آڑا تا جوں ابر و جوں بگولا
 اے آہ بچ نکل نہ کہیں دل تھک پڑے
 حیرے ضیا کا حال میں پوچھا تھا شمع سے
 آہ یہ غنچہ تو کچھ کھلتے ہی کھلوانے کا
 اُس کے کوپے میں ضیا پھر آج تو جانے کا
 جو کوئی مرنا ہے اُس کے خلق میں پانی بخاتے ہیں
 کہ سبیں بدلی پھرتی ہیں بگولے خاک آڑاتے ہیں
 کہ آج آنسو تری آنکھوں سے بگولہ ہوتا آتے ہیں
 صحرا میں تو نے بھنوں وحشی ضیا کو دیکھا
 یہ جام بھر رہا ہے مبادا چھٹک پڑے
 اک آہ اُس نے بکھینچی اور آنسو حلق پڑے

باب العین

1۔ عزلت

عزلت تکلیف، سید عبدالولی نام۔ خلف شاہ سعید اللہ سورتی کے۔ وہ شاہ سعید اللہ کے سر و فخر
 فاضلان اور سر حلقہ صاحبان تھے اور بادشاہ عالم گیر کے تئیں اس مرجع خلافت سے اعتقاد صادق
 تھا۔ اصل وطن شاہ صاحب مذکور کا کوئی قصبہ ہے قصبات لکھنؤ سے، لیکن از بسکہ استقامت سورت
 میں اختیار کی تھی سورتی مشہور ہوئے۔ غرض جب عزلت مذکور اپنے والد کی وفات کے بعد دلی میں
 گئے تو شاہ جہان آباد کے سفنوروں کی ہم صحبتی سے لگر میں ریختہ کے پڑے۔ تلاش پر نظم کی دل دیا
 اور حوصلہ شعر و شاعری کا حاصل کیا۔ علی امیر اہم خاں مرحوم نے لکھا ہے کہ ”باوصف تمکنت و فضیلت
 کے اوضاع و اطوار اس عزیز کے خالی بنگی اور بے مغزی سے نہ تھے۔ نواب علی وردی خاں مہابت

جنگ مغفور کے عہد دولت میں دہرہ مرشد آباد کے ہوئے اور مورد عنایت و امداد کے ہوئے۔ حرکات ان سے خلاف ان کے منصب کے عمل میں آتے تھے اور آنکھوں میں ارہاب تیزی کی کیفیت کو اعتبار کی گنتا تے تھے۔ نواب مرقوم العدر کی وفات کے بعد مرز مین دکن نور جمال سے اپنے منور کی اور بتایاے مراہی ملکیت میں بسر کی۔۔۔ دلی ان ان کا مدت سے پاچا کا انتظام ہے، یہ ان کا منتخب کلام ہے:

فقیروں سے نہ ہو نیرنگ لائن فصل ہوئی میں _____ ترا جامہ گلابی ہے تو میرا فرقہ بھگواں ہے
 بہار آئی چمن میں غل ہے بلبل کی مصیروں کا _____ جدا ہے ہر گلی میں شور زنجیر اسیروں کا
 عہت توڑا سرا دل باز سکھلانے کے کام آتا _____ یہ آئینہ تھا، اُس خود میں کے اترنے کے کام آتا
 جلا یا مصوب دل تو نے کیوں برتی تخیل سے _____ جو کج بدلوں تھے جہتی قسم کھانے کے کام آتا
 بتوں کا جور دلیانہ دوا کر مانا ہیں گا _____ کہ جھروں کو وہ مندل درد سر کا جانتا ہیں گا
 بگولہ بن کے دلا بے ستوں میں کوہ کن اب کب _____ سُم ٹنگوں کی مائی ہاتھ مل مل چھانتا ہیں گا
 سیر روزی میں میری قدر کو احباب کیا جانیں _____ اندھیری رات میں کس کو کوئی پہچانتا ہیں گا
 مجھے چاہے کہ پھر مارے جب دشنام یکیں گا _____ ظلیل ہر کے عزت کس حرے سے تانتا ہیں گا
 ہوا ہے داغ اُس کا سفر باز ک آتش گل سے _____ چمن زادوں میں اک مرزا منٹ لالہ ہوا پیدا

☆☆

جدھر نکلے وہ ہوئی باز بانکا _____ گلابی ہے غبارِ راد وہاں کا
 نکل اسید بیوقوفوں سے _____ دل سلامت رہے تو بھل پاتا
 اول ہمیں عشق اپنے سے بیہوش کیا _____ یاد اپنی دی پھر ہم کو فراموش کیا
 ہم نے بھی جس داراے یار سفری _____ دل کو تالاں لبوں کو خاموش کیا

☆☆

ہماری گرد سے دامن بھٹک گیا دلدار _____ کمال سا پڑا جہا ہے اب تلک یہ غبار

یاروں کی خاطر میں کیا دل مرا خیر لے ہیں پر غبار سب دل کیا خاک جا خیر لے
 جس شب کسبج ہو جائے تب آفتاب آوے۔۔۔ ہم بل کے ہو گئے راکھ جب لک وہ آخر لے
 ہم ہیں مطلق یار کی قیمت گراں کیا کیجیے۔۔۔ ہم زمین اور اُس کا رتبہ آسمان کیجیے
 بچا دل زلف کے معرب سے تو کیا۔۔۔ کہ چوٹی نامنی پیچھے پڑی ہے
 تری زلف کی شب کا بیدار میں ہوں تجھ آنکھوں کے ساغر کا سینوار میں ہوں
 کدھر بہتا پھرتا ہے اسے گرے غم۔۔۔ کہ آنکھوں سے تیرا خریدار میں ہوں
 ہر ہو یا شیخ ہو ہے دیکھو مطلقاں کا سر پہ۔۔۔ مردہ بولا ہے کفن پہاڑ قیامت آئی
 دل میں رندوں کے پھولا ہوا غلام شیخ۔۔۔ یا رب اس بزم سے یہ زہر کا کٹڑا جاوے
 کٹلا کے دل جسے پالا سو ہے مرا دلی۔۔۔ جناب پاک جنوں مذ غلطہ العالی
 شانہ اُس زلف میں پھرتے یہ سخن کہتا تھا بات کہتے ہی شب وصل چلی جاتی ہے
 شکستہ گر ہوا دل اب نظر نہ کر مجھ کر یہ نونے آئینے میں منہ تری بلا دیکھے

2۔ عشق

عشق تخلص، شاہ رکن الدین نام۔ شاہ گھسیٹا کر کے مشہور تھے۔ شاہ جہان آبادی۔ نواسے
 شاہ فرہاد کے محمد و مشائخوں میں سے دلی کے۔ جہاں جہاں ہوتی۔ شاہ فرہاد کی حالت سکروستی ہے تو
 کہتے ہیں کہ اس عالم میں تنظیم بادشاہ کی نہیں کی ہے۔ غرض عشق مذکور ایام شباب میں شاہ جہان آباد
 سے مرشد آباد میں آئے اور خواجہ محمدی خاں مرحوم کے ساتھ لباس دنیا داری میں ایک مدت ایام
 حیات ہوتے تمام بسر لائے۔ اگرچہ نہ کچھ خدمت نہ کام رکھتے تھے، لیکن آنکھوں میں امرا یاں
 مرشد آباد کے نہایت احترام رکھتے تھے۔ بعد ایک عرصہ کے اپنے بزرگوں کے طوع پر حراج فقرہ
 درویشی کی طرف آیا اور کئی فضل ایز دی پر کر کے طوع استقامت کا عظیم آباد میں ظہر آیا۔ پھر تو نہایت

زور و شور کے ساتھ مشیخت پناہی کی اور معتقدوں کے هجوم سے عالم درویشی میں شاعری کی۔ طالبانِ راہِ عشق کو ہدایتِ مطلب سے خالی نہیں چھوڑا۔ بقول علی ابراہیم خاں مرحوم 1195ھ تک داوہاں و قال کی دی۔ آخر بلدِ عظیم آباد میں مرشدِ حقیقی قضا کے ارشاد و دعوت پر لبیکِ اجابت، آواز بلند کی۔ دیوان اس مشیخت دستگاہ کا زبانِ ریخت میں مرتب ہے، یہ اس کا منتخب ہے۔

کہنے کو ادھر ادھر گئے ہم تھے تیری طرف جدھر گئے ہم
تاچاں نہ ہوئی عدولِ ٹھکی تو نے کہا مر، تو مر گئے ہم

☆☆

بات کہنے کی نہیں طاقتِ حکایت کیا کروں عشقِ رخصت دے تو شور و شراب برپا کروں
نے دردِ دل ہے باقی نے آدے نے فغاں ہے اے سوزِ عشق کج کہ تو ان دنوں کہاں ہے
دیکھنے بن اُس کے یک دم جین یہ دہتا نہیں اس دلِ کافر کے ہاتھوں سخت گھبرائے ہیں ہم
جوں آفتابِ تاباں کو نام کو یہاں ہوں یہ پر تو ہے تیرا تک دیکھ میں کہاں ہوں
کو نام اور نکلاں ہے ظاہر میں میرا یارو جو دیکھو فی الحقیقت ہوں وہم یا گماں ہوں
باتیں نہ سن تو میری جل جائے گا دپوانے میں برق آساں ہوں یا عشق کی زباں ہوں

☆☆

عرش تا فرش سیر کر دیکھا تو ہی آیا نظرِ جدھر دیکھا
چشمِ تحقیق سے جہاں دھوڑا کافر یوں تجھ سوا اگر دیکھا
تیر کے نام پر ترپتا ہوں اس طرح کا کہیں جگر دیکھا
آبلہ آبلہ ہوئے سب عضو لعلِ الفت میں یہ شر دیکھا
سحر میں سامری کے کیا قدرت تیری نظروں میں جو اثر دیکھا
اپنے ہم چشم سے نکا کہنے ہاں و آہ گھر بہ گھر دیکھا
تک اک انصاف سے اگر دیکھو عشق سا کوئی چشم تر دیکھا

دیدۂ دل جو کر کے دا دیکھا حرم و دیر میں خدا دیکھا
 بنس کے کہنے کا ملامت کر عشق میں تو نے کیا مزا دیکھا
 اس کی لذت کو دل سمجھتا ہے اس کو میں کیا کہوں کہ کیا دیکھا
 دشت تجھ کو قسم ہے مجنوں کی — عشق سا کوئی برہنہ پا دیکھا
 از عدم تا وجود آ دیکھا جان دیکھا سو بے وفا دیکھا
 اپنی آنکھوں سے دیکھے اے خوش چشم مجھ سے کیا پوچھتا ہے کیا دیکھا
 تجھ سے کوئی آشنا نہ ہو یا ہو پر تجھے سب سے آشنا دیکھا
 اس کے دامن تلک نہ پہنچے ہم خاک میں آپ کو ملا دیکھا
 عالم اپنی جہاں میں کہہ تو کہو لب مرا شکوہ میں بہا دیکھا
 کہو غم سے جدا نہ دیکھا میں عشق کو جا کے بارہا دیکھا

☆☆

میں کافر ہوں اگر منظور ہوئے لطف مرہم کا کہ یہ داغ جگر ہے یادگار اس یار ہدم کا
 ترا یہ وعدہ فردا تو دل کو روز فردا ہے کہاں فرست ہے اے نااہل بھروسہ ہے کہاں دم کا
 لڑانے میں مرے کچھ تجھ کو ہے گافانہ کہ تو مگر اتنا کہ گھر اپنا ڈھویا اور مردم کا
 کفایت ہے بروز حشر مجھ کو شعلہ حیدر — کہ جس کے نام سے زہرا ہوا پانی جہنم کا
 چاک دل تا پ گریباں نہ ہوا تھا سو ہوا لطف دل زینت دامن نہ ہوا تھا سو ہوا
 بے وفائی تری دل دیکھ کے اے وعدہ خلاف عشق بازی میں پیشیاں نہ ہوا تھا سو ہوا

3۔ عیش

عیشِ تخلص، میرزا عسکری نام، بیٹے مرزا علی نقی کے۔ وہ مرزا علی نقی بن کو نواب حسین نقی
 خاں کی طرف سے اپنی جہانگیر کی ایک مدت رہی اور زندگی انھوں نے اس خدمت میں نہایت

تھیں حکومت کے ساتھ برسرِ کی ہے۔ فرض میرزا عسکری مذکور جو ان صوبہ و باشعور اور تہذیب اخلاق سے معمور ہیں۔ علی ابراہیم خاں مرحوم نے لکھا ہے کہ ”میرے آشنائیں، بہت ہی با شرم و با حیا ہیں۔ وطن تو ان کا شاہ جہان آباد ہے، لیکن ایک مدت سے مرشد آباد میں آکر رہے تھے اور بعض خدمتوں کے ساتھ سرکار میں با عظم بیگم کے اوقات برسر کرتے تھے۔ دیوان ان کا مورد اشتہار ہے، یہ ان کا علامہ افکار ہے۔“

وہ اگر آدے سر بام کہیں	میں بھی کر لوں اُسے سلام کہیں
کیا ہے یہ قطرہ قطرہ، دے ساقی	ایک ہادی تو بھر کے جام کہیں
اس شب وصل کی سحر اے چرخ	لیجو مت مجھ سے انتقام کہیں
یہ غزل بیش ہے تصدیق سوز	مجھ سے ہوتی تھی انصرام کہیں

باب القاء

1- فقیر

فقیر شخص، میر حسن الدین نام، موطن شاہ جہان آباد کے۔ اُستادوں میں سے شعرائے ہندوستان کے تھے۔ اہل ہند میں جمال کسی کی نہ ہوئی کہ جن مستری میں مقام پر فیضی کے اور خوش بیانی میں جگہ پر ان کے ٹکے کر سکے۔ دارالخلافت شاہ جہان آباد میں ہر روز زندگانی کا انھوں نے نہایت غربت اور استقلال کے ساتھ بسر کیا ہے اور اس عرصہ میں دکن کا بھی سفر کیا ہے۔ چنانچہ بیشتر دکن بطور سیاحت کے دیکھے اور اکثر مقاموں میں میر کی وضع پر پھرے۔ اقسام نظم میں کوئی قسم نہیں رہی کہ ان کے خاصہ سحر آفریں نے اُس میں جادو کاری نہیں کی اور انواع شعر میں کوئی نوع نہیں چھوئی

کہ ان کے ملک گوہر سبک سے اُس میں دُر و ہاری نہیں ہوئی۔ اکثر علوم میں کتابیں ان کی تصانیف سے ہیں۔ خصوصاً مروض و قوائی میں کیا خوب رسالے تالیف کیے ہیں۔ 1117ھ میں واسطے حج و زیارت کے تشریف لے گئے اور بعد حصول سعادت زیارت کے جب کہ پھرے تو کشتی حیات اُس آشنائے بحر معنی کے گرداب سمات میں چابی ہو کر ڈوبی۔ یعنی اس ناخدائے جہاز خن دانی کے جہاز کو باد مخالف نے صدمہ طوفان دیا اور دریائے سقط میں غریق بحر رحمت کیا۔ اگرچہ کہنا رایت کا اُس اہل کمال کا دوں مرتبہ کمال تھا لیکن اکثر واسطے تقفن طبیعت کے اس کا بھی احتمال تھا۔ یہ گوہر آبدار اس بحر خن خبی کے آویز و گوش روزگار ہیں:

درد مندوں سے نہ پاچھو کہ کدھر بیٹھ گئے	حیرتی مجلس میں فیست ہے جدھر بیٹھ گئے
ہے غرض دید سے ہاں کام تکلف سے نہیں	خواہ ادھر بیٹھ گئے خواہ اُدھر بیٹھ گئے
دیکھا ہوئے گمارے ملک کا طوقاں تم نے	لاکھ دیوار گرے سیکڑوں گھر بیٹھ گئے
کس نظر ناز نے اُس باز کو بخشی پرواز	سیکڑوں مرغ ہوا چاند لکے پر بیٹھ گئے
کم ہے آواز ترے کوچہ کے باشندوں کی	بالا کرنے سے گلے اُن کے گھر بیٹھ گئے
مفت اٹھنے کے نہیں یار کے کوچہ سے فقیر	جب کہ ہمز کو جوا کھول کر بیٹھ گئے
آہ تو نے تو کئی بار بلایا ہے ملک	زیادہ گستاخ نہ ہو عرض کو پہنچے کی دھک
کل ہی کی شب کا ہے مذکر کہ جبریل آئے	خوب معلوم نہیں آپ تھا یا اور ملک

2۔ نقان

نقان شخص، اشرف علی خاں نام تھا۔ شاہ جہان آبادی۔ خلف میر ذاعلی خاں بکت کے آنحضہ بہر ان کو خوش طبعی اور خوش اشتعالی سے کام تھا۔ کو کے تھے احمد شاہ بادشاہ کے اور مرلی گری سے غرافت کی ندیم تھے جہاں پناہ کے۔ چنانچہ ظریف الملک کو کے خاں بہادر حضور سے بادشاہ کے

خطاب پایا تھا اور مرید کو شرفی کے ساتھ لطیفہ سنجی کے بہت دور پہنچایا تھا۔ دلی سے مرشد آباد میں اپنے بچا کے پاس کو محمد امین ج خاں کے مشہور تھے، وارور ہوئے، لیکن نہ رہے اور تھوڑے ہی دنوں میں پھر شاہ جہان آباد چلے گئے۔ بعد کئی برس کے عظیم آباد میں آئے اور بطور بود و باش کے وہاں ٹھہرائے، برفاقت میں مہاراجا شتاب رائے کے چند مدت اوقات کائے اور لطیفہ گوئی اور بذلہ سنجی ہی میں دن رات کائے۔ اتفاقاً اصلاہ خن ان کو شیخ علی قلی ندیم شخص سے ہوا ہے۔ نظم و بند میں طبیعت ان کی رسا ہے۔ 1186ھ میں اس جناب کو دریائے خا کے نراٹھنیا کھج کر آشاہر بے کنار بقا کے ہوئے۔ بلدہ عظیم آباد اس شیریں حکام کا دفن ہے اور تھنی روز حشر جنک اب وہیں مسکن ہے۔ زبان و بند میں صاحب دیوان ہیں، غزلیں منتخب ان کے دیوان کی نگہی گئی یہاں ہیں:

شکوہ کرے ہے تو جر مے الٹک مرغ کا ___ تیری کب آتیں مرے لوہو سے بھر گئی
ہستی کے فرا بے نظر آتے جو عدم میں ___ ہرگز کوئی اس خواب سے بیدار نہ ہوتا
اے شیخ اگر کفر سے اسلام جدا ہے ___ بس چاہیے تسبیح میں زقار نہ ہوتا
مجھے تو تعویذ وار اپنا کر گئے اپنے ___ کہ جو شفیق تھے وہ دوست مر گئے اپنے
میت تو ترپے ہے کج نفس میں مرغ چمن ___ اسی ترپ میں تو یہ ہال دہر گئے اپنے
مرا مقام ہے اس سرزمین پہ عاریتا ___ اُدھر کو جاتا ہے آخر جدھر گئے اپنے
کسے تو دھوڑتا پھرتا ہے اے نفاں تھا ___ کہ اس سرا کے مسافر تو گھر گئے اپنے
شب فراق نہ تھا مجھے زلاتی ہے ___ یہ صبح وصل بھی آنسو سے منہ دھلاتی ہے
اگر میری زباں پر بار دیگر انتظار آوے ___ ابھی رونے پہ عالم دل مرا بے اختیار آوے
دل زلف میں اُلجھا مجھے آرام یہی ہے ___ میں صید بلائیں ہوں مرا دام یہی ہے
تاری طرح کہیں زلف بٹاں سے ٹوٹے ___ یا الہی دل بیمار بلا سے چھوٹے
ضیف ہے دل بیمار اس قرینہ سے ___ انک کے آہ نکلتی ہے میرے سینہ سے

عشق تیری گرمی بازار کر گئے اس جنس کو گراں یہ خرید کر گئے
 اٹھ چکا دل مرا زمانے سے اڑ گیا مرغ آشیانے سے
 دیکھ کر دل کو سڑ گئی سڑگاں تیر خالی پڑا نکٹانے سے
 ہم نے پایا تو یہ ستم پایا اس خدائی کے کارخانے سے

☆☆

غیر از دوستی کے مانع دیدار کون ہے وہ یار ہو گیا تو پھر اغیار کون ہے
 نیم غضب رکھے ہے مجھے مغفرت سے دور مگر وہ کریم ہے تو گنہگار کون ہے
 جاگنا نہ کوئی خوابِ عزم سے کہ پوچھتے آسودگانِ خاک میں بیدار کون ہے
 میں مر گیا پہ آہ نہ پوچھا افغان مجھے دردِ جگر کسے ہے یہ بیمار کون ہے

3۔ فرحت

فرحت تخلص، شیخ فرحت اللہ نام۔ چنانچہ اسد اللہ کا۔ اولاد سے قاضی مظہر کے، وہ قاضی مظہر کے چالیس مرزا شاہ بدیع الدین عار کے تھے۔ وطن بزرگوں کا ان کے ماوراء النہر ہے لیکن فرحت مذکور نے دہلی میں پردیش پائی ہے اور عاشق مزاجی، دول بنگلی ہی میں عمر گزائی ہے۔ ہمیشہ بند عشق میں مسلسل سوئیوں کے گرفتار اور سداورد عشق سے بیگانہ خوبیوں کے یار۔ شاعر کہن، عشق و ہم صحبت شعراء نامدار شاہ جہان آباد، علی ابراہیم خاں مرحوم نے لکھا ہے کہ ”یہ عزیز میرا اخلاص مند تھا اور عسرت کا مورد گز نہ تھا۔ جب کہ دہلی سے مرشد آباد میں آیا اور طور سکونت کا وہاں ٹھہرایا، جو مجھ سے ہو سکتا تھا خبر گیران حال گاؤ گاؤ ہوتا تھا۔ غرض بہت تنگی معیشت کے ساتھ عزیز کا نہا ہوتا تھا۔ آخر الامر 1191ھ میں اسی بلد سے کے اندر انتقال کیا اور اس دارِ حیات سے، خلاف اپنے تخلص کے بہت مفہوم کیا۔ زبانِ ریخت میں اُس نے بہت کچھ کہا ہے، یہ منتخب اُس کے دیوان کا ہے:



گڑے اگر چمن میں وہ گلزار اپنا دس چھوڑے کلی سے گل شاہار اپنا
تائیر آہ میں نے نالے میں ہے اثر کچھ ہوئے وہ آہ یا رب کس طرح یار اپنا
جلائے کھیں بھڑک مت آتش سے دل کی میرے رکھ دور مجھ سے دامن اے کوہسار اپنا
اس شوق نے یہ پوچھا فرحت سے کل کونے اس طرح کیوں گنویا میر و قرار اپنا
آنکھوں میں اشک بھر کر بولا نہ پوچھ عالم ہرگز نہیں ہے دل پر کچھ اختیار اپنا

4۔ فدوی

فدوی شخص، میرزا محمد علی نام، معروف میرزا بھگو، متوطن تھے اُس آبجے مگر کے جو کہ مشہور شاہ جہان آباد کر کے۔ نظم رنختہ میں آستا ہے۔ تلاش معنی میں نگر سار کہتے تھے اور بیان حسن میں دل درد آشنا۔ علم موسیقی ہندی میں مناسبت بہت درست اور تان کی سستی اور چستی کے جاننے میں نہایت چالاک و پخت۔ چند روز اُنھوں نے اوقات مرشد آباد میں بسر کی ہے لیکن اس سیر و قماشے کے ساتھ جو کہ وضع اہل نظر کی ہے۔ آخر شہر عظیم آباد میں سکونت کا اتفاق ہوا تو وضع و شریف اس شہر کا ان کا مشتاق ہوا۔ فدویت میں معارف آگاہ شاہ کھینٹا کے حاضر رہتے تھے اور فیض صحبت سے اُس عراق پناہ کے کسب علوم ظاہری اور باطنی کا کرتے تھے۔ چنانچہ اُسی شہر میں اس کچن رہا ط مسافر کش ہستی سے دل اٹھایا اور ایوان مہمان دوست عدم میں اسباب سکونت کا بھجوا دیا۔ زبان رنختہ میں شاعر شیریں بیان ہے۔ یہ اُس کا منتخب دیوان ہے:

مگر خاک پہ میری کبھی اے یار گزرتا مت بھول کے ہرگز مع اخیار گزرتا
ایسا نہ ہو رندوں کی کڑک ہو کہیں مندریل بھگانے سے اے شیخ خبردار گزرتا
خند دیکھو خواہاں کی کہ اک آن کی خاطر مر جائے جو عاشق تو نہ زہار گزرتا

اُس بوکے تصدق ہیں کہ اس گل کی نگلی سے ہے ہاں مہا کے تئیں سو بار گزرتا
 گل یار کے کوچہ کی طرف گزرتے کا فدیٰ _____ مہا آج سے تو اس طرف الٹا گزرتا
 ہم کو تو وفا سے نہیں اے یار گزرتا پر تو بھی جہا سے نہ سترگار گزرتا
 تجھ کو انھیں آنکھوں کی قسم تیر نگہ ہے نکل دل کو بچا بیٹے کے تو پار گزرتا
 جب یار کے آگے سے چلے قافلہ دل کا اے اشک تو ہو قافلہ سالار گزرتا
 مگر نیک دنیا تم نہیں جاتے تو نہ جاؤ ہے مجھ کو تو اس کوچہ سے لاچار گزرتا
 شاید نظر آجائے کسو در پہ تو سو بار فدی کے تئیں وہیں دہوار گزرتا

☆☆

وہ کافر ہماری شب تار ہے جسے دیکھنا مہر کا عار ہے

باب القاف

1۔ قایم

قایم تخلص، شیخ محمد قایم نام۔ متوطن چاند پور عینہ¹ کے۔ نظم ریختہ میں استاد مسلم الثبوت تھے۔ ساتھ طبع بلند اور ذہن رسا کے موصوف، مضمون تراشی اور معنی بندی میں معروف۔ کہتے ہیں کہ ابتدا اے مشتق میں مشورہ سخن کا انھوں نے خوب میر درد تخلص سے کیا ہے اور آخر سخن خجی میں اتفاق اصلاں کا ان کو میرزا محمد رفیع سودا سے ہوا ہے۔ کچ تو یہ ہے کہ بعد سودا اور میر کے کسی ریختہ گوئی نظم کا نہیں یہ اسلوب ہے، در اقم آتم کو تو طور گو یابی کا اس سخن آفرین کے نہایت مرغوب ہے۔ طوہلی کو

اقرار تلخ گفتاری کا سامنے اُس شیریں مقال کے اور خندِ مائی کو اظہارِ فرسودہ زبانی کا روبرو اُس نازک خیال کے۔ صفاے بندش سے اُس کی آئینہ کو طلبِ صفائی دام اور خجالت سے اُس کلامِ رنگین کے گل کو شکستِ رنگی سے کام۔ آبداری اُس نظمِ صفا پرود کی درجک افزا آب کو ہر کی اور موجِ جانی اُس طبع معنی خیز کی حسد انگیز ہنسے کوڑ کی۔ افسوس ہے ایسے شخص کا اس جہانِ فانی سے اٹھ جانا اور داغِ حسرت سے دلوں کو ربابِ فہم کے چلاانا۔ اُس عندلیبِ شاخسارِ سحر بیانی نے شاید 1210ء میں، ادھر ہی نواحِ وطن میں اپنے اس دارِ فانی سے میرِ عالمِ باقی کی کی اور عجب طرح کی ایذا جہان کو اہلِ مسمیٰ کے دی۔ اگرچہ اقسامِ نظم میں کوئی قسم اُس شیریں کلام سے نہیں رہی ہے لیکن رخصتِ طبیعت کے ساتھ غزل اور مثنوی بیشتر کہی ہے۔ دیوان اُن کا بھرا ہوا اشعار آبدار سے ہے۔ یہ ان کے منتخب اشعار سے ہے:

دیا ہی پھر تو نام ہے ہر اک حباب کا اٹھ جائے گر یہ سچ سے پردہ حجاب کا

☆☆

دردِ دل کچھ کہا نہیں جاتا آہ چپ بھی رہا نہیں جاتا
ہر دم آنے سے میں بھی ہوں نام کیا کروں پر رہا نہیں جاتا
یہ کہیو تو قاصد کہ ہے پیغام اسی کا پر دیکھو لینا نہ کہیں نام کسی کا
خواب کی طرف دیکھنے کا بندہ ہوں میں قائم ملنے ہیں کہیں نام ہے بدنام کسی کا

☆☆

بنی بھوؤں سے ڈرا چاہیے کہ کہتے ہیں لڑے ہے کاٹ سداقی سے بیشتر لوہا
جب تک کہ پتو ہم ہیں ترے ساتھ ہمیشہ جوں موج کہ نت لازم ہے آبِ رواں کا
مہدو سے اُس صنم کے برآیا نہ جائے گا یہ ناز ہے تو ہم سے اٹھایا نہ جائے گا
کعبہ اگر جو ٹوٹا تو کیا جائے غم ہے شمع کچھ قعرِ دل نہیں کہ بنایا نہ جائے گا
ہم نے ہر طرح ترے بھر میں دل شاد کیا بنگلی گر آئے تو کچھ کہ ہمیں یاد کیا

کہاں ہے عیشِ عے محسبِ خدا سے اور مری بغل میں جھٹکتا ہے آبلہ دل کا
 دل پا کے اُس کی زلف میں آرام رہ گیا درویش جس جگہ کہ ہوئی شام رہ گیا
 میں اس چمن سے اور یہ مجھ سے چمن گیا لے دل میں اپنے حسرت سرو چمن گیا
 شیریں تو ساتھ خسرو کے کر ذوق سے سہاش پھر تھا حیرتی چھاتی پہ سو کو کبھی گیا
 غلام تو میری چہارہ دلی پر تو رحم کر روٹھا تھا تجھ سے آپ ہی میں اور آپ ہی میں گیا
 روؤں گا ذمہ سایہ دیوار بیٹھ کر جس دن تری گلی میں کوئی داؤ بن گیا
 زلف دیکھی تھی کس کی خواب میں رات ہم حرکت تھے پیچ و تاب میں رات
 خوب نکلے ہم اُس کے کوچہ سے درد نہ آئے تھے اک عذاب میں رات
 یک خالی سی کچھ لگے ہے بغل دل مگر شاید اضطراب میں رات
 بھلا اے ابر مڑاں اب تو بس کر ابھی تو کھل گیا تھا تو برس کر
 بے شغل نہ زندگی بسر کر مگر اٹک نہیں تو آہ سر کر
 کچھ طرف مرض ہے زندگی بھی اس سے جو کوئی جیا سو سر کر
 کیوں کیا مجھ کو تو صیاد گرفتار قفس میں نہ شانتہ بھل نہ مزادار قفس
 جب سوج پر اپنی آگنی چشم دریا دریا بہا گئی چشم
 اب کے جو یہاں سے جائیں گے ہم پھر تجھ کو نہ منہ دکھائیں گے ہم
 ہاں کیوں نہ ملیں گے تجھ سے غلام جب گالیاں بے کی کھائیں گے ہم
 آزدہ ہو غیر سے لڑو یہاں اس عہدے سے کب بر آئیں گے ہم
 ایسا ہی جو دل نہ رہ سکے گا تک دور سے دیکھ جائیں گے ہم
 جوں چاہے چاہ کا سرشت قائم ہیں تو کر دکھائیں گے ہم

☆☆

نہ دل میں آپ ہے نہ تم رہا ہے آنکھوں میں کبھی مدئے تھے سوخوں جم رہا ہے آنکھوں میں

میں مرچکا ہوں پھرے ہی دیکھنے کے لیے حباب دار ذرا دم رہا ہے آنکھوں میں

☆☆

میں کہا عہد کیا کیا تھا رات اُس کے کہنے لگا کہ یاد نہیں

☆☆

لگاہوں سے لگائیں سامنے ہوتے ہی جب لڑیاں نکالیں کل گئیں دونوں طرف سے دل کی ہلکیاں
جب اُسے غیر سے ہو نین کھلانے کا شوق سرمہ کے واسطے پیچھے ہے صفہاں مجھ کو
راہ کے بچ جو رکھتا ہو اُسے گھیر کھو اُس کے کہتا ہے کہ اب چھوڑ مجھے پیسر کھو
اتنی اُسے دیداد دل مجھ پہ نہ پیدا کرو دیکھیں کیا ہو دے خدا کو تو تک اک یاد کرو
کبھی دکھا کے کمر اور کبھی دہاں مجھ کو نپٹ چٹک کیا تو نے اُسے میاں مجھ کو
تو اپنے واسطے اُسے باغباں نہ کاوش کر نپٹ ہے سایہ دیوار گلستاں مجھ کو
جو کہ بچلیں تھیں سوہائے گئیں دیوار کے ساتھ سر پکھلتا ہی پڑا اب درد دیوار کے ساتھ
ایک ہم خار تھے آنکھوں میں بھی کے سوچے ہلہلو خوش رہو تم اب گل و گلزار کے ساتھ
میں ہوں دیوانہ سدا کا نہ مجھے قید کرو جی نکل جائے گا زنجیر کی جھنکار کے ساتھ
تھی شرط مجھے اُس سے تو اک رات بے کی کیا ہے کہ دل اُس زلف سے ہرگز نہ بھرا یا

☆☆

تج چڑھ اُس کی سان پر آئی دیکھیں کس کس کی جان پر آئی
دکن کو حیرے پایا بات کہتے ہماری جزری میں کیا سخن ہے

☆☆

دل و صوفی حنا سینہ میں سرے پر اٹھی ہے یاں راکھ کا اک! حیرانہ راک آگ دہی ہے

☆☆

میں جانتا ہوں کعبہ سے اب دیر کو بھلا یہ بھی دیکھوں خدا کیا کرے

☆☆

مردانِ دُخوار میں یہ حال ہے تقصیر ہے حسرتِ دل سوطرف سے اُس کی دامن گیر ہے
 قتل کرنے سے مرے تو بھی ہوا کچھ منفعل _____ فرق آپ شرم میں، لب تک دم ششیر ہے
 مرجائے کسی سے پہ اُلفت نہ بچے جی دیجیے تو دیجیے پر دل نہ دیجیے

☆☆

مرا کوئی احوال کیا جانتا ہے جو گزرے ہے مجھ پر خدا جانتا ہے

☆☆

یاس میں تجھ غم کے میں اپنی بھی غم خواری نہ کی دل دیا تجھ کو تو میں نے کچھ گنہگاری نہ کی
 دم بدم اس رنجش بجا کو کیا کہتے ہیں شوق دل دیا تجھ کو تو میں نے کچھ گنہگاری نہ کی
 بعد خط آنے کے اُس سے تھا وفا کا احتمال ایک وہاں تک عمر نے اپنی وفا داری نہ کی

☆☆

دل مرا دیکھ دیکھ جتا ہے شمع کا کس پہ دل پھلتا ہے
 گندی رنگ جو ہے دنیا میں میری چھاتی پہ سونگ ڈلتا ہے
 ہم نہیں ذکرِ یار کر کچھ آج اس حکایت سے جی بہلتا ہے

☆☆

گو ہم سے تم ملے نہ تو کچھ ہم نہ مر گئے کہنے کو بات رہ گئی اور دن گزر گئے
 زاہد وہ مسجد پہ خرابات کی تو نے جی بھی بچی چاہے تھا کرامات کی تو نے
 ایدھر تو میں نالاں ہوں اُدھر غیر نہ جانیں اب کس سے مری جان ملاقات کی تو نے

☆☆

مرا جی تجھ کو کیا پیارا نہیں ہے پر اتنا بھی تو ناکارہ نہیں ہے

☆☆

بتوں کی دید کو جانا ہوں دیر میں قائم مجھے کچھ اور ارادہ نہیں خدا نہ کرے
 کیا ہی ٹھکرا ہے یہ کہ جس کے حضور آئینہ کی قلعی ادھڑتی ہے
 قائم آیا ہے پھر وہ بن ظن کر دیکھیں کس کس کی پاں بگڑتی ہے

رباعی

کیا چشم ہے دنیا کہ یہ ارباب نصیم بے قرب کریں ہم کو دکھا کر در و نیم
 سہر میں خدا کو بھی نہ کہجے سجدہ عراب جو خم نہ ہو برائے تعظیم

مثنوی بردیہ

سردی اب کے برس ہے اتنی شدید صبح نکلے ہے کانپتا خودشید
 ان دنوں چرخ پر نہیں ہے سر گود میں کاگڑی رکھے ہے سپر
 پانی پر جس جگہ کہ کائی ہے سبزہ وہ شال کی رضائی ہے
 دن کی کتنی ہے دھوپ میں اوقات کالے کل میں رات کاٹے ہے رات
 چرخ کی اٹھسی قبا ہے ہمیش نہیں یہ کبکشاں ہے وانا کیش
 ندی پر آ کے بیٹھے جو بگلا پروں سے اپنے اوڑھے ہے دگلا
 برف کو چوں میں ہوں پڑی ہے صاف جوں کہ اڑتا ہے پتھر نواف
 کمرے کو دیکھتے تھے سب یار خنڈ سے ہے قلع کے تی میں غبار
 پر جو دیکھا ہے غور کر میں آپ نکلے ہے منہ سے آسمان کے بھاپ
 باد چلتی ہے بلکہ تند اور سخت روز شب کا نپتے رہے ہیں درخت
 گرچہ سرا سے خام و عام ہیں شل پر کہوں کیا میں حال اہل دول
 لپنے رہتے ہیں روئی میں مجبور جس طرح ناشپاتی و انگور

جا کے طوائف کو جو دیکھو کہیں برنی چھٹ کچھڑکاں میں اس کے نہیں
کالم اب سردی کا ہے یہ مذکور شعر ہو گر شک تو رکھ معذور

مختص

شیخ تو نابود ہووے یا ترا پندار نیست بکند ویراں ہوں یا ہوں برہمن یکبار نیست
کام کیا ہے مجھ کو گو ہوں راہب دودار نیست کالر عظم مسلمان مرا درکار نیست
ہر گم سن تار گشت حاجت زنا نیست

☆☆

عاشقوں کے رونے کی یکساں ہی ہوتی ہے دامن دیکھ ہم روتے ہیں لعل دل جو جی چاہے تو جن
ہم نہ کہتے تھے تجھے ظالم کہ آئے بات سن اور را با دیدہ گریبان من نسبت گمن
نہج ہاریدگی دارو لے خونبار نیست

رباعی

دیکھ حال مرا اٹھا کے سو سو چلے ساتھی بھاگے ہر اک طرف کو جی لے
کہتی تھی جو کلش میں نہ چھوڑوں گی قدم سو اس کے بھی ہو چکے ہیں کئے ڈھیلے

2 - قدرت

قدرت تخلص، شاہ قدرت اللہ نام۔ ساکن شاہ جہان آباد کے۔ مشہور سخنوروں میں سے
تھے۔ رشتہ دار تھے میر تقی میر الدین فقیر کے۔ صاحب مذاق تھے چاشنی درد و تاثیر کے۔ نظم و سجع میں
ذہن رسا رکھتے تھے۔ خاطر سخن مستور اور طبع سخن آشکار رکھتے تھے۔ طرز مضمون آفرینی سے ماہر،
اور ادراک فلسفی و برہمنی کلام سے اُن کے ظاہر۔ اکثر فکر و اشعار فارسی کی بھی کرتے تھے لیکن نظم و سجع

پر مرتے تھے۔ تازہ کرنے میں مضمون کے اپنے ہم عصروں میں ممتاز اور صفائی میں بندش کی یاد رکھنا خیالوں سے ہم کے دم ساز تھے۔ وارث مزائی کے یاد اور آزادہ حالی سے سروکار۔ ایک مدت سے دلی کو چھوڑا تھا اور دارو مرشد آباد تھے۔ اکابر اور اعزاء اُس شہر کے سب ان سے برسرِ عنایت و امداد تھے۔ علی ابراہیم خاں مرحوم نے لکھا ہے کہ ”مجھ سے ان کو اخلاص اور اتحاد تھا۔ واقعی عزیز اپنے طور کا استاد تھا۔ شاید 1205ء میں اُسی بلدے کے اندر انتقال کیا اور طبعی کو صاحبِ طہوں کے حد سے زیادہ بڑھال کیا۔“۔ ویساں میں اُس صاحبِ قدرت کے ہر قسم کے اشعار ہیں۔ یہ غزلیں ان کی منتخب افکار ہیں:

ہنگامہ پر پیر و درخ اب بسر آیا اے یادہ کشاں مژدہ کہ بحر ابر تر آیا
کچھ دیر ہوئی اشک نہیں آنکھوں سے گرتے شاید یہ مڑکاں کوئی لخت جگر آیا
غفلت میں کئی شام جوانی تری صد حیف جری میں تو تک چونک کہ وقت سر آیا
ترے حضور میں جب قصد عرض حال کیا ہجوم گریہ نے میری زباں کو لال کیا
میں داغ تازہ میں توڑے یہاں تلک باغن کہ ایک بدر کا کاسہ پر از ہلال کیا
ہوا ہے اُس کے گلوں میں گرہ دم اعجاز ترے لیوں نے سبھا سے کیا سوال کیا
ٹوٹی کند بخت کا وہ زور رہ گیا جب بام دوست ہاتھ سے کچھ دور رہ گیا
ادب سے دُغم گرچہ برے ہو چلے ولے تاسود تھا جگر میں سو تاسود رہ گیا
دلوں سے زحمت دل یہاں جنت مسدود تھا یک ذرا کھولا تو دیکھا حالت نہ دور تھا
کبریائی کا جو دیکھا میں نے جس جا پر ظہور اپنی اپنی حد میں جو پیکر تھا اک نرود تھا
حالتِ قدرت پر چتا ہے کچھ تو عالمِ مجھ سے سُن اُس کے بالیں پر دعا کو آج ہی موجود تھا
آہ جو اُٹھتی تھی دردِ دل سے تھی لپٹی ہوئی اشک جو گرنا تھا سو لخت جگر آلود تھا
چتاہوں سے یہ دل چتاب رہ گیا اپنی ٹپش میں جل کے یہ سیما رہ گیا
آنسو تھے ہیں پر نہیں سوکھی ہے چشم تر دریا اتر گیا ہے پہ گرداب رہ گیا

ہم پہ تمام مصیبت آج بھر آنے لگا یاد گھر جانے لگا اے دے گھر جانے لگا
جب سچا دشمن جاں ہوں تو کب ہو زندگی کون رہ نکلا سکے جب شہر بیکانے لگا
مجھ کو غفلت نے خبر ایام فرصت کی نہ دی آہ جب جاتے رہے دن جب میں بچھڑانے لگا
کب تک اے نالہ زہر لب رہیں گا تو کمرہ حوصلہ باقی نہیں بس جی تو گھبرانے لگا

☆☆

دل سدا سینہ میں چلتا ہی رہا لہجہ دل آنکھوں سے ڈھلتا ہی رہا
تو نے گو مجھ کو دلا سے میں رکھا جی مرا تو بھی تو کھلتا ہی رہا
دل ہو اسیر زلف سیرہ قام رہ گیا صید ضعیف سر کے تیر دام رہ گیا
جب دیکھتا ہے مجھ کو تو دیتا ہے گالیاں اپنے نصیب کا یہ اک انعام رہ گیا
آگے نہ بھل سکا ترے کو پہے کو چھوڑ کر خورشید جا کے تا یہ لب بام رہ گیا
قدت کس آمرے پہ کئے گی یہ زندگی آنے سے اب تو نام و پیغام رہ گیا

☆☆

آتشِ فردز دل ہے تا حسنِ شعلہ زد کا ہر انگ ہے شرارہ ہر آہ ہے بمبو کا
دھڑھے ہے پاس اب کیا سیز میں فیم زہلوں کے مدت سے لٹ چکا یہاں سامانِ آرزو کا
کشتہ ہوں جان و دل تیرے خدنگ کا میں بحر کہاں میں بیجا بیاسا سرے لبو کا
تقد لب مرتا ہے بیتِ موجِ دمِ شمشیر کا اے غرورِ نازِ کچھ بھی فکر اس ٹنجر کا
خوابِ غفلت نے گئی تھی ان دنوں دل کو ابھی آہ بھر کس نے یہ چیمڑا سلسلہ زنجیر کا
رنگِ خونِ تشنگاں جس جا سے اڑ سکتا نہیں ہوں اسیرِ ناتواں اُس خاکِ دامنِ گیر کا
گھر سے جس وقت وہ غارت گرا یہاں نکلا کفر سے گھر گیا دیں سے مسماں نکلا
وہ دل جمع کر اٹھا جو بغل سے اپنی تو بزمِ خلکینِ زلف پریشاں نکلا

☆☆

اس چشم سے ہو کے آپ نکلا سید سے دل خراب نکلا
 جو نالہ جگر سے پار نکلا لے کچ پر اک سہاب نکلا
 خط آیا ولے ہمارے خط کا منہ سے نہ ترے جواب نکلا

☆☆

بیت المحزن میں شب کہ ترا انتظار تھا کھٹکا ہر ایک دل کا سرے ہی کے پار تھا
 ایدھر بھی ایک بار جفا کی عیاں کو بھیڑا دل ہے خندگ دوست جگر ہے سناں طلب
 دست برد و ظلم سے تیرے ہیں جتنے ہم خراب اس قدر بھی ہووے گا عالم میں کوئی کم خراب
 زخم سے دل کے ابھی اسے چارہ گر بہتا ہے خوں مست ڈوبے فائدہ پھائے نہ کر مرہم خراب

☆☆

کمزے دوتا کمزے سر کو پکنا خوشا ایام اوقات محبت

☆☆

ہرزہ گردی سے رہائی کے بھڑوا بھر مجھے زنداں میں اسے زنجیر کھینچ
 جان ہے دابست اس پیکاں کے ساتھ میرے پہلو سے نہ اپنا حیر کھینچ
 ذرا قفس سے قفس تو ملا کے رکھ مباد کہ تا اسیر کریں مل کے ایک جا فریاد
 جہاں نظر پڑے پاؤں تلے طے کاغذ کبھ کے نامہ مرا ہاتھ میں نہ لے کاغذ
 میں کیونکاس کو کھیں خط جب شکوہ آہ سے یہاں ادھر چلے قدم اور اس طرف گئے کاغذ
 کسے جز خون دل بیکانہ میں منظور ہے ساغر مری آنکھوں میں تجھ بن دیدہ ہامور ہے ساغر
 آہ روے پاک تیرا کس طرح آدے نظر لہجہ دل جب چھا رہا ہو دیدہ فناک پر
 یہ دل شوریدہ جیسے ساتھ ہے زپہ زمیں شورِ محشر ہی رہا قدرت کی مشت خاک پر
 تجلی جلوہ چاہے تو صفائے سید پیدا کر اگر دیدار کا طالب ہے تو آئینہ پیدا کر
 ہے جلا شام، آتش د آہ سحر آتش کیا زہست ہو اپنی ادھر آتش ادھر آتش

جز داغ تدارک نہیں اس داغ جگر کا آتش کے جلے کو نہ کرے یہ جگر آتش
 چاہے کو اگر داغ سے چھاتی کے چھڑا دوں خاشاک کے پہلو میں چپے آن کر آتش
 چل بے دنیا سے بن دیکھے ترا دیدار حیف لے چلے حسرت بھرا یہاں سے دل انگار حیف
 جرم پر حیرتی محبت کے ہمیں کرتے ہیں قتل حفظ جاں کے واسطے گر کیجیے انکار حیف
 مرگ پہلی ہی جب تلک آئے فراق درد کیا جانوں کو سر پر کیا بلا لائے فراق
 رخم پہلو نے نہ پانی آہ دل ناکام تک حیف پہنچا ہے نہ اپنا کار شوق انجام تک
 صبح کے ہوتے ہی ہورے جس کی یہ حالت جاہ آہ و بچارہ بھر جوے گا کیونکر شام تک
 کر چکا ہے کام اپنا یہاں تو درد انتظار جب تک پہنچے ہے کام صد اس بت خود کام تک
 ہم نہ کہتے تھے کہ قدرت مت جن کی راہ چل لے مٹی آخر ہوائے گل گلچن دام تک
 رنگ کچھ اور ہی بدلا ہے مرا چناب دل ہے گھڑی آتش کا پر کالا گھڑی سیاب دل
 گرے تھے آ کے اس در پر کچھ کر اپنا ماں ہم اگر تو ہے نہیں راضی تو جاؤں آہ کس کن ہم
 ہوا یوں بھر گئی اس بزم کی اپنے نصیبوں سے گئے جاتے ہیں اور ب دست تیرے ایک دامن ہم
 شب بھر کو قدرت اس طرح ہم رو کر کرتے ہیں کبھی سر کو پچھتے ہیں کبھی کرتے ہیں شیون ہم
 جوں نقش قدم ہیں ترے دے خاک نشیں ہم تامل نہ نکلیں آپ سے چھوڑیں نہ زمین ہم
 نسبت ہے ہماری تری جوں سایہ و خورشید جس جان نہیں تو ہم ہیں جہاں تو ہے نہیں ہم
 کہتے وہ دل کہ پلک مارتے یاں دریا ہے اب بھد خون جگر چشم کو تر کرتے ہیں
 تیرے جاں سوختہ خورشید قیامت کے تیش ہر سر پیچہ ناسور جگر کرتے ہیں
 بھیج مت مرہم کا فور تو قدرت کے حضور یہ علاج اور ہی دھوئیں پہ اثر کرتے ہیں
 ابرو ترے کہتے ہیں کہ میں تیغ دوسر ہوں عاشق کا یہ دلوئی ہے کہ میں سینہ پیر ہوں
 شاید دنیا نہ سزاوار ہوں دیں گا اے دے میں قدرت نہ ادھر ہوں نہ ادھر ہوں
 دل سے کہاں نے کہاں میں یاں رہوں ناک یہ پر چھتی ہے بھلا میں کہاں رہوں

قدرتِ بزمِ خاک بھی آرام کب ملے۔۔۔ یہ دردِ داغ ساتھ ہے میرے جہاں رہوں
 آگ اُس داغ کو لگیو کہ تنک سود نہیں پھوٹے وہ آنکھ جو لختِ جگر آلود نہیں
 مرنا آتشِ دودی کہ جلایا ایسا جمل بجھے سر سے لے پاؤں تنک اور درد نہیں
 دُغم پر دُغم گئے تب ہو قسلی دل کی۔۔۔ حوصلے پر مرے اک دُغم کچھ افزود نہیں
 شام کو دھوا ہوں سو خونِ جگر سے آتشیں صبحِ خونِ آلودہ ہے پھر چشمِ تر سے آتشیں
 تو بھی کم ابر بہاری سے نہیں اے چشمِ تر کہے اب دُغمِ جن خونِ جگر سے آتشیں
 لختِ دل ہوا تنک ہرگز خاک پر کرنے نہ دے۔۔۔ بھر لے لے قدرت تو اس لعل و گہر سے آتشیں
 جنوں تیرے ناخن مگر گھس گئے ہیں کہ عقدہ چڑا ہے بکارِ گریباں
 چپنے گئے تنک ہنگلوں مڑو سے۔۔۔ پھر آئی ہے فصلِ بکارِ گریباں
 قافلہ کے قافلے اس رہ میں جوں نقشِ قدم ہو گئے پامال تیرے حسرتِ پاؤں میں
 یہ نہ کر مرہم سے داغ سینے پر نور کو کوئی بجھاتا ہے ارے ظالم چراغِ نور کو
 داغ نے دل کو مرے تھا نہ چھوڑا ایک دم دُغم سینے سے سدا آلت رہی ناسور کو
 تب حرا دیے گا قدرت دُغم سینے پر تنک۔۔۔ دے سر ناخن سے پہلے آشتی انگور کو
 نہ جاں بزم سے ہرگز جھک مت طرفِ دلیں کو نہ دے برباد اے ظالم غبارِ خاکساراں کو
 ہوا سوچ جنوں سے تار تار از بسکہ بچ رہاں گریباں ڈھونڈھے ہے دامن کو اور دامن گریباں کو

☆☆

تم نے تو منہ چھپایا اُس زلفِ خنریں میں۔۔۔ یہ شامِ غم ہماری اب کس طرح سر ہو
 میں رکھا ہے ابرو کہاں کے نشان کو۔۔۔ بُنا بھیڑیو مت مرے استخوان کو
 گلو گھر ہے یاں تنک ناتوانی کہ سینے سے لب تک نہیں وہ نفاں کو
 اڑائی زبں خاک ماتم میں دل کے۔۔۔ کیا ہم نے آخر زمیں آسمان کو
 نوح کشی سے خبردار کہ یاں چھاتی ہے۔۔۔ مرہم تازہ ناسور کہن چھوٹنے ہے

کس کی نیرنگی یہ برق خاطر مایوس ہے جو شرر دل سے اٹھا سو جلوۂ طاؤس ہے
 صبر و طاقت تو کبھی کے کوچ یہاں سے کر گئے اب دماغ تنگ ہے اور زنجیر ناموس ہے
 کل ہوں اس طرح سے ترفیع دیتی تھی مجھے قطعہ کیا ہے ملک روم و کیا ای سرزمین روس ہے
 سنتے ہی مہرت یہ بولی اک تماشا میں تھے چل دکھاؤں تو کہ قید آرز کا محبوس ہے
 لے گئی یکبارگی گور غریباں کی طرف جس جگہ جان تنہا سو طرح مایوس ہے
 مرقہ میں دو تین دکھلا کر لگی کہنے مجھے یہ سکندر ہے یہ دارا ہے یہ کیا کوس ہے
 پوچھ تو ان سے کہ جاؤ و ملکب دنیا سے آج کچھ بھی حق کے ساتھ فیر و حسرت ناموس ہے
 کل تو قدرت پائے خم رکھتے تھے تسبیح ربا آج زمین جام سے پھر خرقہ سالوس ہے
 سینہ اس کا ہے دل اس کا ہے جگر اس کا ہے تیر پیدا و جد حرم زاع کیے گھر اس کا ہے
 اس گلی سے جو کوئی گزرے سوچی سے گزرے دیکھ اس راہ نہ چل راہ گزر اس کا ہے
 لعل دل لوک مژدہ پر نہ سمجھ اے ہوم تخم غم دل میں جو بویا تھا ثمر اس کا ہے

☆☆

نہ تھی تاب تکہ جب لگ گیا دور آنکھوں سے نہ ہوا چشم کا بہتر تھا ایسی گور آنکھوں سے
 جہاں جلوۂ نور دیدہ آنکھوں کے مقابل ہے جدا ہوتے نہیں جاوے نگہ کو دور آنکھوں سے
 زہی قدرت کی صف جبر سے قابض ہے کھٹ میں اشدت بات کی کرتا ہے جوں رہنموا آنکھوں سے
 کر اقصی قناعت کا سفر تا تجھ پہ روشن ہو کہ چشم سود سے بھی تنگ تر ملک سلیمان ہے
 لب قدرت سے جز فریاد کچھ ریش نہیں کرتا یہ کچھ شاعر نہیں ہے اپنے دل کا مرثیہ خواں ہے
 نہ واقف کارواں سے ہوں نہ کچھ آگاہ منزل سے کیا میں وادی الفت کو طے اک جنبش دل سے
 گئے سخن کہ بتے تھے پڑے نالے آنکھوں سے سرخاں تک اک انگ اب آتا ہے مشکل سے
 کرے تو ذوق جب تک اور کو یہ مفت مرنے ہے نہ ہو غافل ارے صیاد صید نیم نمل سے

نصیحت بوجھ ملنے کو کہ یہ عالم اک افسوں ہے کہ ہر فرہاد شیریں ہے کہ ہر لیلیٰ و مجنوں ہے
 تو کیا سلاہن پر ہنسے کہ تجھ بن کیونکہ گزربے ہے یہ سر ہے اور زانو آستیں اور ہشتم بڑے خوں ہے
 آساں نہ کئے گی یہ جدائی کی جو شب ہے مشکل ہے قیامت ہے مصیبت ہے غضب ہے
 دل بڑ داغ ہے اور حسرت پا بڑی ہے دستِ اُمید ہے اور دامنِ مایوسی ہے
 دل گم کشتہ خبردار کہ یاں سینہ میں تیر بیداد سدا درپے جاسوسی ہے
 دم جاں بخش کی اُس کے جو پڑی ہے یہ دھوم اب بھی نے مگر تیری زباں چوی ہے
 جس جگہ جلوہ ترا مایہ مہوشی ہے یاد میں اپنے اگر ہے تو فراموشی ہے
 آہ یہ کون سی منزل ہے کہ رکھتے ہی قدم نقش پا سے مرے سجدہ کو ہم آغوشی ہے

☆☆

سرکش ترے لیے جہاں ہے اے خانہ غراب تو کہاں ہے
 جو زخم کہ ہو چکے نہ ناسور وہ زخم نہیں دہال جاں ہے
 قدرت تک کھول چشمِ عبرت مگر فکر سراغِ رنگاں ہے
 جو نقش قدم ہے اس زمیں پر آئینہ حال وہ رواں ہے
 افک اب آنے سنی کچھ تھم رہے لختِ دل مڑگاں پہ شاید جم رہے
 اب تو اس منزل سے نہیں اٹھتے قدم بہاں آگے چلو تم ہم رہے
 ہر آن اک ستم ہے ہر لفظ اک جفا ہے کوچہ قرا ہے ظالم یا دشتِ کربلا ہے
 مگر نہیں کسی سے اس پر ہے کیا مصیبت یا رب یہ دل ہمارا کس سے جدا ہوا ہے
 ہو گرد باد چیدہ ہم کو ادھر ہے جانا صحرا میں گم ہوں گا یہ فخر رہنما ہے

☆☆

باب الکاف

1۔ کلیم

کلیم تخلص، شیخ محمد حسین نام۔ شاہ جہان آبادی۔ مشہور مخدوم ہے دلی کا اور قراچیوں میں میر تقی میر تخلص کے تھا۔ ایک رسالہ عروض و قافیہ کا اس نے زبانِ ریختہ میں لکھا ہے اور مخصوص القلم کا ترجمہ بھی زبانِ ہندی میں کیا ہے۔ ایک نثر اور بھی رکتیں زبانِ ریختہ میں ریختہ نظم معنی رقم رکھتا ہے لیکن بار صاف اس خوش گوئی کے کلام مشہور بہت کم رکھتا ہے۔ عہدِ دولت میں احمد شاہ بن فرودس آرام گاہ کے ایام اس کے شعر و شاعری کا تھا اور زمرہ پر داؤاں شاہ جہان آباد کے ساتھ ہم سفر و ہم نوا تھا۔ چنانچہ دلی ہی میں اس خرابہ دار قافی سے گزرا اور مقیم بیت المسعود کا شائد باقی کا ہوا۔ صاحبِ دیوان اور شاعر شیریں بیان تھا۔ یہ اس کلیم طور سخن دانی کے کلام سے ہے:

گور و غمِ رضواں کو میں اک آن میں دیکھا ___ جب گلی کی طرح جھانک کر بیان میں دیکھا
گنتی ہے اب تو قتلِ مینا سے دل کو نہیں ___ دے دن مجھے کلیم کہ یہ شیشہ رنگ تھا
قبر میں بھی لیے ہمراہ گیا اپنے کلیم ___ آہ کیوں دردِ دل اپنا نہ کسی کو سونپا
رکھتا ہے زلفِ یار کا کوچہ ہزار بچ ___ اے دل سمجھ کے جانو ہے راہ مار بچ
ہو چکا حشر مگی دوزخ و جنت کو خلق ___ رہ گیا میں ترے کوچے میں گرفتار بنوز



پوچھ مت غم کی داستاں اے دل ___ کہ پڑا ٹوٹ آسماں اے دل
بھری کی بھی سر کر مجھے ہم ___ اس بگی سے بھی بس گزر مجھے ہم

داں غصہ ہوئے رقیب پر تم۔۔۔ یاں مارے ادب کے مر گئے ہم
بات اُس کی زبان پر آئی پھر خرابی جہان پر آئی

☆☆

غروہ حسن ممکن کیا کسی کی داد کو پہنچے۔۔۔ غرض ہم سن چکے احوال ہم فریاد کو پہنچے
اُس کے اہد کی اگر تصویر کھینچا جائیے۔۔۔ اذل اپنے قتل پر ششیر کھینچا جائیے
غرق ہے منہ پہ ترے یا گلاب چکے ہے۔۔۔ مجب ہے مجھ کو کہ شطہ سے آب چکے ہے
تجھے میں نگہوں میں کیوں کر کہوں کہ ہے برسات۔۔۔ پھر ایسا گمر کہ یہ خانہ طراب چکے ہے

رامعیات

گل زد تو چمن میں اچھلی سے نہ گیا۔۔۔ یہ دل بھی کلی سے بے کلی سے نہ گیا
جو کوئی گیا دل کو گیا چھوڑ یہاں۔۔۔ دل سے تو کوئی تیری کلی سے نہ گیا
دنیا کے ہاتھ سے جو دل ریش ہیں ہم۔۔۔ اس واسطے یاں عاقبت اندیش ہیں ہم
دنیا داری و توکری محنت و کسب۔۔۔ جب کچھ نہ بنا کہا کہ دردیش ہیں ہم

باب اللّام

1۔ لُطْف

لطف تخلص۔ میرزا علی نام۔ راقم ہے اس چند اوراق پر چٹان کا، کہ مانند نمائے اعمال اپنے
کے سیاہ کیے اور اسم گرامی والد بزرگوار کا اس خاکسار کے کاظم بیگ خاں ہے۔ متوطن اسطر آباد۔
شجاعت بنیاد کے ہیں۔ 1154ھ میں نادر شاہ کے ساتھ شاہ جہان آباد میں تشریف لائے اور
ابوالمصور خاں صفدر جنگ کی وساطت سے کہ آپس میں معرفت و لایت کی تھی، مصدر عنایات

بادشاہی ہوئے۔ اب آگے بیان اسودات وغنی باعث ہے طول کلام کا اور وہ معاملہ دیکھا ہوا ہے خاص و عام کا۔ بہر حال غزل فارسی کے کہنے میں حضرت کو یہ طوطی تھا اور بھری تھکس آپ کا تھا۔ اس تذکرے میں اشعار ہندی کا التزام ہے، اس سبب سے یہاں لکھا نہیں گیا آپ کا کلام ہے۔ اصلاح فارسی کی اس بچیدان کو آپ ہی کی جناب سے ہے اور مشورہ ریتہ کا فقط اپنی ہی طبع ماصواب سے۔ یہ غذف ریتہ سے کتنی ایک کہ سراب گاہ طبع ناقص کے فراہم ہوئے تھے۔ عرض خدمت ارباب معنی کے کیے جاتے ہیں:

پاس ناموس محبت فرض ہے پروانہ دار	طبع ماں سوز شب بھراں زباں پر لائیں کیا
بلبل دگل میں وہ جوشش سر و قمری میں یہ ربط	مگستان و ہر میں پھر دل کے تیشاں لکھائیں کیا
غیر لبریز شکایت ہے مری جانب سے آج	سُن کے میرے قدرداں اب دیکھیے فرمائیں کیا
چمن کو گل جو تری سے کشی کا دھیان آیا	ہر ایک پات کے کھڑکے پہ گل کا کان رہا
رہا جو زندہ شب تیرا فراق میں قیس	سیاہ خیمہ لیلیٰ کا اُس کو دھیان رہا
جو عمر خضر ہو شاید تو وصل ہوے نصیب	یہ زندگی جو تھی اس میں تو امتحان رہا
نہ آنکھ بھر کے کسوڑ سے ہم تو دیکھ سکے	وہ سامنے بھی اگر اپنے ایک آن رہا
نہ کر اے بلبل دل سوختہ مہاؤ کا شکو	کہ جاں بازوں کے دیں میں کفر ہے جلاؤ کا شکو
نہیں شیریں پہ کچھ متوقف یہ قسمت کی خوبی ہے	زبان تیشہ سے کوئی سُنے فریاد کا شکو
میں اپنے سرو قامت سے ہی کیا شاکی تھا مگن میں	قلی ہو گئی قمری سے سُن شمشاد کا شکو
نہ تھا میں ہی اپنی خانہ ویرانی کا شاکی ہوں	کرے ہے اک جہاں اُس خانہاں آباد کا شکو
ترے کا نون تلک بھی لطف کچھ آواز آتا ہے	_____ ہے اک عالم کو تیرے نالہ و فریاد کا شکو
ایک دن حال دل زار نہ دیکھا نہ سنا	جج تو یہ تجھ سا بھی دلدار نہ دیکھا نہ سنا
دیکھ کل نہیں مری رو کے لگا کہنے طیب	کبھی میں نے تو یہ آزار نہ دیکھا نہ سنا
وہ مجھے تم نے دکھایا ہے کہ یعقوب نے جو	کبھی اے دیدارِ خوبار نہ دیکھا نہ سنا

لخت دل کرتا ہے کیا کیا صعب مڑگاں پہ نمود اس جواں سا بھی نمودار نہ دیکھا نہ سنا
 چشم اور گوش زمانہ ہیں مگر اُس کے لطف _____ بانی حیدر گزار نہ دیکھا نہ سنا
 ہے اس شدت سے رنگینی کوئے یار کا چرچا کر بھولا غنلیوں کو گل گزار کا چرچا
 ڈھکا رہ جائے اسرار محبت تو غنیمت ہے ہوا ہے اب بھیسوں میں مرے آزار کا چرچا
 برنگِ حکیرِ قصور رہتا ہوں سدا سائمت ہے اس پر اُس کی محفل میں مری گفتار کا چرچا
 ہمیں ہے پد کے چرچے سے یہ فرصت کہاں ہم کہ اب دن رات بیٹھے کیجیے اغیار کا چرچا
 بیانِ دردِ دل کس لطف سے کرتے ہزارِ فحسوں جو ہوتا بزم میں اُس کی بھی اشعار کا چرچا
 زہے غفلت کہ ہم دنیا کو بزمِ عیش کبھے تھے کھلی چشم حقیقت ہیں تو کام اڑ رہا نکلا
 نہ کراے لطفِ ناحق رہ رہا دن دہر سے بخت _____ یہی رستہ تو کھا کر پھیر ہے کعبہ کو جا نکلا
 از بس نہ ہوا ہم سے سر انجام محبت شرماتا ہے دل لیتے ہوئے نام محبت
 قرباد سا نہ رنگ نہ بھجوں سا کیا حال _____ کس منہ سے اُسے بھیجئے پیغام محبت
 کیوں کر نہ بھلا ہدم ہو زندگی اب مشکل ہیں دل میں تو سو باتیں اور جنبش لب مشکل
 اک آہ کے کرنے کو سو چاہیں تہیدیں کس سے کہیں حالِ دل ہے آہِ عجب مشکل
 دو لاکھ بہانے ہوں نت روئے دو آنسو _____ دو دن کا ہوا بیٹا ہم کو تو غضب مشکل
 یاروں نے یہ تو کہیے کیا کیا بُھانیاں ہیں بے وجہ کچھ نہیں یہ ہم سے ڈکھائیاں ہیں
 میں کیا ہوں باختِ رنگ اس شعلہ زو کے آگے مہتاب کے بھی منہ پر پھلختی ہوائیاں ہیں
 اک جوئے شیر بدلے اسے آفریں ہے قرباد کیا بے مستوں میں خوں کی نہریں بہائیاں ہیں
 کب فحشِ دل اپنا دامنِ مہا ہو تجھ سے گو سیکڑوں گلوں کی عقدہ کشائیاں ہیں
 طاقتِ حباب ساں اک نظارہ کی ملی ہے ان فرستوں پہ کالم یہ خود نائیاں ہیں
 کعبہ سے ہم نہ واقف نہ بکدہ سے آگاہ یہاں آستانِ دل ہے اور جب سائیاں ہیں
 اُس قد کا سر سے ذکر چھوٹا منہ اور بڑی بات غنچہ کے دل میں بے ذہب باتیں سائیاں ہیں

اے لعلؔ اس غزل پر کہنا بقول سوداؔ یہ عاشقی نہیں ہے زور آزمائیاں ہیں

☆☆

او میاں تیغ والے اور اک زخمؔ کب سے ہم ایڑیاں رگڑتے ہیں
برگہ لُگل جس خط خزاں میں جھڑیںؔ لختِ دل یوں مڑہ سے جھڑتے ہیں
بس غم یار اب نیز جلدیؔ ورنہ اب یار ہی نہڑتے ہیں

☆☆

تم ہو بزمِ بخش ہے وہاں اور صحبتِ داریاںؔ ہم ہیں کج غم میں یہاں اور جان سے جڑاریاں
تم کو سیرِ باغ و گلکشید چمن کا وہاں ہے شوقؔ یاں بدن پر ہے جھومِ داغ سے گلکاریاں
دھیان ہے آرائشِ زلف پریشاں کا حصیںؔ یاد ہیں حال پریشاں کی سرے کچھ خواریاں
تم صفا ساعد و بازو دکھاتے ہو وہاںؔ ہم پہ یہاں سوئے بدن کرتے ہیں نشترِ زاریاں
تم نے دکھائی وہاں پیٹ اور چوٹی کی بھینؔ یاں مری چھاتی پہ ہیں کالے لے لہریں ماریاں
نیک بندہوں سے یہاں ہم نے تو آنکھیں موند لیںؔ تم وہاں چٹوڑ کی دکھاتے ہو جاودہ گاریاں
یہاں برنگِ بیکرِ تصویر ہم خاموش ہیںؔ کنگڑو کی تم دکھاتے ہو وہاں طزاریاں
قیقے تم مارتے ہو وہاں پاواز بلندؔ دشمنوں سے یہاں چھپا کر ہم ہیں کرتے زاریاں
ہر مریضِ غم کی جاں بخشی کا ہے تم کو دھیانؔ کھینچ گئیں یاں طولِ شدت سے مری پتھاریاں
اضطرابِ دل سے بے پردہ ہوا یہاں رازِ عشقؔ سوچتی ہیں وہاں قصیں ہر بات میں نہ مکاریاں
کیا کسی سے بات کیجئے بھولتے اک دم نہیںؔ اُن بھلاؤں سے وہ باتوں میں تری عیاریاں

☆☆

نہیں یہ شیشہ مت اے تختِ مچا دھو میںؔ دھرا ہے آہلؔ دل ہمارے پہلو میں
کب اپنی چشم میں طوفانِ نوح کو ہو قدرؔ کہاں ہے یہاں وہی عالم ہر ایک آنسو میں
اگرچہ فرق زمیں آسماں کا ہے تا ہمؔ لے ہے وضعِ فلک کی بہت ترے غم میں

غبارِ بیکسی سے کیا ضرر پاکیزہ جوہر کو
 گزر جا سر سے مایہ قلم گر ہے سر شاہی
 کبھی تو خاکساروں کا بھی غم خانہ کروشن
 چھٹکا مرکا اک دم میں پیانا ہے اے ساقی
 پھر انہوں کا دل تنگِ ملامت سے نہ مرنے تک
 کیا ہم نے تو ترکِ دعا کو دعا اپنا
 نہیں معلوم کیا اس نیندِ سوزاں میں پنہاں ہے
 نہ میں لڑا ہوں اے عشق نہ مجھ کو دل خست
 تری طرہِ سخن بچنی کہیں اے لطفِ گلشن میں
 جس دن سے ہم تجھ کو کے ہیں دہل گئے ہوئے
 اللہ رے قید خانہ ہستی کہ دم کے ساتھ
 رویا میں دیکھ مرقہِ مجنوں کو دھاڑ مار
 پارے چھنے سپر بلا اُس گلی میں آج
 پیار کا ترے تو کھلا حال بعد مرگ
 یادِ اپنی پیش زد ذرا غمیرو کہ جوں جوں
 رکھ سوچ کر قدم مرے داری میں گردِ باد
 کوئی تو میرے نامِ صانعِ دانا سے یہ کہو
 کیا دن تھے وہی لطف کہ ہے تھے مثلِ ذلف
 خورشید کی بھی آنکھ فلک پر جھپک گئی
 سب کنارہ گیر اپنے اور بیگانے ہوئے
 شہر میں پایا نہ تیرے جور نے غمرا کہ اب
 کہ بخشے ہے جلا گردِ تپتی آب گوہر کو
 نہ آساں کچھ پاتا ہے بخشیِ افسر کو
 نہیں گو کچھ بھی نقشِ یورپا تو ہوگا ہنر کو
 دقا دشمنِ شتابی کر ذرا لبریزِ ساغر کو
 بڑا ہی چاہیے بحرِ جنوں میں ہارِ فکر کو
 خدا تو فیضِ بخشے نیک چرخِ سلفِ ہرور کو
 کہ ہر تارِ نفس جوں دھندِ شمع آج سوزاں ہے
 مرا پھر خطرِ بھلا تو کیوں کوہِ دیباہاں ہے
 نئے امداد سے بلبلِ جن میں اب غزلِ خواں ہے
 دامن کی جا یہاں ہیں گرہاں گئے ہوئے
 ہر اک قدم پہ لاکھوں ہیں زلِ دماں گئے ہوئے
 تھے جائے گلِ درختِ مہیلاں گئے ہوئے
 ہیں تو وہ ہائے گنجِ شہیداں گئے ہوئے
 سینہ میں دھم تھے کئی پنہاں گئے ہوئے
 ہم پیچھے پیچھے آتے ہیں نالاں گئے ہوئے
 پاؤں سے اپنے ہیں یہ دیباہاں گئے ہوئے
 دل چھوٹنے ہیں باتوں میں نالاں گئے ہوئے
 کانوں سے اُس کے ہم سے پریشاں گئے ہوئے
 تک جو گرہِ خطاب کی اُس کے سرکِ مٹی
 لب کی نسلِ گل میں ہم بے طرح دیکھانے ہوئے
 مگر یہ مگرِ عالم مرے مذکورِ افسانے ہوئے

بزم میں آیا جو شب وہ گل زربخاں شمع سے
 شمعے ہیں کی نقشب نے صبح و سہ سہ
 تو تو کس کا آشنا ہے ہاں مگر کہنے کو ہم
 روشن ضمیر کیونکہ نہ ہوں دل کے داغ سے
 وہ خود فروغ آگیا بارے چمن میں گل
 ہوئے نضائے ہستی بیہوش کا بُرا
 اُس گلبدن بغیر ہمیں سیر باغ میں
 جس دل زدے کو تیرا بلبل ہو بائیک زاغ
 دیکھنا جن صورتوں کا شکل تھی آرام کی
 رخصت اے اہل وطن اب ہم ہیں اور آبادی
 یاد نے اُن نگ کو چوں کی نفا سحر کی دیکھ
 گردش چشم ہماں کے بلکہ ساغر نوش تھے
 جب سے کھینچا لطف رنج فرقت یار و دیار

☆☆

کیوں دل پہ مرے جاو اُن آنکھوں کا نہ ٹھن جائے
 چلیں وہ نکلیں کہ نظر جب پڑے اُن پر
 بے چین بہت لطف کی ہے کل سے طبیعت
 کیا سب بتائیں جنتے جنتے باہم رک گئے
 دیر تک شہ خن کل اُس میں اور ہم میں رہا
 بھرے جتنی پاکیزگی کی اُھر سے آتی ہوئی جاتی
 نہ ہم سے بگڑا ہوا دینی نہیں ہے کہ تم کو رہاں اس کا

جس پر کہ پڑے آنکھ سو دیر نہ ساہن جائے
 سینہ میں یہ عالم ہو کلیجہ کا کہ چمن جائے
 اٹھ کرے آج وہ روٹھا ہوا ٹھن جائے
 خود بخود دیکھو وہ کچھ اور دھرا دھرم رک گئے
 بولے غم گھبرا کے جب آخر کے تیں دم رک گئے
 بڑھائی تھوڑی سی اب بھرے بہت ہی تم نے اُھر نکلتی
 کہے گی خلقت کہ ہو گئی بس دو دیکھو وہاں کی آسمانی

رباعیات

جنت سے کہے بزم مری پر دیکھو یوں جام کہے جم سے کہ مجھ کو دیکھو
 ہر آئینہ آئینہ محل کا حیرے — کہتا ہے سکندر سے کہ منہ تو دیکھو
 منہ رکھتے ہیں کیا صاحب تاج و تہکم جو خاک نشینوں کے تئیں جانے سقیم
 ہم آنکھ اٹھا دیکھیں نہ گردوں کی طرف مگر غم نہ ہو ماہ نو برائے تقسیم

باب الحمیم

1- میر

میر تقی، نام ہی اُس تکین خاتمِ سخنِ آفرین کا میر محمد تقی ہے۔ موطن اکبر آباد کے۔
 سراج الدین علی خاں آرزو تخلص آپ کے کچھ رشتہ داروں میں دور کے تھے۔ ابتدائے سن شعور
 سے پرورش انھوں نے دارالخلافہ شاہ جہاں آباد میں پائی ہے اور خانِ مذکور کے فیضِ صحبت سے عظیم
 ریختہ کی کیفیت پار کیوں کے ساتھ اٹھائی ہے۔ تازگی مضمون کی اور غلو معافی کا بیان سے ان کے
 ظاہر ہے، فی الحقیقت کہ شاعر مذکور لطافتوں سے ریختہ کی بخوبی ماہر ہے۔ جو تخلص کہ ظاہرہ گاہِ سخن
 میں چشمِ خوردہ ہیں رکھتا ہے اور چاشنیِ خرد سے امتیازِ ذائقہ تلخ و شیریں رکھتا ہے تو وہ اس بات کو
 جانتا ہے اور اس مرحلو کو پہچانتا ہے کہ میر شیریں مقال میں اور ریختہ گویاں سابق و حال میں۔ نسبت
 خورشید و ماہ ہے اور فرق سفید و سیاہ ہے بلکہ حجابِ اگر مانع نہ ہو بیان کا تو تفاوت ہے زمین اور آسمان
 کا۔ غرض اس تردد سے زبانِ قلم کی اور اس خواہش سے عارضِ قلم کی مراد یہ ہے کہ نقدِ روانی سے
 انصاف کی اور ناگہی سے اہل دنیا کی، اب بازارِ سخن سازی اس وجہ کا سند ہے اور ہوائے شہرستانِ سخن

طرازی اس مرتبہ فاسد کہ میر سا شاعر جو کہ محرکاری سخن میں ظلم ساز ہے خیال کا اور جادو طرازی بیان میں معانی پر داز ہے مقال کا، وہ اپنی شہینہ کا محتاج ہے اور بات کوئی نہیں اس کی پوچھتا آج ہے۔ جس ایام میں کہ درخواست صاحبان عالی شان کی زبان وادان ریختہ کے مقدمہ میں نکلتے سے لکھنو کو گئی تو پہلے کرنل اسکاٹ صاحب کے درپردہ تقریب میر کی ہوئی، لیکن علت جبری سے یہ بچارے بھول کے محمول ہوئے اور جوانان نوخیز مرثیہ گری سے قوت بدنی کے مقبول ہوئے۔

زمانہ خوش طبیعتوں سے کبھی نہیں خالی ہے، اکثر اہل لکھنو پکارتے تھے کہ کلکتے میں شاعری کی جادو خواست خالی ہے، کس واسطے کہ یہ جانتے سب اہل قیصر ہیں کہ آج بھی بوڑھے کے سامنے نو جوان نور کے میں سویر ہیں۔ اب بھی جو بوجھ تنکبہ معنی کا جز ثقیل طبع سے تراو کر کے وہ دکھاتا ہے، جوان اگر کوہ بونیس ہے تو قحط سے اس کے کر بخراتا ہے۔ بہر تقدیر غرض جب میرزا محمد رفیع سودا بلند لکھنو میں اس دار فانی سے عالم باقی کو سودا دارے تو میرزا کور شاہ جہاں آباد میں تھے۔ 1197ء میں روایات عزم اس صاحب الفکر مضامین تازہ کے حرکت میں آئے اور خود بدولت لکھنو میں شریف لائے۔ نواب آصف الدولہ مرحوم نے روز ملازمت خلعت فاخرہ دیا اور تین سو روپے مشاہرہ مقرر کر کے حسین علی خاں ناظر کے سپرد کیا۔ اگرچہ گرفتہ حراستی سے ان کی روز بروز صحبت نواب مرحوم سے بگڑتی گئی، لیکن تنخواہ میں کبھی نہ قصور ہوا اور نواب سعادت علی خاں بہادر کے مہد وزارت میں آج کے دن تک کہ 1215ء میں وہی حال ہے جو اوپر مذکور ہوا۔ اقسام نظم میں یہ صدر نقیض بارگاہ و خندانی ہر قسم چکیدہ خاندانہ معجزہ نازک رکھتا ہے لیکن سچ تو یہ ہے کہ تعلیم غزال میں بد بیضار رکھتا ہے۔ قصیدہ تو ختم میرزا محمد رفیع سودا پر ہوا۔ ہاں طرزِ مثنوی کی بھی ان کی بہت خوب ہے، خصوصاً دریائے عشق، جو ان کی مثنوی ہے، داک جہان کے مرغوب ہے۔ یہ رہنما قوم سخن سرمایہ گان کا مالک چار کتاب پر دلیل و برہان ہے۔ یعنی صاحب چار دیوان، خوش بندش و خوش بیان ہے۔ مثنویاں بھی متعدد ان سے محبت جریہ و روزگار ہیں۔ یہ غزلیں ان کی منتخب افکار ہیں:

اس دور میں الٹی محبت کو کیا ہوا چھوڑا دیا کو اُن نے مروت کو کیا ہوا
 اُمیدوار وعدہ دیدار مر چلے آتے ہی آتے یارِ قیامت کو کیا ہوا
 چمن میں گل نے جو گلِ دعویٰ جمال کیا جمالِ یار نے منہ اُس کا خوب لال کیا
 بہارِ رفتہ پھر آئی ترے فاشے کو چمن کو یمنِ قدم نے ترے نہال کیا
 لگا نہ دل کو کہیں کیا سُنا نہیں تو نے جو کچھ کہ میر کا اس عاشقی نے حال کیا
 حجابِ جی کو دیکھا دل کو کہاب دیکھا جیتے رہے تھے کیوں ہم جو یہ عذاب دیکھا
 دل کا نہیں ٹھکانا حالتِ جگر کی گم ہے حیرے بلا کشوں کا ہم نے حساب دیکھا
 لیتے ہی نام اُس کا سوتے سے چونک اُٹھے ہے خیر میر صاحب کچھ تم نے خواب دیکھا
 ہمارے آگے ترا جب کسی نے نام لیا دلِ ستم زدہ کو ہم نے تمام تمام لیا
 خراب رہتے تھے مسجد کے آگے بہت خانہ لگا و مست نے ساقی کے انتقام لیا
 وہ کچ روٹ نہ ملا راستے میں ہم سے کہو نہ سیدی طرح سے اُن نے مرا سلام لیا
 پیغامِ غم جگر کا گلزار تک نہ پہنچا تارہ مرا چمن کی دیوار تک نہ پہنچا
 اُس آئینے کے مانند نگار جس کو کھا جائے کام اپنا اُس کے فم میں دیوار تک نہ پہنچا
 لبریز شکوہ تھے ہم لیکن حضور اُس کے کارِ شکایت اپنا گھٹار تک نہ پہنچا
 مستوریِ خودیِ دو دلوں نہ جمع ہو دیں خوبی کا کام کس کے اظہار تک نہ پہنچا
 ہسٹ سے لے کے تگل اور گل سے لے کے شمع یہ کُسن کس کو لے کے بازار تک نہ پہنچا

☆☆

گل کو محبوب میں قیاس کیا فرق نکلا بہت جو پاس کیا
 صبح تک شمع سر کو دھتی رہی کیا پتھنے نے التماس کیا

☆☆

ہم خاک میں ملے تو ملے لیکن اے سپر اُس شمع کو بھی رواہ پہ لانا ضرور تھا

کل پاؤں ایک کاسے سر پر پڑا جو میرے
 کہنے لگا کہ دیکھ کے چل رہا ہوں
 ایک سردہ استخوان فلکستوں سے چور تھا
 میں بھی کبھی کسی کا سر بڑھو رہا تھا

☆☆

دل سے شوقی رہ گونہ گیا
 مجھ کو جاکنا کہو نہ گیا

☆☆

گھڑا بنائے چرخ سے تار نگاہ کا
 آنکھوں میں جی مرا ہے ادھر دیکھنا نہیں
 خانہ خراب ہو جیو اس دل کی چاہ کا
 مرنے ہوں میں تو ہاے رے صرف نگاہ کا
 ایک قطرہ غم ہو کے مڑے سے لپک پڑا
 سر سے ہاتھ ملے کفنِ عشق میں حیرے یعنی
 دل پہنچا ہلاکت کو بہت کھینچ کسلا
 جمع ہم نے بھی کیا ہے سرد سماں یکجا
 گزروں پہلو ہاں سر ہر خانہ سب تک
 جس دشت میں پھنسا ہے مرے پاؤں کا چھلا

☆☆

دل کے جانے کا نہایت غم رہا
 میرے رونے کی حقیقت جس میں تھی
 غم رہا جب تک کہ دم میں دم رہا
 ایک مدت تک وہ کاغذ غم رہا
 تجھ کو میرے حال سے تھی آگہی
 تیرے شب سب کو خبر کر گیا

☆☆

یاد اس کی اتنی خوب نہیں میر باز آؤ
 کاسے سر کشاں جہان میں کھینچا تھا ہم نے سر
 تاروں پھر وہ جی سے بھولا یا نہ جائے گا
 پایاں کار مود کا خاک قدم ہوا
 دل و دماغ ہے اب کس کو رنگینی کا
 جو کہہ کہ یہاں ہے سوائسوں ہے جوانی کا

☆☆

ایک آنکھوں میں کب نہیں آتا
 لہو آتا ہے جب نہیں آتا

دل سے رخصت ہوئی مٹی خرابی گریہ کچھ ہے سب نہیں آتا
 عشق کو حوصلہ ہے شرط درد ___ بات کا کس کو ڈھب نہیں آتا
 جو یہ دل ہے تو کیا سرائیام ہوگا ___ خاکِ بھی خاک آرام ہوگا
 سخت کافر تھا جس نے پہلے میر ___ مذہب عشق اختیار کیا
 دل عشق کا ہمیشہ حبيب نبرد تھا ___ اب جس جگہ داغ ہے وہ آگے درو تھا
 عاشق ہیں ہم تو میر کے بھی غلبہ عشق کے ___ دل جل گیا تھا اور نفس لب پہ سرد تھا

☆☆

غول کو اس کے چہرے کی کب پہنچے آفتاب ہے اس میں فرق زمین آسمان کا

☆☆

کام ہل میں مرا تمام کیا غرض اُس شوق نے بھی کام کیا
 تیرے کوسچے کے رہنے والوں نے ___ یہیں سے کعب کو سلام کیا
 دھب خط و خال میں خواہاں کے میر نامہ اعمال یہ کر گیا

☆☆

جو اس شور سے میر روتا رہے گا تو ہمایہ کا ہے کو سوتا رہے گا
 میں وہ رونے والا جہاں سے چلا ہوں جسے اب ہر سال روتا رہے گا
 تو اب گالیاں غیر کو شوق سے دے ہمیں کچھ کہے گا تو ہوتا رہے گا
 مجھے کام ہر دم ہے رونے سے تاح ___ مرے منہ کو کب تک تو دھوتا رہے گا
 مرا غول تھ پہ غول ثابت کرے گا کتارے بیٹھ کر ہاتھوں کو دھوتا
 وصیت میر نے مجھ کو بھی کی تھی ___ کہ سب کچھ ہوتا اک عاشق نہ ہوتا
 کیا بعد مرگ یاد کروں گا وفا تجھے سہتا رہا جفا ہی میں جب تک جیا کیا
 مٹاں مجھ مست بن پھر قتل مینا نہ ہو دے گا ___ بے گلوں کا شیشہ پتکیاں لے لے کے ہوا گیا

آرام عدم میں نہ تھا ہستی میں نہیں تھیں _____ مظلوم نہیں میرا ارادہ ہے کہاں کا
 اٹنی ہو گئیں سب تدبیریں کچھ نہ دوانے کام کیا دیکھا اس بیماری دل لے آخر کام تمام کیا
 عہد جملنی بدود کا ناجیری میں لیں آنکھیں موند یعنی رات بہت تھی جاگے صبح ہوئی آرام کیا
 ناحق ہم مجبوروں پر یہ تہمت ہے بھکاری کی چاہتے ہیں جو آپ کریں ہم کو عبث بدنام کیا
 کس کا کعبہ کس کا قبلہ کون حرم ہے کیا احرام کوہے کے حیرے ہشتادوں نے سب کو سب سے سلام کیا
 شیخ جو ہے مسجد میں بیٹھارات کو قحطے خانے میں بچہ، خرقہ، ٹکڑا، ٹوپی مستی میں انعام کیا
 کاش لب برقع منہ سے اظہار نہ بھر کیا حاصل ہے آنکھ موندے پر اپنے اُن نے گودیدار کو عام کیا
 یہاں کے سفید وسیہ میں دخل جو ہے سواتکا ہے رات کو بدود صبح کیا اور دن کو جوں توں شام کیا

☆☆

زندگانی بھی ایک وقفہ ہے یعنی آگے چلیں گے دم لے کر
 ضعف یہاں تک کھنچا کہ صورت گر رہ گیا ہاتھ میں قلم لے کر

☆☆

کام آنے کا نہیں ایک بھی یار آخر کار ہاتھ سے جائے گا سر روئے کار آخر کار
 مشجہ خاک اپنی جویاں ہے یہاں اس پنہ جاؤ _____ سر کو بھیجنے کا فلک تک یہ غبار آخر کار
 میر گم کردہ چمن زمرہ پرواز ہے ایک جس کی لے دام سے تا کوٹھ گل آواز ہے ایک
 ناتوازی سے نہیں مال فشانے کا دماغ ورنہ تا باغ قفس سے مری پرواز ہے ایک
 کوٹھ کو ہوش سے تک کھول کے سن شود جہاں سب کی آواز کے پردے میں سخن ساز ہے ایک
 مٹی کی جہاں بھی دیکھی دیکھی وقائے بلبل اک مشت پر پڑے تھے گلشن میں جائے بلبل

☆☆

سیر کر مندلیب کا احوال _____ ہیں پریشاں چمن میں کچھ پر و بال
 دن نہیں رات نہیں صبح نہیں شام نہیں وقت لٹنے کا مگر داخل تمام نہیں

بے قراری جو کوئی دیکھے ہے کہتا ہے یہی _____ کچھ تو ہے میر کہ اک دم تجھے آرام نہیں
 چلا نہ اٹھ کے وہیں بھر تو چپکے چپکے میر _____ ابھی میں اُس کی نگلی سے پکار لایا ہوں
 ملے گئے ہو دو دو دیکھے کیا ہو کیا نہیں تم تو کرد ہو صاحبی بندے میں کچھ رہا نہیں
 نازِ بیاں اٹھا چکا دو کو میر ترک کر _____ کعبہ میں جا کے بیٹھ میاں تیرا کر خدا نہیں
 گردشِ فلک کی کیا ہے جو دورِ قلعہ میں ہوں دیتا رہوں گا چرخِ مدام آسماں کو میں
 عاشق ہے یا سرِ بیض ہے پوچھو تو میر سے پاتا ہوں زرد روزِ بدوز اس جواں کو میں

☆☆

مددِ قنارے پار رکھتے ہیں تو بھی ہم دل کو مار رکھتے ہیں
 بھیر کرتے ہیں میر صاحبِ عشق ہیں جواں اختیار رکھتے ہیں

☆☆

دن گزرتا ہے مجھے گھری میں تا کیا ہو رات جاتی ہے اسی فلم میں کہ فردا کیا ہو
 خاک میں لٹوں کہ لوہوں میں نہاں میں میر _____ یارِ مستغنی ہے اُس کو مری پروا کیا ہو
 عشق کو نفع نہ پہچانی کرے ہے نہ فلیب کرے تدبیر جو یہ درد وہ دوا رکھتا ہو
 ہائے اے زخمی شمشیرِ محبت کا جگر درد کو اپنے جو ناچار چھپا رکھتا ہو

☆☆

فقیرانہ آئے صدا کر چلے میاں خوش رہو ہم دعا کر چلے

☆☆

یا رب کوئی ہو عشق کا پیار نہ ہو دے مر جائے بولے اُس کو یہ آزار نہ ہو دے
 زماں میں پسے طوق پڑے قید میں مر جائے پر دامِ محبت میں گرفتار نہ ہو دے
 اس واسطے کانپوں ہوں کہ ہے آہِ نیتِ مرد یہ بازِ کھجے کے کھنکس پار نہ ہو دے
 مانگے ہے دعا دیکھ مجھے غلط یہ ظالم یا رب کسی کو اس سے سروکار نہ ہو دے

محرانے محبت ہے قدم دیکھ کے دکھ میر یہ سیر سر کوچہ و بازار نہ ہو۔

☆☆

جو دے آرام تک آدمی میر___ تو شام غربت اک صبح وطن ہے
 عشق میں بے خوف و خطر چاہیے جان کے دینے کو جگر چاہیے
 باطل آغوشِ ستم دیدگاں اٹک سا پاکیزہ ٹکڑ چاہیے
 شرط سلیقہ ہے ہر اک امر میں___ عیب بھی کرنے کو ہنر چاہیے
 نہیں دوسراں جی گنوانے کا ہاے رے ذوق دل لگانے کا
 دم آخر ہی کیا نہ آتا تھا___ اور بھی وقت تھا بہانے کا
 اب جو اک حسرت جوانی ہے عمر رفتہ کی یہ نشانی ہے
 اس کی شمشیر تیز ہے ہدم سر رہیں گے جو زندگانی ہے
 پاں ہوئے میر ہم برابر خاک___ وہاں دہی تاز و سرگرمی ہے
 ادا سمجھ سکتا ہے بہزاد اس کی دے تقدیر کھینچے گا یہ ہم نے مانی

☆☆

گرم ہیں شور سے تجھ حسن کے بازار کئی___ رشک سے جلتے ہیں یوسف کے خریدار کئی
 کیا حال چاہا کرینے جب طرح پڑی ہے وہ طرح تو نازک ہے کہانی یہ بڑی ہے
 کیا فکر کروں میں کہ نئے آگے سے گردوں یہ گاڑی مری راہ میں بے طرح اڑی ہے
 ہے چشمکِ انجم طرف اس سے کہ اشارے دیکھو تو مری آنکھ کہاں جا کے لڑی ہے
 وہ دن گئے جو چہروں کی رہتی تھیں آنکھیں اب یہاں ہمیں مہلت کوئی پل کوئی گھڑی ہے
 ایسا نہ ہوا ہوگا کوئی واقعہ آگے اک خواہشِ دل ساتھ مرے جی کے گھڑی ہے
 جاتے ہیں چلے متصل آنسو جو ہمارے ہر تارنگہ آنکھوں میں موتی کی لڑی ہے

☆☆

رباعیات

اب عشق میں میر پاؤں دھرتا ہے گا سب زیت مغض اپنی کرتا ہے گا
 یارو چلو سب چل کے اُسے سمجھاویں _____ افسوس کہ نوجوان مرتا ہے گا
 غوغا پہ کشی عام کی ہے ہم نے ہر صبح غموں میں شام کی ہے ہم نے
 یہ مہلت کم کہ جس کو کہتے ہیں عمر _____ مر مر کے غرض تمام کی ہے ہم نے
 اب وقت عزیز کو جو یوں کھو گے پھر سوچ کے غفلت کے تئیں رو گے
 کیا خواب گراں پہ روز و شب ناکل ہو _____ جاگو تک میر پھر بہت سو گے
 دل فم سے ہوا گداز سارا اللہ غیرت نے ہمیں عشق کی مارا اللہ
 ہے نسبت خاص تجھ سے ہر ایک تئیں _____ کہتے ہیں چنانچہ سب ہمارا اللہ
 تسبیح کو بدلتی سنبھالا ہم نے خرقہ برسوں گلے میں ڈالا ہم نے
 اب آخر عمر میر جی کی خاطر سجادہ گرد رکھنے نکالا ہم نے

2۔ مظہر

مظہر تخلص، میرزا مظہر جان جاناں کر کے مشہور تھے۔ مشہور سخنوروں میں دلی کے نظم و نثر
 رشتہ میں نہایت خوش بیان اور انداز گفتگو میں نادر زبان تھے۔ اصل وطن ان کا اکبر آباد ہے اور دلی
 ان کے نشو و نما کی بنیاد ہے۔ قناعت اور استغناء طبعیت کے ساتھ مشہور اور علم و عمل سے نقد کے
 معصوم تھے۔ حسن پرستی و دل بستگی سے رغبت تمام رکھتے تھے اور عشق حقیقی و بھاری سے کام۔ انعام
 اللہ خاص یقین اور فقیہ صاحب در و مند ان کے شاگرد ان رشید سے کہاتے ہیں اور میر عبدالحی تاباں
 تخلص بھی علیٰ ہذا القیاس اسی طرح سے گئے جاتے ہیں۔

کہتے ہیں کہ مظہر روز عاشور کو لب بام پہ اپنے گھر میں سر راہ بیٹھے تھے اور کوئی سروار
 بدویلوں کا بھی آیا ہوا تھا واسطے ان کی ملاقات کے، کہ ناگوار گزر رخصتوں کا ان کے زیر بام سے ہوا۔

اُس ردِ جیلے نے کمرے ہو کر سینہ زنی بھی کی اور موافق سلام سے ہوا اور میرزاؑ نے مذکور جس طرح بیٹھے تھے اُسی طرح بیٹھے رہے، بلکہ جسم ہو کر فرمانے لگے کہ ”بارہ سو برس جس مقدسے کو ہو چکے ہوں ہر سال اُسے زیادہ کرنا کیا بدعت ہے اور نگزیوں کو سلام و تسلیم کرنا نہایت عقل کی خفت ہے۔“ یہ گفتگو سمجھتے وہ لوگ جو کہ علم اور شدتوں کے ساتھ تھے انہوں نے سنی اور تعصب کی مرزاؑ کے مذکور کے امام باڑوں میں اور محفلوں میں دو تین شب گفتگو رہی۔ آخر شب شہادت کو، کہ عبادت شب و ہم عاشورہ سے ہے۔ کوئی شخص ان کے دروازے پر آیا اور ان کو باہر بلوایا۔ جب باہر آئے تو بے گفتگو ایک چوٹ چلنے کی نذر کی اور کام ان کا پورا کر کے تلوہ راہ اپنے گھر کی لی۔ سن ابھی ان کا قریب سو برس کے تھا اور ایسا دلم کا رہی کھایا لیکن اشتغال سے پھر اپنے تئیں کوٹھے کے اوپر پہنچایا۔ 1194ء¹ تھے کہ اُس روشن ساز سائل صدیقی نے اور اُس مسئلہ پر دارالہکام فاروقی نے اس آئینہ زنگار آلود دنیا سے منہ پھیر لیا اور سفرِ خلفائے راشدین کے منارِ دل کے طریقت پر کیا۔ یہ اشعار ان کے نتائجِ افکار سے ہیں:

گرچہ الطاف کے قابل یہ دل زار نہ تھا _____ اس قدر جور و جفا کا بھی سزاوار نہ تھا
 نہیں کچھ غم کہ یوں ملتا نہیں یہاں غسل میرا _____ کہ میں رہتا ہوں دل کی بیکسی پر ہائے دل میرا
 ہم نے کی ہے توبہ اور دھومیں بچاتی ہے بہار _____ ہائے کچھ چلتا نہیں کیا مفت جاتی ہے بہار
 ہم گرفتاروں کو کیا ہے کام گلشن سے دیک _____ جی نکل جاتا ہے جب سننے ہیں کساتی ہے بہار
 مرتا ہوں میرزاؑے گل ہر سحر _____ سورج کے ہاتھ جو مرے دیکھا سب کے ہاتھ
 مظہر چہا کے رکھ دلِ نازک کے تئیں مرے _____ یہ شیشہ بچتا ہے کسی میرزا کے ہاتھ

☆☆

خدا کے واسطے اُن کو نہ تو کو بھی اک شہر میں قافل رہا ہے

1۔ کسی نے کیا ہے مثل تاریخ آپ کی وفات کی کہی ہے ”عاشِ حبیباً ماتِ شہیداً“ لطف یہ ہے کہ یہ الفاظ حدیث نبوی کے ہیں۔

☆☆

رسوا اگر نہ کرنا تھا عالم میں یوں مجھے ایسی نگاہ باز سے دیکھا تھا کیوں مجھے

3۔ مضمون

مضمون مخمس، شیخ شرف الدین نام۔ موطن ہاج مو کے تھے۔ ہاج مو ایک قصبہ ہے قصوں میں سے اکبر آباد کے۔ جس ایام میں کروطن سے اپنے یہ وارو شاہ جہان آہا میں ہوئے تھے تو زینت المساجد میں آن کر اترے تھے۔ طور ان کی بود و باش کا پھر وہیں رہا ہے اور اتفاق اصلاح کا سراج الدین علی خاں آرزو سے ہوا ہے۔ از بسکہ شیخ مذکور علت سے نزلہ کے ٹھہ میں ایک دانت نہیں دھرتے تھے، تو خان آرزو انھیں شاعر پیدا نہ کیا کرتے تھے۔ دلی میں ظلم و جور کو انھوں نے ناموزوں بوجھا ہے اور مضمون عالی انھیں سیر و جور کا وہیں سوچا ہے۔ بیشتر حسن ان کے کلام میں ابہام کا ہے۔ یہ منتخب ان کے کلام کا ہے:

افسوس مار جھٹ پت دل کو رکھے ہیں انکا ___ کس ساحروں سے سیکھا زلفوں نے تیری لٹکا
خویوں کو جانا تھا گرمی کریں گے مجھ سے ___ دل سرو ہو گیا ہے جب سے پڑا ہے پالا
نہیں ہے زاہدوں کو سے سنی سے کام ___ لکھا ہے ان کی پیشانی میں سر کا
ہم نے کیا کیا نہ ترے غم میں اے محبوب کیا ___ مبر لقب کیا مگر یہ یعقوب کیا
کوچے میں بیوفا کے مارے مجھے ہیں عاشق ___ نکلا ہے ایک مضمون بھانگوں سے اپنے جینا

☆☆

ترا کھ سے سر چشمہ آفتاب نہ لاوے ترے حسن کی ماہ تاب

☆☆

جس طرح سے رہے ہے مال کے اوپر کالا یوں رہے زلف ترے منہ کے اوپر ہلکے بچ

☆☆

گر یہی دار ہے کمال کو سرتاج ہوا منصور سے یہ کھنڈہ حل آج

☆☆

ایک تو تھا ہی وہ سر رو خود پسند _____ ہو گیا آری کے تئیں دیکھ دو چند
تجھ بن زلف کہ پانی جاری کئے ہیں روکر چشموں سے میں اب اپنے بیٹھا ہوں ہاتھ دھو کر

☆☆

تیر مڑگاں برستے ہیں مجھ پر _____ آب چکاں کا اس طرف ہے ذوال
کنفی ہو کر جو مجھ سے رہا ہے وہ شرخ _____ جو پوچھتا ہوں بات تو کہتا ہے چل پل
احوال پیش دلیہر کچھ مت کہو ہمارا _____ آتا ہے نام میرا سن کر اُسے پسینا
شرم سے پانی ہو چادریں سب رقیب _____ جو مرا یوسف ملے آ جاوے سے

☆☆

دلی دلدار خوش آتا ہے جو ہودے بانکا _____ خوب لگتی نہیں وہ تیغ جو نثار نہیں

☆☆

کیا ہوا جو خط مرا پڑھتا نہیں _____ جانتا ہے غروب وہ مضمون کو
اُس وہاں سچ سخن رکھتا ہوں _____ مجھ پر اس بات کو اثبات کرو
جب سے چاہا ہے ترا چاہ دقن _____ آب چشموں سے مرے جاری ہے
نظر آتا نہیں وہ ماہ رو کیوں _____ گزرتا ہے مجھے یہ چاند خالی

☆☆

چلا کشتی میں جب آکے سے وہ محبوب جاتا ہے _____ کبھو اکھیں پھر آتی ہیں کبھی دل ڈوب جاتا ہے
یا شک نگہوں میں کدھر کدھر ایک دم نہیں تھکتا _____ دل چاہ کا شاید لیے مکتوب جاتا ہے

☆☆

مرے آئینہ دل سے قرا نقش جو دیکھا تو کسی صورت نہ چاوے

☆☆

مضمون تو شکر کر کہ قرا نام سن رقیب غصے سے بت سا ہو گیا لیکن جلا تو ہے

4۔ تخلص

تخلص تخلص علی خاں نام، بھانجے خواجہ نواز شمس محمد خاں شہامت جنگ کے۔ ساکن مرشد آباد۔ میر باقر کر کے مشہور تھے۔ جوان خندہ رو اور کشادہ پیشانی، ہمیشہ خوش وقت اور خوش مذاکافی بیگ لے میں بہت کیفیت کے ساتھ انھوں نے گزر رکھی ہے، اوقات بیشتر ہمیشہ و کامرانی میں بسر کی ہے، شب و روز ہمیشہ عشرت سے کام تھا اور رات دن وقفہ احباب گردن صراحی اور پ جام تھا۔ زبان ریختہ میں انھوں نے بہت کچھ کہا ہے۔ چنانچہ دیوان بطور اساتذہ ترتیب بھی دیا ہے۔ لیکن کثرت ہمیش سے از بسکہ دھیان رہا کہیں کا کہیں ہے، کلام ان کا خالی لغوش سے نہیں ہے۔ شاید 1207ھ میں بلند مذکور کے اندر داس ہستی کی کشاکش سے رہائی پائی ہے اور سیر چمنستان عدم کی عین قہقش میں فرمائی ہے۔ یہ اشعار اس ستودہ کردار کے ہیں:

مذہبم اللہ ابد ہے ربخ عنوان کا _____ حسن معنی کیوں نہ مفتوں ہوسرے دیوان کا
اب تک تو اُس کو آ کے جھاکار دیکھا مرنا ہے کوئی دم میں گرفتار دیکھا

☆☆

ہمارے نقل کرنے سے تجھے آرام کیا ہوگا میاں اس عظم کا تو ہی سمجھ انہام کیا ہوگا
بدی میں یاں تلک مشہور دنیا ہے مرا تخلص _____ بھر اُس بدنام سے آگے کوئی بدنام کیا ہوگا
ہاتھ ملتا ہے کہ میرے دل کے ہوتے حیف ہے کیوں کف پا ہیں ترے رنگ حنا سے آشیبا

یہ پچھو خضر اطفال سے گرم نہیں واقف حیات جاوداں بہتر ہے یا سر کو فدا کرنا

☆☆

ترکِ الفت یہ بتوں کی مجھے مقدور نہ تھا _____ دردِ کعبہ مرے بتِ خانہ سے کچھ دور نہ تھا
ظلم کیا دریافت یہ میں سنگِ محک سے _____ جو عیب کسی کا کہے منہ اُس کا ہو کالا
آخر یہ دل ہمارا کچھ داد کو نہ پہنچا _____ جزِ نالہ کوئی اُس کی فریاد کو نہ پہنچا
ہو گئے داغِ نمک داں مرے اے کانِ نمک جب سخی لب کا ترے شور پڑا کان میں آ

☆☆

اگر یاد کر بیٹے لب کو ترے نہ ہو مست کو یہ خمارِ شراب

☆☆

زخمِ دل سینے کو کہتا ہے مرے کام آتا باقی رہتا جو کوئی تارِ گریبان کے

☆☆

مجھے یہ ہال و پُربہاد صباد نفس سے اب نہ کر آزاد صباد

☆☆

دیکھو زخمِ نہیں بخولی یہ داغِ دوست میں _____ درد سے آنکھیں خراں کے تیش دکھاتی ہے بہار
دلِ خستہ و سورا زدہ تدبیر ہے نازک دیوانہ زبردست اور زنجیر ہے نازک

☆☆

محبت میں تری جا کر پھنسا دل _____ درینا ہائے دل داحسرتا دل
تھی یہ خوشی کہ ہو گا مرے دل کا ختم تمام _____ وہ تو ہوا نہ کم پہ ہوئے ہائے ہم تمام
کیوں عیث میں علاجِ داغِ کدوں خانہ دل کو بے چراغِ کدوں

☆☆

کیوں نہ ہر دم مری آنکھوں سے چمے ہائے لہو داغ ایسا نہیں کوئی دل میں کدنا سوز نہیں

منظور بندگی مری ہو تجھ کو گو نہیں _____ میں دست کش ہوں تجھ سے یہ ہوتا ہے سونٹیں
لی جب خواب سے اٹھا آتھ تو نے صحنِ گلشن میں _____ گلنٹ ہو گئیں گلزار میں زمیں کی سب کلیاں

☆☆

کیوں کیا جہاز کے نویت غبارِ دامن _____ کچھ نہ اتنا تھا میاں وہ ترا بارِ دامن
نہ لی آخر خبر اس نیم نسل کی کہسو تو نے _____ تجھے صد آفریں میا دیں ہی صید کرتے ہیں
جن کو دولت ہے شہادت کی تمناِ ظلم _____ تجھ بیداد کو وہ پال بُھا کہتے ہیں
گرم جوشِ سچی ظلم سے لے ہے جب یار _____ رنک سے اُس کے رقبوں کے جگر جلے ہیں
ستم سے ترے آشنا کم رہے ہیں _____ ہمیں ہیں کہ اب تک کہ یہاں تھم رہے ہیں
کہتے تو ہو ملنے کی آتی ہیں ہمیں گھاتیں _____ جھوٹے ہو میاں تم تو کہنے کی ہیں یہ باتیں
روتے روتے جو کبھی ہوش میں آجاتا ہوں _____ شرم سے اپنے میں جیسے کہ سزا جاتا ہوں
اُس کے یہ ظلم و ستم کچھ نہ کہے جاتے ہیں _____ نہ ہمیں چھوڑے بنے ہے نہ بے جاتے ہیں
کہتا ہے تو جو ہر دم شمشیر ہے اور میں ہوں _____ یہ طشت ہے اور سر ہے قصیر ہے اور میں ہوں
ظلم ترے کے یار بہت ہیں گے مشتری _____ تم بھی اگر ہو اُس کے خریدار کچھ کہو
آئینہ رو کے دل میں کوئی راہ کیا کرے _____ دم مارنے کی بات نہیں آہ کیا کرے
عاشقِ سوائے رونے کے اور کام کیا کرے _____ جس کا جلا ہو دل سو وہ آرام کیا کرے
قاصد کو دیکھ دو سے دیتا ہے گالیاں _____ ایسی پری کو بھر کوئی پیغام کیا کرے
مرے دل میں اتنا بسا آکے تو ہے _____ کہ مجھ کو پڑی اپنی اب جنتو ہے
ڈرتا ہوں محبت مری اظہار نہ ہو رہے _____ مجھ سے کہیں آزدہ وہ دلدار نہ ہو رہے
دل کو مرے ہرگز کبھی آرام نہ ہو رہے _____ آغوش میں میرے جو دل آرام نہ ہو رہے
یہ مشبہ خاک اڑ جاتی ہے جب ملے کو بھٹوں سے _____ گولے لگاتے آتے ہیں اُسے لینے کو پاسوں سے
کیوں کہ ہو رہے گی زندگی اب آہ _____ دل کی نویت تو جان پر آئی

خواباں سے جو دل ملا کرے گا دھڑکا ہے یہی کہ کیا کرے گا

☆☆

عدوت سے تمھاری کچھا کر ہوئے تو میں جانوں بہلاقم زہر دے دیکھو اثر ہوئے تو میں جانوں
شاعریشہ گرد پیارے کہ شب ہے وصل کی تھوڑی تم اپنی زلف کو کھولو سر ہوئے تو میں جانوں

☆☆

آدے ہے سیمامرے بالیں پہ تو کیا ہو _____ پیار یہ ایسا تو نہیں جس کو شفا ہو
اتک آٹکے میں ہو عشق سے تادل میں غم رہے یہ مگر ہے وہ خراب کہ آتش میں غم رہے
چھوٹے اگر قفس سے تو خاموش ہم صغیر صیار نے سنا یہ ترانا تو ہم رہے

6۔ مصحفی

مصحفی تخلص، غلام ہمدانی نام، ساکن امرد ہے گا۔ اپنی قوم کا اشراف ہے، بچ تو یہ ہے کہ
مفتگو اس کی بہت صاف صاف ہے۔ بندش نظم میں اس کے ایک صفائی اور شیرینی ہے اور معنی
بندش میں اس کے بلندی اور رنگینی۔ ایک مدت شاہ عالم بادشاہ غازی کے عہد سلطنت میں مقیم شاہ
جہاں آباد کارہا ہے۔ بائٹل کہ 1215ھ میں، ایک چودہ برس سے اوقات لکھنؤ میں بسر کرتا
ہے۔ نئی معاش تو وہاں ایک مدت سے نصیب اہل کمال ہے۔ اسی طور پر درہم برہم اس غریب
کا بھی احوال ہے۔ دیوان اس عزیز کا بکراہوا نظم کے صحیح اقسام سے ہے۔ یہ اس کے منتخب کلام
سے ہے:

جہی میں اور بھی ہوئے غافل ہزار حیف _____ ہے اختیار نے مگنی ہم کو یہ خواب صبح
ہوئی ہے بسکہ یہ فصل بہار دامن گیر چلیں جن سے تو ہوتا ہے خار دامنگیر

کچھ کے رکھو قدم دل جلوں کی تربیت پر _____ مہادا ہو کوئی تیرا شرار دامگیر
آگیا غلط پہ سر سو نہ گیا ناز بنوز _____ ہے اسی صاحب پہ لگاؤ غلط انداز بنوز
ایک دن رو کے نکالی تھی وہاں کلفت دل _____ اب تنگ دامن صحرا ہے غبار آلودہ

☆☆

زبیں آئینہ زد ہے طفل حجام _____ نہیں بن دیکھے اُس کے دل کو آرام
جو دیکھیں اگھیاں وہ گوری گوری _____ بنا خودشید پانی کی کٹوری
وہ جس کے مدبر ہوا گاہ آیا _____ اُسے حیرت نے آئینہ دکھایا
ملا جب آئینہ کو ایسا تائی _____ بتائی چار ابرو کی صفائی
نہ کیچھے خارِ مو اُس کی حشال _____ کہ وہ ہے عاشقوں کی ناک کا بال
سنے ہے مصحفی اب تو بھی فی الحال _____ منڈا کر سر کو ہو جا قارغ الحال

7۔ محبت

محبت تخلص، نواب محبت خاں نام۔ خلف ارشد نواب حافظ الملک حافظ رحمت خاں کے
ہیں۔ حسب نسب کی طرف سے کثرتِ شہرت کے باعث نہیں محتاج بیان کے ہیں۔ جوانِ خوش
ظاہر و خوش رویاں اور خوش اختلاط و خوش خو۔ تحسنِ خلق سے معمور اور مردوت و جوانمردی کے ساتھ
مشہور۔ فقط خوش مزاجی خلقی کے باعث انہوں نے شیوہِ خنوری کا اختیار کیا اور خوش استعدادی طبعی
کے سبب طبعی بیگانہ خو کے تئیں لطافتِ معنی سے یار کیا۔ جمیع اقسامِ نظم میں انہوں نے طبع آزمائی کی
ہے اور اصلاحِ سخن کی میرزا جعفر علی حسرت تخلص سے لی ہے۔ معاصرین اپنے میں مشہور ہیں ساتھ
خوش بیانی کے اور روشنِ طبعیتوں میں شہرت رکھنے میں ساتھ روشنِ زبان کے۔ قصہ سخی بچہ کا فرمانے
سے مستازِ عدولہ ستر جاسمین بہادر کے انہوں نے نظم کیا ہے اور نام اس مثنوی کا اسرارِ محبت رکھا

ہے، بعد نواب حافظ رحمت خاں کی شکست کے، جو لکھنؤ میں آئے تو اسی ایام سے بس طور بود و باش کی وہیں ٹھہرائے۔ نواب آصف الدولہ مرحوم نے بہت اعزاز و اکرام کیا تھا اور مشاہیر و بھی معقول کر دیا تھا۔ بالفضل کہ 1215ھ میں، اسی شیر میں بود و باش رکھتے ہیں اور مضامین تازہ کی ہمیشہ تلاش رکھتے ہیں۔ دیوان میں ان کے نظم کے سب اقسام ہیں۔ یہ غزلیں ان کی منتخب کلام ہیں:

جب تک وہ بُت خود کام نہیں آنے کا دل چاہ کو آرام کو نہیں آنے کا
مجھ کو خطرہ ہے خدا یہ نہ کرے جو اُس کا دلوے قاصد کہیں پیغام نہیں آنے کا
کیا خوشی کیجیے یارو کہ وہ خورشیدِ لقا صبح آوے گا تو پھر شام نہیں آنے کا
کوئی دُصیب بھی تجھے آتا ہے وفاداری کا یا کہ سیکھا ہے یہی شیوہ ستم گاری کا
دیکھا اک جھڑکی میں اے یار کوئی بھی ٹھہرا کیا ہی اظہار کو دعویٰ تھا تری یاری کا
قید ہو بیٹھے ہوا دونوں جہاں سے آزاد میں تو بندہ ہوں صحبت کی گرفتاری کا
دشمن کی آنکھ میں بھی پہنچے نہ اے سب تک میرا خیار کھجور بہاد اس طرح کا
نکور جو محفل میں ہوا دوش کسی کا سنتے ہی ٹھکانا نہ رہا ہوش کسی کا
شب کی مجلسِ سچ وہ غارت گر ہر خاد تھا تجھے جو باہم آشنا ایک سے بیکان تھا
جس گزری گُلِ زور سے تو جلوہ فرمانے لگا غنچہ تصویر بھی ثلث سے مرجھانے لگا
یہ بڑھا دیوانہ پن اپنا کہ ناصح دل ہوا تھا مرا ہم درد یکن مجھ کو سمجھانے لگا

☆☆

ماشتوں میں مجھے لکھا تو نے آج چرا مرا بھول ہوا

☆☆

تیری گلی سے دل الکار جو گیا سو گیا عدم کے کچھ سے اے یار جو گیا سو گیا
تو اُس کے گھر کو تو بستا ہوا چلا اے دل یہ ہے وہ قہقہہ دیوار جو گیا سو گیا

دل جو جاتا ہے چلا جائے کہیں مجھ کو کیا اُس کی رسوائی کو کہتا ہوں نہیں مجھ کو کیا
چشم حیراں سے کہاں دل کو ملے لذت دید مری آنکھیں جو تجھے دیکھ رہیں مجھ کو کیا
منزل اول ہے ابھی عشق کی اسے تاب دتوں چھوڑ جاتے ہو تم افسوس نہیں مجھ کو کیا
دل دیں گے روغنائی دستور ہے ہمارا کیا کیجیے یہی کچھ مقدور ہے ہمارا
اللہ سے تکبر سنا نہیں سخن بھی یہاں تک وہ بت عزیز و مفرد ہے ہمارا
جاتے ہیں جلد پیچھے تو سن کو عمر کے ہم کیا کیجیے محبت گھر دور ہے ہمارا
غیر کو یاد تو زہار نہ رکھ اسے پیارے بھول جا مجھ کو بھی لیکن یہ مری بات نہ بھول
دہ زمانہ کرتے ہیں ہم چشم خانہ میں اڑتا ہے اپنا مرغ نکد آشیانے میں
دل شک ہے کہاں سے ہیں اشک چشم سے فو آ رہ جب پھٹے جو ہو پانی خزانے میں
نزع میں دم ترے پاس آنے کا ہم رکھتے ہیں دم میں دم جب تک اپنے ہے یہ دم رکھتے ہیں
آپ کچھ فیروں کو چپ چپ کے دم کرتے ہیں یہ جو جھوٹ ہووے تو ہم بات قلم کرتے ہیں
سرخی اشک بھی اور بھی زود پئے رو تو نے اسے عشق جب رنگ دکھایا مجھ کو
بیٹھنے دیوے نہ وہ بزم میں اپنے جو مجھے تو اٹھا لہجہ دواے بار خدایا مجھ کو
ساقی گھٹا ہمیں جو برستی نظر پڑی یاد آئی سے وہیں وہیں مستی نظر پڑی
یوسے کے بھی عوض نہ خریدی یہ جنس ہائے اُس کو متاع دل مری سستی نظر پڑی
حمتا پار سے بیہات کہنے میں نہیں آتی غرض یہ کیا کہوں کچھ بات کہنے میں نہیں آتی

مخمس

کون سے روز میں سرسنگ سے مارا نہ کیا ہجر میں تیرے میں کب جیب کو چارا نہ کیا
پر مرض کا سرے تو نے کبھی چارا نہ کیا درد دل سے تو میں کس رات پکارا نہ کیا
نہ کیا میری طرف تو نے گزارا نہ کیا

☆☆

یوں ہی آٹکے تھے محفل میں ہمارے ہم تو آپ کے دیکھ چکے سب سے اشارے ہم تو
مر گئے ہمارے اسی رنگ کے مارے ہم تو آگے گود کے اس خم سے کنارے ہم تو
تو بھی ٹھہروں سے کہاں تم نے گنایا دیکھا

☆☆

ساری شب رہتی ہے مجھ میں اور دلبر میں خوشی کہ اُسے میں جام بھر بھروں ہوں وہ مجھ کو کبھی
ایک حرف باز اُس کا سُن نہیں رو جی میں جی جھیزتا ہوں جب میں اُس کو تب یہ کہتا ہے ابھی
پاس سے ہم تیرے ان ہاتھوں سے لب اٹھ جائیں گے

مشغولی

کبھی قصہ پھر بندے سے یہ بات تو مضمون کر کے اس قصہ کا معلوم
یہ ہی منشور کر تو اس کو معلوم کہ عشق اس کی بہت چھہ کو رہی ہے
عشق کے ہیں سب اسرار معلوم چاہے اس عشق کے ہیں کار معلوم
سراپا تو ہے ہم نام محبت بیا ہے تو نے بھی جام محبت
محبت کا اُسے کہتے ہیں دلیاں ترے اشعار سن کر سب خنداں
کہ تھی وہ خُسن کا شعلہ سراپا سراپا کیا لکھوں اُس شمع زو کا
کہ جیسے شمع کے شعلہ پہ ہو دو عیاں ہوں ہوئے سر تھے طرز آلود
جو اوڑھے تھی کر اپنی پٹیاں صاف دہکا جائے مارے کا زری ہاف

سا ہوتا تھا یوں جیسے فلک ہے
 ٹکڑی چوٹی نظر اس شکل آدے
 بہت سے تھا دلوں کا اُس میں مسکن
 نگہ بدھ فلک کی اُس جہیں ہے
 وہ دندان آب دار اُس سیم بر کے
 کروں کیا خوبی لب کی میں تقریر
 تبسم میں نظر اس رنگ وہ آئے
 زہاں کھولوں اگر دھبہ دہاں ہے
 کھوئے کیا کیا جھکاوے عشق اُس آہ
 نہیں گردن کی یکہ تعریف ہوتی
 حنا سے سرخ تھا یوں بچہ ماہ
 ہلادوں کس سے نسبت ان بچوں کو
 عیاں وہ گلشن خوبی میں ہیں یوں
 اگر دیکھے انہیں نامرد ذاتی
 جو دھبہ اُس ساق سبکیں کا سننے ہے
 قد سوزوں وہ جب اپنا دکھا جائے
 تو حیرت سے ہوں یہ سب کو پرکھے
 جھٹک خلافت کی تھی کیا قیامت
 جو ہو تک فرش گل بر گرم رفتار
 وہ دیکھو میں چمکے ہو غلط ہے
 کہ جوں مار یہ لہریں دکھاوے
 اپنا ہے کہ اک سانپ اور کئی سن
 اک لہر چہ جیسے ہو غلط ہے
 کہ سوراخ اُن سے ہیں دل میں ٹہر کے
 قیامت اُس پہ تھی مٹی کی تحریر
 کہ غلط جیسے ہاتھوں کا کھیل جائے
 سخن ہو جائے کم میری زہاں ہے
 جسے چاہہاں رنگ کی اُس کے ہو چاہ
 وہ ہے گویا مراحمی دار ہوتی
 کہ جوں خوش خط نکلیں مٹتی سے اللہ
 جو میدان حسن کے سے لے گئی گو
 کہ جیسے وہ انار اک شاخ میں ہوں
 جب کیا وہ بھی اپنی کونے چھاتی
 پہ حسرت شمع رو رو سر اُٹھنے ہے
 اور اُس کے فراق پا تک نظر آئے
 اپنی شمشاد میں غنچے نہ دیکھے
 کہ ہر سو جس سے ہر پا تھی قیامت
 رگ گل پھل پھل پا سے ہو نمودار

8۔ منت

منت تخلص، میر قمر الدین نام۔ شاہ جہان آبادی۔ سلسلہ ان کے نسب کا ماں کی طرف سے سید جلال بخاری کو پہنچتا ہے۔ وہ سید جلال جو بیٹے تھے سید عہد یزدی کے جن کا احوال مفصل تذکرہ کاشی میں لکھا ہے۔ قراءتوں کی تقریب اور بیچندوں کے سبب سے تربیت منت مذکور نے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے گھرانے میں پائی ہے اور کیفیت راہ طریقت و معرفت کی فخر العارفین مولوی فخر الدین قدس سرہ کی خدمت سے آغائی ہے۔ عقدے فن شعر و شاعری کے میر شمس الدین فقیر تخلص کی فیض صحبت سے ان پر لکھلے اور میر نور الدین نوید تخلص کی برکت بھلاست سے دقتیہ سستی و ہنسی نظم کے طے ہوئے۔ صفائی بندش و محسن بیان میں فی الحقیقت استاد اور موشگافی معنی میں قلم اس کا رشک خلد ہزاروں زبان فارسی میں کنگب جہر شک نے ان کے بہت کچھ لکھا ہے۔ نظم و نثر ملا کے قریب لاکھ بیت کے نکلیات ان کا ہے۔ مشکوایں متعدد انھوں نے کہیں اور کتابیں بیشتر تالیف کیں۔ چنانچہ شکرستان کر کے ایک نسخہ اس شیریں مقال کا بطور نگستاں کے مشہور ہے اور جواب اگر نگستاں کا کہیں تو کیا مقدور ہے۔ 1191ھ میں دیرلی شاہ جہان آباد کے باعث لکھنؤ میں ان کا آنا ہوا اور میر محمد حسین فرنگی لقب کی بار فرشتی کی سبب مشتاق ان کا وہاں ایک زمانہ ہوا۔ بعد چندے مرئی گری سے میر مذکور کے ممتاز الدولہ مسٹر جانشین بہادر کی سرکار میں توسل انھوں نے حاصل کیا اور رفاقت میں صاحب مذکور کی نکلنے آ کر عماد الدولہ گورنر مسٹر مشن جلاوت جنگ بہادر کی اعانت کے باعث چنگا و نکلاست سے صوبہ بنگ کے خطاب ملک اشعرا کا لیا۔ بعد ایک مدت کے رفتی یہ مہاراجہ ٹکلیٹ رائے کے ہوئے اور چند ایام زندگی کے اپنے طور پر بسر کیے۔ 1206ھ میں نواب سرفراز الدولہ میرزا حسن رضا خاں بہادر اور مہاراجہ ٹکلیٹ رائے واسطے کچھ سوال و جواب معاملات کے لکھنؤ سے نکلتے جو تشریف لائے تو میر قمر الدین منت بھی ساتھ آئے۔ ایک تین چار روز پہ مرقق ان کو عارض ہوئی اور بغیر جان کے لیے وہ تپ نہ گئی۔

چنانچہ کلکتہ اس سید غریب الدیار کا مدفن ہوا اور تارکخیز قیامت وہی مسکن ہوا۔ یہ غلامۂ انکار اس
منتخب روزگار کا ہے:

خُشک نالے ہو گئے بننے سے دریا تھم رہا چشم میں اپنے نہیں اک عمر سے کچھ تم رہا
سے کدے لے لے گئے تلی ہوں پی پی کے جام آنکھیں وہ ہوں کس اس جڑ مٹاں میں جم رہا
کوٹ ہے اُس کی زلف سے وسج مہا جنوز عقدہ ہوا پہ دل کا ہمارے نہ دا جنوز
مُل گئے ہیں زمیں سیتی برنگِ شعلہ کون دل سوختہ جلا ہے نہ خاک جنوز

☆☆

گر نقشِ دوئی مٹائیں گے ہم کچھ کہو کہ کیا کہائیں گے ہم
مصری سے وہ ہونٹ نک دکھاوے کچھ گول کے پی نہ جائیں گے ہم
اس آنے کا کچھ بھی لطف پیارے ہر دم جو کہو کہ جائیں گے ہم
آئینہ دل جو تھا وہ ٹوٹا کیا اب حصیں ٹکھ دکھائیں گے ہم

☆☆

سو کوہِ آتشیں کو چھاتی سے پلٹے ہیں کچھ عاشقی نہیں ہے ہم جی پہ کھیلے ہیں
دل ہم تھم زدوں کا ہے واجبِ الزم اس نیم قطرہ خوں پر سو زخم جھیلے ہیں
خوانِ کرم پہ تیرے ہے سیر ایک عالم ہم بے نصیب اب تک پاؤں ہی پلٹے ہیں

☆☆

مشت ایسے کو دل دیا تو نے اے مری جان کیا کیا تو نے
مدی اُس سے خن ساز بہ سالوی ہے پھر خنہ کو یہاں مڑاؤ پاہوی ہے
ہے مری طرح جگر خون ترا مدت سے اے حاکس کی تجھے خواہش پاہوی ہے
تہمتِ عشق مٹھ کرتے ہیں مجھ پر مشت ہاں یہ کچھ ملنے کی خواہش سے تھاک خوشی ہے

☆☆

کوئی اس بد مزاجی پر تمہارے پاس کیا بیٹھے ادھر تک ہم نے دم مارا ادھر تم منہ بنا بیٹھے
 کہیں سے ہر ماں کا خدا اپنی تو رخصت ہے کہ اس دلی میں ہم تو ضعف سے جوں نقش پا بیٹھے

قطع

کمزور رہے جو اس کی بزم میں تو ہیں لگے کہنے دکھاتا ہے یہ اپنے پاؤں کیوں باحق کھڑا بیٹھے
 جو اتنی بات سن کر بیٹھ جاویں تو لگے کہنے غمی سے کہتے ہی اک بات کے بس آپ آ بیٹھے
 نہ آوے باز یہ بندہ تو منت بد کہا لے سے تکلف بر طرف کر ساتھ اس بات کے خدا بیٹھے
 کہاں ہم کو غرض عم دل رو ہے مگر فریب غم آرزو ہے
 قدم رکھ گیا کون سید پر اپنے گل داغ میں آج مہندی کی رو ہے
 سنا تا تھا میں حال دل اس کو منت کہا جیل ہے یہاں سے یہ کیا انگلو ہے

☆☆

آہو سے تری چشم کی کب چھوڑیں یہ تشبیہ جب تک کسی ساغر کو تو آنکھیں نہ دکھاوے
 اٹھ جائے کسی کے جو دل راف سے پردا بحر آئینہ دنیا میں کھو منہ نہ دکھاوے
 بندے کو خدا کے نہیں جز دل شکنی کام کیا سنگ ہے دل شیخ کا اللہ سے پادے

رباعیات

منت یک بار عشق سے توبہ کر چارو ناچار عشق سے توبہ کر
 اب تک مردود دین و دنیا رہنا آجائے دے بار عشق سے توبہ کر
 منت جوں شمع دل جلا جاتا ہے روکا کب غم کا دلوں جاتا ہے
 کیا جاوے کیا خلش ہے سید میں آج ہر سانس کے ساتھ جی جلا جاتا ہے
 منت اے جان ان بتوں کو مت پہنچ مت کھو ایمان ان بتوں کو مت پہنچ
 ان باتوں پر پھر پڑیں حیرتِ خالم اللہ کو مان ان بتوں کو مت پہنچ

باب النون

1- ناجی

ناجی شخص، نام اس کا محمد شاہ تھا۔ شاہ جہان آبادی۔ شاہ نعم الدین آباد شخص کا معاصر تھا۔ محمد شاہ فردوس آرام گاہ کے وقت میں اس نے شہرت پائی ہے اور بطور قدامت کے طرز ابہام میں کرتا طبع آزمائی ہے۔ خوش طبعی اور طرافت سے بیشتر سرکار رکھتا تھا اور عالم کی جھوکرنا شعار رکھتا تھا۔ شاید قدیم میں صاحب دیوان ہے اور وضع سابق میں شاعر خوش بیان ہے لیکن از بسکہ غیر مروج طرز ابہام ہے۔ کلام ان کا ناقبول لطائف خاص و عام ہے۔ یہ منتخب اوراق اُس کہنہ مشاق کا ہے:

قوس قزح سے چچا کرتا ہے تجھ بھوان کا _____ شاید کہ سر پہرا ہے اب پھر کر آسمان کا
نہ پوچھو خود بخود عارض خورشید کی خوبی _____ لیا ہے داؤد حسن ماہ و دریاں سے کر چندہ
مجھ کو باتوں میں لگا معلوم نہیں کیا کیا کیا _____ لے چلا جی کے تئیں مضہ و کیتا میں رہ گیا
قری نگاہ کی کھڑت سے اے کہاں ابرو _____ ہمارے سینہ میں تو دا ہوا ہے تیروں کا

☆☆

مت کر آزاد دام زلف سے دل _____ ہال باندھا غلام ہے تیرا
خُنِ سُن اُس بہت کافر ادا کا _____ جیا ہوگا کوئی بندہ خدا کا

☆☆

رنگ تیرا گندی دیکھ اور بدن مخلص سا صاف _____ ہوش کھو کر آدمی بھولے ہیں اپنی خورد و خواب

☆☆

دی ہے دریا اوپر مجھے بھیجی ___ لا اُتارا ہے میں اُسے کس گھات
محبت سوں غلیٰ کی دیکھ ناجی ہوا ہے دل مرا اب حیدر آباد

☆☆

یکبار جو بغل میں لوں اُس سردقہ کے تئیں ___ بالا بتاؤں غفر کی عمر ابد کے تئیں
عاشق کو دوتے دیکھ چڑھامت بھوں کے تئیں برسات میں اُتار رکھے ہے کہاں کے تئیں

☆☆

ذلف کیوں کھولتے ہوں کو صنم نلکھ دکھایا ہے تو مت رات کرو

☆☆

ہے غرض ملنے میں نہ الفت کچھ اس بے درد کو ___ پوچھتا ہے کان زر عاشق کے رنگِ درد کو
غم نہیں کر دہری سے دل کو لے جاتا ہے وہ پاس میرے تب تو آتا ہے جو دل پاتا ہے وہ
ان بتوں کو ہم فقیروں سے کہو کیا کام ہے ___ یہ تو طالبِ زر کے ہیں اور یہاں خدا کا نام ہے
وکیلہ راگنی کے سر میں زاہد کتر ہے مت چڑھ ___ نہیں فصیح تیرے ہاتھ میں یہ راگ لا ہے
ہوا جب آئینہ میں جلوہ گر میں تب لیا ہوسا ___ جو آیا اپنے قابو میں تو پھر مٹھ دیکھنا کیا ہے
انا الحق بولے لگتا ہے اُس کے دُغم کا سہل سناری آباد اُس شورش کی منصور خانی ہے

☆☆

اُس کے دُغمار دیکھ جیتا ہوں عارضی میری زندگانی ہے

☆☆

قصود سے ترے رخ کے گئی ہے فیضانِ گھوں سے مقابل جس کے ہو غور شد کی گراں کو خوب آوے

☆☆

2۔ نعیم

نعیم تخلص، نعیم اللہ نام۔ متوطن شاہ جہان آباد کا معاصر محمد حاتم حاتم تخلص کا تھا، چنانچہ اکثر مشاعروں میں گفتگوئیں طر و ایما کی ان کے درمیان آئیں ہیں اور مکرر غزلیں انھوں نے باہم لڑائیں ہیں۔ ایک دن محمد حاتم نے مشاعرے میں یہ غزل پڑھی اور مطلع میں غزل کے طرز محمد نعیم پر کی۔

جس دن سے کوئے یار کا حاتم مقیم ہے بدتر اسے غزاں سے بہار نعیم ہے

جب دورہ بڑھنے کا محمد نعیم تک پہنچا تو انھوں نے بھی مطلع غزل یہ پڑھا۔

طلب نہ ہو تو ملیں گی کچھ بھی حاتم ہے لب سوال نہ ہووے تو بچ حاتم ہے

غرض نعیم مذکور نے مرتے دم تک دلی نہ چھوڑی اور شاہ جہان آباد ہی میں سیر جنت انعم

کی کی۔ ایک دیوان مختصر زبان ریختہ میں اس کہن استاد سے ہے۔ یہ اس کے طبعی زاوے سے ہے:

اس وقت تک اسے یار و مختار نہ کیجئے گا اُس فتنہ عالم کو بیدار نہ کیجئے گا
احوال سرا سن کے کہنے لگے وہ خالم ___ اب جانیے بس زیادہ نگرار نہ کیجئے گا
خیال کر کے ترے سو کر کو روتا ہوں ___ وہ کیل خندوے پڑے جس کے ہال انگلیں میں
دیکھ آئینہ خانے میں گر تجھ کو نہیں باور تجھ سے تو جہاں میں بھی طدار بہت ہوں گے

باب الواو

1- دلی

دلی تخلص، شاہ ولی اللہ نام، دکنی۔ وطن بزرگوں کا اس کے گہرات ہے۔ شاعر بلند مقام تھا۔ ادبی زبان ہندی میں دیوان اس عزیز نے جمع کیا ہے اور نظم ریتلے کوسرزمین دکن میں رواج اس نے دیا ہے۔ شعراء دکن میں مشہور و ممتاز ہے اور اپنے معاصروں میں سر بلند اور سرفراز۔ عالمگیر بادشاہ کی سلطنت میں ہندستان کی طرف آیا اور میاں گلشن کے فیض خدمت سے فائدہ انواع و اقسام کا اٹھایا۔ خوب خوب داد و تحاش معنی کی دی۔ آخر اس بیج بے معنی وجود سے راہ کا شائبہ عدم کی لی۔ یہ اشعار اس سر بلند انکار کے شہبازِ جبریدہ روزگار ہیں:

بہر میری خبر لینے کو صیاد نہ آیا شاید کہ اُسے حال مرا یاد نہ آیا
بلبل و پردانہ کرنا دل کے تئیں کام ہے تجھ چہرہ گل ناز کا
آرزوئے ہمنام کوڑ نہیں تشنہ لب ہوں شربت دیدار کا
گزو ہے تجھ طرف ہر بھالہوس کا ہوا و حادہ منہائی پر گس کا
گلشن میں جب خرام کیا سرو آزاد کو غلام کیا
پہرتے ہیں سب مست ہوش شیر نظر لے بن بدن ان اکوں کو پکار کون سکے گا
ہے نقش کناری کا ترے جامد کے لوہے دامن کو ترے ہاتھ لگا کون سکے گا

☆☆

جب تجھ عرق کے دمف میں جاری قلم ہوا عالم میں اُس کا تلو بخاہر رقم ہوا

نقطہ چہرے خال کے ہاندھا ہے جس نے دل ___ وہ دائرے میں عشق کے ثابت قدم ہوا
 خدا نے منہ پہ ترے باب کُسن باز کیا ___ تیرے بلند کو چہرے تمام تار کیا
 تخت جس بے خانماں کا دشت دیرانی ہوا ___ سرو پر اُس کے گولا تاج سلطانی ہوا
 کُسن تھا پردہ تجریہ میں سب سے آزاد ___ طالب عشق ہوا صورتِ انساں میں آ
 حاکمِ وقت ہے تجھ گھر میں رقیبِ بدخو ___ دجِ مختار ہوا ملکِ سلیمان میں آ
 بسکہ مجھ حالِ سوں ہسر ہے پریشانی میں ___ دردِ کشتی ہے مرا زلفِ ترے کار، میں آ

☆☆

خصل بہتر ہے عشقِ ہازی کا ___ کیا حقیقی و کیا بھازی کا
 ہر نہاں پر ہے مثلِ شانہِ مام ___ ذکرِ تجھ زلف کی درازی کا
 دل صد پارہ تجھ چمک سوں بندھا ___ فرقِ دوزی ہے کامِ سوزن کا
 آیا ہے نقل لینے ترے منہ کی تاب کی ___ تارِ خلوطِ سیتی بنا مسرِ آفتاب کی
 بجا ہے گر ہمدردِ سر و قد کو ___ بنا دیں چپ سے طوطی کی تابوت
 نکلا ہے بے قباب ہو بازار کی طرف ___ ہر پیرا ہوس کی گرم ہوئی ہے دکانِ آج
 کیا ہے دفعِ مرے دردِ سر کو روکنے نے ___ ہوا ہے حق میں مرے خونِ دیہِ صندلِ سرخ

☆☆

رم ہے جا ستمِ بمار ہے ___ تو رقیباں اوپر کرمِ مت کر
 جو آیا مستِ ساقیِ جام لے کر ___ کیا یکبارگی آرام لے کر
 میں اُس کو جوں نگیں کرتا ہوں سجدہ ___ جو کوئی آتا ہے حیرا نام لے کر
 میں نہ جانتا تھا کہ تو نادان ہے ___ دلِ دیپ تھا تجھ کو دانا بوجھ کر
 ہوں گرچہ خاکسارِ دے از روِ ادب ___ دامن کو تیرے ہاتھ لگایا نہیں بنور
 لبِ دلبر پہ جلوہ گر ہے خال ___ حوضِ کوثر پہ جوں کھڑا ہو بلال

منم کے لعل لب و قہجہ تکلم۔۔۔ رگب یا قوت ہے موج جسم
 نہ جا آنکھوں میں، آجھ دل میں اے شورش۔۔۔ کہ ہے ظلوت میں اُس کی خوف مردم
 تک دلی کو منم گلے سے لگا۔۔۔ تجھ کو ہے بندہ پردہ کی قسم
 اُس کی وہن نگ کی تحریف کو میں نے صنعت سے ولی دیدۂ علقا پہ لکھا ہوں

☆☆

خوبی اچانہ حسن یار گر انشا کروں بے تکلف صفو کاغذ پر بیضا کروں
 کیا کیوں تجھ قد کی خوبی سر و عریاں کے حضور خود بخود رسوا ہے اُس کو اور کیا رسوا کروں
 سر کروں جب دمف تیرے جامہ نگل رنگ کا جامہ زیبوں کو پہ رنگ جامہ دینا کروں
 رات کو آؤں اگر تیری گلی میں اے حبیب زرب ذکر سبحان اللہی اُسرزی کروں
 آرزو دل میں یہی ہے وقت مرنے کے دلی۔۔۔ سرد قد کو دیکھ سیر عالم بالا کروں
 یک بار اگر بات مری گوش کرے تو ملنے کو رقیبوں کے فراموش کرے تو
 غیرت سے کرے چاکہ گریاں دلی ہڈیوں گر گل کی سائل کو ہم آغوش کرے تو
 اے جانِ ولی دیدۂ دیدار کو اپنے ڈرتا ہوں مہابا کہ فراموش کرے تو
 ایسے نصیب میرے کہاں ہیں ولی کہ آج۔۔۔ اُس گل بدن کو اپنے گلے ہار کر رکھوں
 خوش قداں دل کو بند کرتے ہیں۔۔۔ نام اپنا بلند کرتے ہیں
 اے سامری تو دیکھ مری ساحری کے تپتی۔۔۔ شیشہ میں دل کے بند کیا ہوں پری کے تپتی
 صحبت غیر میں جایا نہ کرو۔۔۔ درو مندوں کو کلو حایا نہ کرو
 اک دل نہیں آرزو سے خالی۔۔۔ برچا ہے محال اگر خلا ہے
 کیونکہ کپڑے رنگوں میں تجھ غم سے۔۔۔ عاشقی میں لباس ہوتا ہے
 رہیں گے خاک ہو تیری گلی میں۔۔۔ وقاداری ہماری اس قدر ہے
 دیکھنا تجھ قد کا اے نازک بدن باعثِ خمیازہ آغوش ہے

اب خلاصی عشق سے ممکن نہیں۔۔۔ دامنِ دل زلفِ دروہی پیش ہے
 نشہ بخش عاشقاں وہ ماتیِ کھٹام ہے۔۔۔ جس کی آنکھوں کا تصور بیخودی کا جام ہے
 مفلس سب بہار کھوتی ہے عشق کا اعتبار کھوتی ہے

☆☆

زائغہ مشرقی حسنِ انوری جلوہ برائی ہے۔۔۔ لیسں جایِ جہیں فردوسی و امرو بھائی ہے
 مت تصور کرو مجھ دل کو کہ ہر بجائی ہے۔۔۔ جہنِ حسنِ پری زو کا تماشا کی ہے
 گلِ زخاں کیوں نہ کہیں تجھ کو سکندر طالع جلوہ گر بر میں ترے جلدِ دارائی ہے
 شیخ مت گمر سوں نکل آج تو خوباں کے حضور گول دستارِ قرابہٴ زسوائی ہے
 اے ولی رہنے کو دنیا میں مقامِ عاشق کوچہٴ یار ہے یا گوشہٴ تنہائی ہے

☆☆

دل چھوڑ کے یار کیونکہ جاوے۔۔۔ زخمی ہو شکار کیونکہ جاوے
 پھوڑ اے شوقِ طرزِ خود کای۔۔۔ مت ہو ہر دیدہ باز کا دامی
 جب تک نہ ملے شرابِ دیدار۔۔۔ آنکھوں کا شمار کیونکہ جاوے
 تجھ لب و زلف کے تماشے کو چل، کہ آئے ہیں مصری و شامی

2۔ ولی

ولی تخلص، میرزا محمد ولی نام۔ حوٹلن شاہ جہان آباد کے۔ بچتے ہیں شاہ اسرار اللہ صاحب
 ارشاد کے۔ علی ابراہیم خاں مرحوم نے گلزارِ ابراہیم میں لکھا ہے احوال اُس مجتہد کردار کا کہ "جو ان
 آزادِ حال اور دوست ہے اس خاکسار کا۔ 1194ھ میں بلدۂ مرشد آباد کے اندر جاے قرار رکھتے
 تھے اور بیشتر شغل اشعار، زبانِ ریختہ میں انھوں نے بہت کچھ کہا ہے اور دیوان بھی ان کا مستحکم ہوا

ہے۔ یہ منگب انکا ماس ستورہ اطور کا ہے:

نور سے سے مرا پڑ مردہ دل گمش ہوا ___ یہ چراغ مردہ نہیں آب سے روشن ہوا
دل تجھے منظور ہو اُس کا اگر دیکھتا ___ جاؤں سے دھو ہاتھ کو تپ تو اوجہ دیکھتا
زلف کو ہے کھول اپنے وہ منہ پر دل ___ ملتی ہے آپس میں اب شام و سحر دیکھتا
آہ کا اُس کو کچھ اثر نہ ہوا ___ میرے اس نفل میں شر نہ ہوا
بے کسی پر مری کہے کوئی ___ تھہ بن اے نالہ نوحہ گر نہ ہوا
محبوب نکال کرے دل میں بدوں کے کیا اثر ___ قد کب شیریں کرے ہوئے اگر بادام تلخ
کیا تھا اُس شکر ب سے تو رکھتا ہے دل ___ ہو گیا فریاد کا شیریں سے آخر کام تلخ
تھی آشنا نہ تجھ سے اُس کی کمر ہوز ___ ہم تب سے ہاتھ پر لیے پھرتے ہیں سر ہوز
آنکھیں بھی انتظار میں پھرا گئیں دلی ___ حامد پر اُس صنم کی نہ لایا خبر ہوز
میری زبان تر سے نہ ہو تازہ کام شنگ ___ کب میر آب تجھ سے ہووے نیام شنگ
کبھی جو زلف اٹھاوے تو منہ نظر آوے ___ اسی امید میں گزری ہے صبح و شام میں
زندگی کی اُس نے کچھ لذت دلی جانی نہیں ___ جس کے دل میں درد و عشق دلیر جانی نہیں
چاہے کیوں کر کہ یہ جی تن سے نکل جانے کو ___ پھر نہ آیا جو گیا اُس کی خبر لانے کو
عیاں گر کردں دل کے سوز نہاں کو ___ لگے آگ تجوں شمع میری زباں کو
کبھی درد کی چاشنی کو نہ بھولے ___ نہا کھادے میرے اگر استخوان کو
حد سے زیادہ دھوا اُلٹ ہے مختصر ___ ایسا نہ ہو کہ اس میں پڑے اب جدا گرہ
چھری مارے ہی ڈالے ہے شپ چار مجھے ___ کب دکھاوے گا خدا صبح رخ یار مجھے
دائے خال دکھا کر کیا تو نے صبا ___ زلف کے دام میں آخر کو گرفتار مجھے

☆☆

جس جگہ عشق زخاں تاخت ہے وہاں رستم حواس باختہ ہے

کچھ گرم سے ہری زہ کے ___ ہیٹھ دل مرا گداخت ہے
 جو اس لعل نیکیوں سے مدہوش ہوئے ___ اُسے ہر دوعالم فراموش ہوئے
 بچہ تھا چمن میں جو وہ یار دا کرے ___ لے برگ گل کو ہاتھ میں چکھا مہا کرے

باب الہباء

1۔ ہدایت

ہدایت تلفظ، شیخ ہدایت نام اس مرد کا ہے۔ شاہ جہان آبادی۔ مشقہ اور شاگرد خوب
 میر درد کا ہے۔ ایک مثنوی انھوں نے ہادس کی تعریف میں بہت خوب لکھی ہے اور داد مضمون
 تراشی کی دی ہے۔ شاعر فصیح بیان ہے اور تاغم شیریں زبان۔ دیوان مختصر زبان و سلیقہ میں طبع زاد
 سے اس کے ہے اور گم شدگان راہ ہفتی کو چتر ہدایت اس کہن استاد سے ہے۔ یہ منتخب حکام اس
 شاعر بلند مقام کا ہے:

جب لوں ہوں ترا نام ٹپک پڑتا ہے آنسو ___ جس طرح کہ نرن کا ڈھلک جاتا ہے منکا
 جسے کہ زلف سے نے تری ڈسا ہوگا ___ غرض وہ مر ہی گیا ہوگا کیا گیا ہوگا
 جوں غچہ ترے دمف میں ہوں سر پہ گریباں ___ ہے ٹٹھ میں زباں پر نہیں مقدور سخن کا
 نہ دم اس کے ہے جی میں ندل میں اپنے صبر ___ ہاری گزرے گی کیوں کر الجھا گیا ہوگا
 ہو گیا ہوں میں درد جوں خورشید ___ ظاہر وقت ہے اخیر مرا
 تمام صبر د دل و دیں تو یار لوٹ گیا ___ نہ غلبہ دعدہ کیا پر ترا نہ جھوٹ گیا
 بلا ہی زور ہے اس دھبہ رز کا اے ساقی ___ کھار جس کا سرے ہاتھ پاؤں کوٹ گیا

ملا ہے جا کے یہ آخر کو سادہ لڑویوں سے
 ہے آدمی کو بھی قیدِ حیات اک زنداں
 آتش سے داغ دل کی سراپا میں بل گیا
 رودے ہے کیا جراتی پہ اپنی کہ بے خبر
 لب پر ہزار حرف شکایت کا تھا جہوم
 ہر لخت دل گلے کا سرے ہار ہو گیا
 ہے کس کے جی میں خواہش سیرِ چمن یہاں
 آیا ہوں تنگ کشمکشِ دامِ زلف میں
 بوسہ طلب کیا تھا فقط اور کچھ نہیں
 کچھ ان دنوں ہے حال ہدایتِ قرا تہا
 عالم کو تیری چشم نے بیہوش کر دیا
 جاتا رہا ہوں آپ بھی میں اپنی یاد سے
 مجلس میں اُس کی ماتِ ہدایت نے سوزِ دل
 نے جم رہا جہاں میں نہ یہ جام رہ گیا
 کوئی بھرا نہ ملکِ عدم سے تو اب تنگ
 دیکھا جو حیرے چشم و دامن کو تو شرم سے
 آتی ہے آج تجھ سے تو کچھ اور بوسیم
 کیا دن تھے وہ بھی آہِ ہدایت کہ جن دنوں
 مدت ہوئی ہے اب تو ملاقات بھی نہیں
 اک دن بھی مہربان نہ وہ بے وفا ہوا
 ہر ایک دانتِ انگور یہاں شرابِ ہوا

اگرچہ آئینہ تھا دل پہ ہم سے بھوٹ گیا
 کسی نے خوب کہا ہے موا سو جھوٹ گیا
 گھڑا پھولے کیا کہ بدن سدا پھل گیا
 شب کیا گزر گئی ہے کہ اب دن بھی ڈھل گیا
 ٹٹکھڑے کو دیکھتے ہی پہ کچھ دل ٹپل گیا
 گل تھا پر اپنی چشم میں یہ خار ہو گیا
 سینہ تمام دافوں سے گھرا ہو گیا
 یارو میں کس بلا میں گرفتار ہو گیا
 میں اتنی بات کہتے کہنگار ہو گیا
 کیوں میری جان کیا تجھے آزار ہو گیا
 جس کی طرف نظر گئی مدھوش کر دیا
 کیا جاے کہ کس نے فراموش کر دیا
 یہاں تک کہا کہ شمع کو خاموش کر دیا
 مردوں کا اس جگہ میں مگر نام رہ گیا
 پایا جہاں کسو نے کچھ آرام رہ گیا
 منہ اپنا لے کے بہت و بادام رہ گیا
 رات اس چمن میں کون گلِ اندام رہ گیا
 راتوں کو اپنے پاس وہ گلِ قلم رہ گیا
 آنے سے بلکہ نام و بیضام رہ گیا
 اے آہ و بیکہ سحری تم کو کیا ہوا
 دے یہ آبلہ اپنا نہ کامیاب ہوا

نہ صحن باغ میں لگتا ہے جی نہ صحرا میں ___ ہوا ہوں آہ میں یارب کس انجمن سے جدا
 دیکھ اُس کی چشم مست کو دل تو بہک گیا بس میری جان دو ہی چالوں میں چپک گیا
 دیکھا نہیں ہے ہم نے ہدایت کو ان دنوں شاید کسی جگہ پہ دل اُس کا انگ گیا
 عشق میں خواباں کے ہے طرزِ ستگاری بہت آہ دلداری ہے کم یہاں دور آزماری بہت
 بار ڈالا ہند کے کافر اداؤں نے ہمیں نھن میں ان کے شک اور طرح داری ہے بہت

☆☆

نہ ملے کارواں سے ہم اے دے ___ گرچہ کتنا جرس پکار رہا
 یار ہے ہم میں ہدایت جلوہ گر جس طرح ہو گوہر یکتا میں آب
 پر نہیں معلوم ہرگز آپ کو ___ آب میں دریا ہے یا دریا میں آب
 تیری زلفوں کی کچھ چلی تھی بات ___ روتے روتے ہی گزاری ساری رات
 دل تو سمجھائے سمجھتا ہے کبسو ___ پر ہدایت چشم تر کا کیا طلاج
 کتنی ہی نہیں یہ دہر کی شب یا رب کیا آج سو گئی صبح

☆☆

تو نے گر قتل کیا ہم کو صنم خوب کیا ہاں میاں جج ہے کرایے ہی گنہگار تھے ہم
 قیس دوں مر گیا فرہاد کی وہ شکل ہوئی ___ آہ اس کوہ و بیاباں میں کئی یار تھے ہم
 تم نہ فریاد کسی کی نہ حفاں سننے ہو ___ اپنے مطلب ہی کی سننے ہو جاں سننے ہو
 مصالحے ہاتھ آئی سن تجھے گلشن میں آئی ہے ___ یہ ترس باد جواں کے کہ ہے مفدا آنکھوں سے
 چولی نسک رہی ہے اور آنکھیں ہیں تر بھی جج کہو ہم سے رات پیارے کہاں رہے
 کرتا نہیں ہے جانے کو دل کوئے یار سے گواں میں مٹی رہے خدا ہے ہم تو یہاں رہے
 کیا خاک کو مری کہیں گلشن میں جا نہ تھی پر چشم تجھ سے ہائے مجھے یہ صبا نہ تھی

سیر جن ہوا دے صحبت و طرب ایسی مکی کہ ہم سے گویا آشنا نہ تھی
 گلشن کو دوستی کے میں دیکھا جن جن _____ جز بڑے خون دل کہیں بڑے وفا نہ تھی
 ضعف سے بیضا میں جوں نقش قدم تو کیا ہوا _____ گرد باد آسماری طینت میں ہے آوارگی
 ہوتے جب صد عیش و عشرت ہم کو تیرا دید ہے _____ مل گئے جس دن گلے حیرے اسی دن عید ہے

☆☆

دل مرا کیوں کر ہو غافل مگر سے مگر نظر آتا ہے اپنا دور سے
 آنکھ سے آنسو کبھو خستہ نہیں چشم بھی کیا کم ہے یہ ہاسور سے
 دل نہ کر تو شکوہ جو رہتاں _____ فائدہ کیا یار اس مذکور سے
 گر نت یہی جو رہ اور بھٹا ہے بندے کا بھی اے بتاں خدا ہے
 غرض یہی ہے مجھے افک کے بہانے سے کہ مہرباں ہو وہ یار بکسی بہانے سے
 بدکب افک اے آمد ہے دنیا میں جو اپنے مگر میں ہے محفوظ آب ودانے سے
 وہ کیا کرے کہ محبت کا اقتضا ہے یہی وگر نہ فائدہ اس کو مرے ستانے سے
 کہیں جو مہر و وفا ہو جہاں میں یا اخلاص الہی اٹھ مکی یہ رسم کیا زمانے سے
 میں چھوڑتا ہوں کوئی اس کو مثل حلقہ در _____ یہ سرا ہے مرا اس کے آستانے سے
 آنکھوں نے تری جس کے تیس مست کیا ہو وہ شور قیامت سنی ہشیار نہ ہووے
 آتا ہے مجھے رحم ترے حال پہ زاہد _____ اے دانے اس اوپر کہ جو ہے خوار نہ ہووے
 کیا کیوں تجھ سے ہدایت کہ مری شام و سحر یار نہیں دلف و درخ یار کے کیونکر گزری
 دن گزرتا ہے مجھے روز قیامت سے دراز _____ رات گزری تو شب مرگ سے بدتر گزری
 پختہ مغز ان جنوں سے ہر کسی کو جنگ ہے جو شر پکا سر پامال بھائے سنگ ہے
 عشق نے حیرے مجھے پاں تک کیا ہے ہاتوں تا بہ لب آنا نفس کو راہ صد فرسنگ ہے

ان دنوں کچھ تو ہدایت ہو گیا ہے زرد سا ___ غاہرا عاشق کسی پر ہے ترا کیا رنگ ہے
 صدقے ترے گلخوار جی سے ___ اک جی سے ہیں کیا ہزار جی سے
 کھلے ہے تری مڑہ ہر اک وقت ___ نکلا نہ کہو یہ خارجی سے
 گھر سے نکلے ہے تو جی ساتھ نکل جاتا ہے ___ کوئی قامت ہے کہ یہ آہ دل محروں ہے
 زلف کج منہ اوپر جو چھوڑی ہے ___ کیا یہ صید ہے نکلا تھوڑی ہے
 بشرِ خوں ہے دامن دریا آستیں کس نے یاں پھوڑی ہے
 شاد گل خم نہیں کسو نے کیا ہاتھ معشوق کے مزدوری ہے
 عمر کوتاہ کار عمر دراز ___ ساگ ہے بہت رات تھوڑی ہے
 ایک وہ ماہِ زُد غائب ہے نظر سے دور ___ وہی تارے ہیں وہی ماہِ وہی کردوں ہے
 میں خوب سیر کی جگہ میں ہر ایک بستی کی ___ بنا غراب ہو بنیاد بت پرستی کی
 ہمیں تئیب و فراز زمانہ سے کیا کام جو سر بلند ہیں اُن کو ہے فکر پستی کی
 جی تو گلشن میں بھی نہیں گلن کس کی مجلس سے ہم اداس مجھے
 جب سنا میں نے غمِ ہدایت کا ' شیعہ ہی بس مرے حواس گئے
 جاؤں نکل میں دشت میں یا شہر میں پھروں ___ کوئی ایسی شکل ہووے کہ تک جی میل سکے
 صہیدِ تنگی ابد ہے اسیرِ دامِ گیسو ہے ہدایت بھی تو کوئی زود ہے شہدا فکرت ہے

رباعیات

طاہت کوئی اپنے جسم و جاں سے نہ پھرا ___ یک فتنہ ہزار کشمکش سے نہ پھرا
 کوچہ تو ترا رو عدم سے نہیں کم ___ جو کوئی گیا سو پھر وہاں سے نہ پھرا
 دلِ عہد شباب ہو چکا ہے باقی بچری ہے سو اس میں کیا رہا ہے باقی
 ہوتا ہے کوئی دم میں یہ دور اب آخر شب گزری ہے روز رو گیا ہے باقی

باب الیاء

1۔ یقین

یقین شخص، انعام اللہ خاص نام۔ شاہ جہان آبادی۔ چٹا اعظم الدین خاں اور نواسا شیخ مجدد الف ثانی کا تھا۔ شاگرد میرزا مظہر جان جاناں کا، مشہور اور منظور نظر مرزا سے مذکور۔ اکڑ یہ گمان باشندگان شاہ جہان آباد تھا، کہ یقین فن شعر و شاعری میں محض بے استعداد تھا۔ مرزا مظہر خود شعر کہتے تھے اور نام اس کا داخل اشعار کرتے تھے۔ مارے جانے کو اس کے بعضے تو یوں نقل کرتے ہیں کہ احمد شاد بادشاہ کے مہد سلطنت میں بہ سبب کسی حرکت نامعقول کے، کردہ صادر نہ ہوئی تھی یقین سے۔ باپ نے اس کے اس کو قتل کیا اور نشی کی اس کو دیر یا میں بہادیا اور بعضے کہتے ہیں کہ ارتکاب اس عمل شیع کا گزرا تھا اس کے باپ کے دھیان میں کردہ ممنوع ہے جمیع ادیان میں۔ یقین نے اس مقدمہ میں باپ کو اکڑ متنبہ کیا۔ ایک دن اُس نے تھا ہو کر اس بچہ کے کا جی ہی لیا۔ علم غیب کا بدستی خدا کو ہے اور یقین گمانوں کا بالکل اس خالق ارض و سما کو ہے۔ بہر حال یقین مذکور کا کلام طبع کے مرغوب ہے اور اشعار اس کے جاں فراش و دل کو ب۔ یہ آیات آبدار اس کا خلاصہ انکار ہیں:

نہ مرا میں اگر صدقے ترے جانے کے کام آتا _____ گر نہ ناز کا تھا گالیاں کمانے کے کام آتا
میں تو ظاہر نہ کروں اُس کی جہا کو یقین _____ چھپ سکے کیونکہ یقین زخم نمایاں میرا
مجھے گر حق تعالیٰ کار فرمائے جہاں کرتا _____ جوں کو میں بہ زور ان نیکیوں پر مہرباں کرتا
نہ دیتا بیش کی خسر و گرفت قصر شیریں میں _____ جو میں ہوتا بھائے شیر جوئے خوش رواں کرتا

اگر مرکز میں اُس شوخ کی خاطر نساں ہوتا خدا جانے دفا میرے کے حق میں کیا گناں کرتا
 زباں فولاد کی ہو تب جواب کہہ کن دیوے ستم ہوتا اگر پردیج کو عشق اچھاں کرتا
 نہیں مظلوم اب کے سال بیتا نے پہ کیا گزرا ہماری توبہ بد کرنے سکتی پیانے پہ کیا گزرا
 براہمن اپنے سر کو بیٹھا تھا دیوے کے آگے خدا جانے مری صورت سے بھٹانے پہ کیا گزرا
 یقین کب میرے سوز دل کی داد کو پہنچے کہاں ہے شمع کو پردا کہ پردانے پہ کیا گزرا
 ہیں زخم مرے کاری اس جینے سے کیا ہوگا اب مرنا ہی بہتر ہے اس جینے سے کیا ہوگا
 اگر تجھ کو زلیخا دیکھتی سب کچھ ہر جاتی تماشا باو کھانی کا اُس کو خواب ہو جاتا
 سریر سلطنت سے آستان یار بہتر تھا ہمیں فلک ہما سے سایہ دیوار بہتر تھا
 مراد مل گیا جس دن سے نظارہ سے باز آیا یقین پرہیز اگر کرتا تو یہ بیمار بہتر تھا
 نکد دل کو کب بھل گئی ہے بیتاں کی ہوا باغ سے یوسف کو رنگیں تر ہے زنداں کی ہوا
 نہ آپ تیشہ فرہاد اپنے غلوں میں گر سکا تو ایسے رنگ سے کب نقش شیریں کو بنا سکا
 یہ عشق سرخسں فرہاد پر لایا جو کچھ لایا دگر نہ کون ایسی فتح خسرو کو دلا سکا
 تجھ آنکھوں سے اتر کر دل نہ کرتا شور کیا کرتا یہ شیشہ طاق سے گرتا نہ ہوتا چور کیا کرتا
 یہ دل ایسا خراب کو چہ و بازار کیوں ہوتا اگر ملتا نہ اتنا گل زخوں سے خوار کیوں ہوتا
 تری آنکھ سے مرنا خوش نہیں آتا مجھے درد نہ یہ ایسا کار آساں اس قدر دشوار کیوں ہوتا
 یقین امید جینے کی نہیں حیرتی ان آنکھوں سے اگر پرہیز تو کرتا تو یوں بیمار کیوں ہوتا
 گما میں آنکھ سے حیرتی جہاں کے ہاتھ کیا آیا مجھے پکا زمین پر آساں کے ہاتھ کیا آیا
 نہ کہتی راز دل تو اتنی رسوائی بھلاستی نصیحت کر کے مجھ کو اس ڈہاں کے ہاتھ کیا آیا
 کیا بدن ہوگا کہ جس کے کھولتے چائے کا بندہ رنگ گل کی طرح ہر ناخن معطر ہو گیا
 دام و قفس سے چھوٹ کے پہنچے جو باغ تک دیکھا سو اس زمین میں چمن کا نشان نہ تھا
 اس قدر فرق ابو میں یہ دل زار نہ تھا جب حنا کو ترے پاؤں سے سرور کا نہ تھا

حسن کا عشق زلیخا سیتی کچھ چل نہ سکا _____ در نہ وہ پاک شہر کاہلی ہزار نہ تھا
 دل مرا عشق کے دھڑکوں سے مڑا جاتا ہے _____ یہ وہ دل ہے کہ کوئی ایسا بگردار نہ تھا
 دل میں زاہد کے جوہر کی ہوا کی ہے ہوس _____ کوچہٴ یار میں کیا سائے دیوار نہ تھا
 اتنا کوئی جہاں میں کبھو بے وفا نہ تھا _____ ملنے میں تیرے مجھ سے یہ دل آشنا نہ تھا
 ناصح جو یہ نصیحت بیجا ہے میں سُنی _____ معذور کبھی مجھ کو مرا دل بجا نہ تھا
 خلیف مجھ سے اُلجھ کر عبت ہوا واعظ _____ کہ میں تو مست تھا اُس کو بھی کیا شعور نہ تھا
 تری آنکھوں کی کیفیت کو سے حاذ سے کیا نسبت _____ نگہ کی گردشوں کو دور بیٹانے سے کیا نسبت
 بتاں کی مجھ سے خاطر جمع ہے یہاں تک کہ کہتے ہیں _____ کہاں اس نام سے یہ صید جاسکتا ہے کیا قدرت
 ہمارا شور سن مجھوں کو بھولی طرزِ نالے کی _____ کوئی شیروں کے منہ پر نہ بھاسکتا ہے کیا قدرت
 شیعہٴ دل کے تئیں اپنے سنبھالے رکھ لیتیں _____ بھر کسے گا کون اُس کے پھوٹ جانے کا طالع
 سوچکہ سے دل گریباں بھاڑ دیا نے کی طرح _____ زلف کی زنجیر میں آخر پھنسا شانے کی طرح
 جی نکل جاتا ہے میرا جب کبھو آتی ہے یار _____ وہ قسم کھا کر اُسی ساعت نگر جانے کی طرح
 خار سے مڑگاں کی جی ڈرتا ہے میرا بے طرح _____ دکھ مری آنکھوں پہ دیتے ہو کب پابے طرح
 فصل گل بھی آن پہنچی دیکھتے کیا ہو یقیں _____ اب کے چلتا ہے جنوں پر دل ہمارا بے طرح
 گرچہ شیریں شیخ کے ہے وہد میں آنے کا شور _____ پر قیامت ہا تک ہوتا ہے سے خاند کا شور
 آہ و نالہ پر نہیں موقوف شہرت عشق کی _____ کس قدر ہے اس غموشی ساتھ پروانے کا شور
 دل ہمیں کہہ کر چلا تھا اپنے جانے کی خبر _____ پھر ندوی ہم کو کسی نے اُس دیوانے کی خبر
 جلیں ہم چلی جاتی ہیں باغوں کی طرف _____ کہہ تو از قیاسی سنی ہے گل کے آنے کی خبر
 نین بچھتا ضعف سے نالہ مرا صنادک _____ کون لے اس باتوں کی اب دوانے کی خبر
 توقع دے کے مت کہ ناامیدی کے سخن بس کر _____ جوابِ علاج مت دے مجھ کو اے شیریں دامن بس کر
 جو لوہا خس نہ دے اُس کو ناکا ہاتھ کیا حاصل _____ بہت کی تو نے اس تیرہ کی خدمت کو کتن بس کر

خال گورے منہ کا لیتا ہے سرے دل کو پڑا _____ اس گھر میں چاندنی راتوں کو بھی پھرتے ہیں چور
 گریباں پھاڑتے ہیں دیکھ خرابان چمن کیونگر _____ نہ کچھ چاک نا صبح اس ہوا میں پھر بن کیونگر
 کوئی محنت کوئی لذت اٹھا دے یار سے کوئی _____ کہا اپنے تئیں ضائع نہ کرتا کو کین کیونگر
 قہج سخت رہتا ہے یقین اس بات کا مجھ کو _____ کہ اتنا بولتے ہیں تلخ یہ شیریں دہن کیونگر
 بعد مرنے کے ہوں میں گور میں غمناک ہنوز _____ مگر دھمکتے ہیں مری خاک کے افلاک ہنوز
 منہ پہ کھاتا ہے اسی طرح سے تلواری کہ بس _____ دل مرا عشق میں ایسا ہے جگر دار کہ بس
 نزع میں دیکھ مجھے یار جھجک کر بولا _____ کیا نری طرح سے مرنے ہے یہ یار کہ بس
 آپ کو سچ کے یوسف نے زلیخا کو لیا _____ کیا خریدار یہ پایا ہے خریدار کہ بس
 آپ سے ہم نے مقرر کی ہے اپنی ہاقص _____ درد نہ تک پڑ کیں تو ہو جاوے نہ دہلا ہاقص
 بھگ تو کرتا ہے برہم جو کہیں جاتے رہیں _____ تو پڑا منہ دیکھتا رہ جائے گا تھا ہاقص
 آج دیکھی ہے میں وہ لطف کی پیداوار کہ بس _____ سر پہ آیا سرے اس طور سے جلاوار کہ بس
 جی میں آتا ہے تری جھپ کو کر دکھا دیجئے اُسے _____ باغ میں اتنا اکڑتا ہے یہ شمشاد کہ بس
 کچھ پردہ بال میں طاقت نہ رہی جب چھوٹے _____ ہم ہوئے ایسے نرے وقت میں آزاد کہ بس
 تو نہ تھا حیف یقین درد نہ دیوانہ ہوتا _____ آج اس طرح کا دیکھا ہے پری زاد کہ بس
 عاقبت تن پردہ رہی ہوتی ہے گردن کا دہال _____ کس قدر پہلوئے چب اپنے سے ڈکھ پاتی ہے شمع
 اہل نور آئین دلوں کو دیکھ شرماتے ہیں سخت _____ دیکھ کر گھٹل گیری صورت کو ڈر جاتی ہے شمع
 یہ نہیں ہوتا کسی مرہم سے اس سینہ کا داغ _____ ہو گیا ناسور آخر یار دیرینہ کا داغ
 ہم تو مرنے ہیں کے نور نکھتا ہے اگلت کا چراغ _____ دیکھیے پھر ہودے کب روشن محبت کا چراغ
 خانہ الہی درد مجھ سے کیوں نہ ہو روشن یقین _____ ہے مرا ہر داغ سینہ میں مصیبت کا چراغ
 ناسخ سے مجھ کو ظہم نے کیا شرمسار حیف _____ سو بار پھٹ چکا یہ گریباں ہزار حیف
 دل نہیں سمجھتا ہے بن حیرے بنیاں کی طرف _____ خوش نہیں آتا نظر کرنا غزالاں کی طرف

اس ہوا میں رجم کر ساقی کہ لے جام شراب دیکھ کر چھاتی بھری آتی ہے ہاں کی طرف
 سحر کے ڈور سے جونسختے تجھے سو یہ دیکھے یقین دل کھنچا جاتا ہے اُس زلف پریشاں کی طرف
 آئینہ ہوتا ہے اُس روئے درخشاں کا حریف ماہِ بہن اور کون ہو خود شید تاباں کی طرف
 بہت چھینے کی تدبیر اہل عرفاں کے نہیں لائق کہ چٹا آبِ حیاں شانِ انساں کے نہیں لائق
 رشک سے لاگے ہے پرانے کے بھی تن کو آگ گیدوائے فالوں کی تیرے حیرا بہن کو آگ
 جلتے جوں سے کل ان تیلیا کپڑوں کے ساتھ جی دھڑکتا ہے مہا داگ اُٹھے دامن کو آگ
 جہن میں مجھ سے دیوانے کو لے جانے کا کیا حاصل دکھا کر گل جنوں کو شور پر لانے کا کیا حاصل
 جنھیں باہوں کی چٹائی دے بے دے ہر گز نہیں بیٹے جو زلفوں میں پھنساں اُس کے غم کمانے کا کیا حاصل
 ہمارے درد کی دوا اگر کچھ ہے تو دوا رہے یہ سب کچھ تُوں کے ساقی بات پی جانے کا کیا حاصل
 ہم نہ کہتے تھے کہمت جھپٹاؤں ہوں زخموں کے تئیں خط کی صورت میں پڑا آخرت آہوں کا دیاں
 اس تھائل ساتھ میرے سامنے سے درگزر بے طرح پڑتا ہے حسرت کی نگاہوں کا دیاں
 ہاتھ لگتا مگر زبانِ مسر کو یہ آفتاب خواب ہو جاتا انھیں اُس ماہِ کنساں کا خیال
 سے ہوئی آخر رہی تدبیر غم کی ناتمام کس سے دل خالی کریں اب ہو چکا ملنا تمام
 تیری آنکھوں میں نہونے اس طرح ملا ہے جوش ڈالتے ہیں جس طرح بدست سے خانے میں دھوم
 کہوں کیونکر میں قید زلف سے چھٹنے کی تدبیریں پڑیں ہیں میرے ہر آنکشت میں جوں شانِ زنجیریں
 ہمیں بھی بات کہہ آتی ہے لیکن دل نہیں حاضر حیا سے دور ہے نامحِ خوشی ساتھ تقریریں
 یقیناً قبل ہاتھ آیا نہیں کبھی کے جانے سے نہیں ہووے گی ہم فرہاد کو سواہر سرچہ زیں
 جہن میں شاخِ گل جلتی ہے جیسے گل کے پلے سے پلک جاتا ہے دم لیتے نزاکت اس کو کہتے ہیں
 دُغم بن مجھ کو کچھ اس لاگ سے قصود نہیں عشق پیکا ہے اگر داغِ شک سو نہیں
 ہے اسی تجھ کے زنگار کا مرہم دوا رہے اور کسی طرح سرے دُغم کا بہود نہیں
 کرتا ہے کوئی یارو اس وقت میں تدبیریں مرنے ہے یہ دیوانہ اب کھول دو زنجیریں

ناداں ہے جو معنی چھوڑ صورت کی طرف چلوے لڑکوں کو کتابوں سے منظور ہیں تصویریں
 چہرے سے نکل سو لپٹے ہیں یقین منہ پر اور ان طلائی پر جوں کھینچی ہیں تحریریں
 کوئی دن اور کرنے دو جنوں مجھ کو بہاداں میں صہت بیٹے ہواس کو کیا رہا ہے اب گریباں میں
 جن کے سچ کیا پی ہے جیسے شاخ سنبل کی ہوے ہیں کس قدر دل جمع اُس زلف پریشاں میں
 بہار آئی ہے ہم کو کیا کہے گا باغیاں دیکھیں دامن میں ہاندھنے پاویں گے اب کے آئیں دیکھیں
 اٹھا اس منہ سے اے بادشاہ کوٹک کی آغلی کو تہہ سے تری ہم بھی تک اک پہ گستاں دیکھیں
 نہ کر نخل مجھے مہاں مرا نہ ہو اے عشق کہ میری آنکھ میں آنسو جگر میں آہ نہیں
 تو نے ہم پر جو جفا کی ہے سو مذکور نہیں تبس پہ ہم نے جو دغا کی ہے سو منظور نہیں
 سید میرے میں ترے عشق سے جوشاں ہے صل کون نامور ہے جو نیش کا معمور نہیں
 دین و دنیا کے مجھے کام سے کھوتا ہے یقین چھوڑ دوں عشق نہ باللہ کہ معذور نہیں
 خدا کی بندگی کہے اُسے یا عشق معشوقی وہ نسبت ایک سے سو سو طرح تعبیر کرتے ہیں
 سو سو ہیں اتفاقات لٹاغل میں یار کے بیکارگی سے اُس کی کوئی آشنا نہیں
 شیریں دہن بھی تلخ لگے بولنے یقین اب چھوڑ دے نظارہ کچھ اس میں حرا نہیں
 وہ کون دل ہے جہاں جلوہ گر وہ نور نہیں اُس آفتاب کا کس ذرہ میں ظہور نہیں
 ترے سفر کی خبر شن کے جان دھڑکوں سے جو پہنچوں مرنے کے نزدیک میں تو دور نہیں
 کوئی بھی دیتا ہے لڑکوں کے ہاتھ ہیٹہ دل یقین میں غور سے دیکھا تو کچھ شعور نہیں
 جس محبت میں نہیں ہے شور ہے وہ تہے تک کیا حرا ہے عشق کرنے میں جو رسوائی نہیں
 بن یقین کے باغ میں جا کر ہیں کہتے ہیں سب سحر گل سے جی نہیں لگا وہ سودا کی نہیں
 شکوہ جفا کا یار سے کرتا دغا نہیں بندہ کو اعتراض خدا پر روا نہیں
 اگر رستم ہو عاشق دم نہ مارے یار کے آگے کماں کا جی نکل جاتا ہے اس کی ایک جھٹکن میں
 کالی بھی پی گئے ہیں ماریں بھی کسانیاں ہیں کیا کیا تری جفا میں ہم نے اٹھائیاں ہیں

ایسا دراز دامن میں ہاتھ اُن کے آیا
 حق کو یقیں کے آخر برباد مت دو یارو _____ تم نے سخن کی طرزیں اُس کی اڑائیاں ہیں
 قاصدِ رمانے تیرے بس کہ شرماتا ہے سرد
 تم ہمیں پامال یوں کرتے ہو اب خوش قاصدو _____ دیکھتے ہو قریوں کو سر پہ بھلاتا ہے سرد
 کھڑا ہے سرد نہٹ بن بنا کے رمانا ہو
 نہ لانا تھا مرے گریہ کو شور پر اے عشق _____ بُدی بلا تو نے چھلری ہے دیکھیے کیا ہو
 خونِ انصاف سے اتنا بھی زباں تر نہ کرو
 لعل کو یار کے ہونٹوں سے برابر نہ کرو
 ہاندہ کر مجھ پہ کمر لطف نہیں غیر کا قتل
 اپنی بیداد کے مضمون کو مرکز نہ کرو
 کوئی یہ چاند سا منہ چھوڑ کر عاشق ہو شعلہ کا
 گزرا تین پرستی سے یہ پردانے سے کہہ دیجو
 ستاومت یقیں کا دل کہ یہ خوباں کا مسکن ہے _____ خدا جانے کہ کیا ہوا اس مرے خالے کومت چھینرو
 جہا کے عذر میں اے خالمو نہ دیر کرو
 مری زباں پہ شکایت پہ مت ولیر کرو
 حتا کی طرح میں اپنا بھل کیا ہے خوں
 تیاں شہید کرو خواہ دھجیر کرو
 خدا کرے کہ کہوں حق شتاب ثابت ہو _____ مت امتحان وفا میں یقیں کے دیر کرو
 جو تو شراب پیئے کیونکہ دل کہاب نہ ہو
 لگے جب آگ کہاں تک یہ زہرہ آب نہ ہو
 خشک گزرتے ہیں ایام عشق داغ بغیر
 کہ مرد ہو دے ہوا جس دن آفتاب نہ ہو
 دیوانے شہر سے یہاں آکے جی چھپاتے ہیں
 خدا کرے یہ خراب کبھی خراب نہ ہو
 بتاں کی مدح نہیں عُسنِ خلق و دامنِ پاک
 وہ کیا حرا ہے جو معشوق بد شراب نہ ہو
 یقیں ہاں کا ہر چہ سے بندوبست ہے داغ
 شہر میں تھا نہ ترے عُسن کا سا شور بکسو
 جو ہو دے کافر اُسے کس طرح عذاب نہ ہو
 شہر میں تھا نہ ترے عُسن کا سا شور بکسو
 مصر اس جنس سے اتنا نہ تھا معذور بکسو
 لکر مرہم کی مرے واسطے مت کر تاج
 خوب ہوتا نہیں اس عشق کا تا سوز بکسو
 گو نہ کرو بعد وفا دے مجھے اس کا تو جواب
 مجھ سے ملنا بھی تجن ہے تجھے منظور بکسو

اپنی بیداد کی سوگند ہے تجھ کو اے مرگ _____ تو نے دیکھا ہے یقین سا کوئی رنجور کبھو
 غلب میں کس طرح دیکھوں تجھ کو بے خوابی کے ساتھ _____ جمع آسائیں کہاں ہوتی ہے بیگانے کے ساتھ
 صفت میں لیتے دفا کو شہر خواہاں میں یقین _____ کس قدر بے قدر ہے یہ جنس تابانی کے ساتھ
 بہار آئی ہمیں کیا حکم ہے اے باغباں جگ کہہ _____ چمن میں رہنے پاوے گا ہمارا آشیاں جگ کہہ
 شک ڈالا ہے مجھ میں اے ہما شور محبت نے _____ کبھو کھائی ہیں تو نے اس طرے کی اتھواں جگ کہہ
 یقین ماتوں کو کر کر شہر غنڈیں سب کی کھوتا ہے _____ یہ کس بے درد سے سکھا ہے فریاد و فغاں جگ کہہ
 کچھ عمر نہیں باقی پیارے تو شباب آجا _____ ڈرتا ہوں چٹک جادے لہریز ہے پیانہ
 منہ اپنے کے کشن میں رہنے نہ دیا کر تو _____ یہ ہرزہ ترے غلط کا ہے ہرزہ بیگانہ
 روداد محبت کی مست پوچھ یقین مجھ سے _____ کچھ خوب نہیں سنتا افسوں ہے یہ انسانہ
 عمر میں تو نے تو دیکھے ہیں بہت غم خانے _____ آتو اے چرخ تک اک اس دل نا شاہ و دود کچہ
 کہاں تا شیر نالوں میں ہے اے سرخ سرچہ رہا _____ عہت میا کو نا خوش ہے کیوں کرد باہیں چپ رہا
 جب ہوا معشوق عاشق دلربائی کیا کرے _____ بندگی سے جس نے غم کی ہو خدائی کیا کرے
 وصل کی گرمی سے مجھ کو ضعف آتا ہے یقین _____ دیکھیے مجھ ساتھ خواہاں کی جدائی کیا کرے
 کیا دل ہے اگر جلوہ مگر یار نہ ہودے _____ ہے طور سے کیا کام جو دیدار نہ ہودے
 دل جل جو گیا خوب ہوا سوختہ بہتر _____ وہ جنس کوئی جس کا خریدار نہ ہودے
 طوائف کس طرح ناحق افسادیں ہاتھ مٹلاں سے _____ کہے کھوج جنوں ہیرا بان کے سنگ پادشاں سے
 یار کب دل کی جراحت پہ نظر کرتا ہے _____ گوئی اُس کو چہ میں جز حیر گزرتا ہے
 اپنی حیرانی کی ہم عرض کریں کس منہ سے _____ کب وہ آئینہ پہ مٹورد نظر کرتا ہے
 عمر فریاد میں برباد کئی کچھ نہ ہوا _____ تار مشہور لفظ ہے کہ اثر کرتا ہے
 جو سراپاں پہ کدو ہے تو خوش ہوں میں مہاں ہم سے _____ دیگن ہائے ہو سکتی ہے یہ جماعت کہاں ہم سے
 مرے افسو بھی مدے ضعف کے اب جل نہیں سکتے _____ کیا اے عشق مجھ کو ماہ ایسا ماتوں تو نے

خطا ہے مفت سر کر یا رکھیں دینے رقیباں کو _____ ہم سے پچھو کو بکن کی کو بکن جانے
 اگر دینے ہو دل کی داد جتنا اُس کا جی چاہے _____ تو کرنے دو اُسے لڑا د جتنا اُس کا جی چاہے
 نہیں ممکن کہ ہم کعبہ کو جاویں چھوڑت غناہ _____ کرے داعظ ہمیں ارشاد جتنا اُس کا جی چاہے
 نہیں کوئی کہ دشنام اُس کی ہم تک یاد دعا لاوے _____ گیا ہے اب اُس کو دیکھیے کب تک خدا لاوے
 چڑھے چتر الہی اس محبت پر کہ ہو بے کس _____ مرے فرہاد اور پرویز د شیریں کو آٹھا لاوے
 دیار حسن میں تو طوش ہوا پر یہ پڑی مشکل _____ کر لٹ جاتا ہے وہاں جو کاروں ٹھہرن دعا لاوے
 مناسب نہیں ہے ٹھوکر جو کاف غریب رویوں سے _____ یقین کوئی نری باتوں کو اچھے منہ پہ کیا لاوے
 زمیں پر جس طرح گرتا ہے سایہ سرود دعا کا _____ تری قاسم کے آگے فرش ہو جاتی ہے دعا جاتی
 نہیں ہوتے کبھو احباب کی خاطر طول اُس سے _____ خدا شاہد جب بے بد مصاحب ہے یہ تنہائی
 معاوضہ میں وفا کے جو یہ جفا ہووے _____ کبھو کسو سے کوئی کیونکہ آشنا ہووے
 اگر یہ خیر ہمیں یاد کر نہیں سکتا _____ کبھو بُرا ہی ہمیں کہہ ترا بھلا ہووے
 یقین ہوا مجھے قطرے سے اشک کے معلوم _____ نہ اٹھ سکے کوئی جو آنکھ سے گرا ہووے
 خبر کیا پوچھیے مرغِ قفس سے آشیانے کی _____ اسیروں کو قلع کب ہے پھر گشتن میں جانے کی
 کئے بکڑے شروء گل میں لہر پہاڑِ قتل میں _____ نہ دی فرصت نہانے نے ہمیں دھو میں چلانے کی
 نہوا جاتا ہوں مت اتنا بھی کس کر باندھ ہالوں کو _____ تک اک دھیلی تو کدے چان زنجیریں دوانے کی
 زنجیر میں ہالوں کے پھنس جانے کو کیا کیجیے _____ کیا کیا کیا یہ دل نے دیوانے کو کیا کیجیے
 دل چھوڑ کیا ہم کو دلبر سے توقع میا _____ اپنے نے کیا یہ کچھ بیگانے کو کیا کیجیے
 دکھ تو دیتا ہے کروں تھ کو بھی حیراں تو کسی _____ باغباں اب کے اجارے لوں گلستاں تو کسی
 شفت کب آزاد کرتی ہے گرفتاری مجھے _____ جی ہی لے چھوڑے گی آخر کو یہ چاری مجھے
 کب ہوں ہے مجھ کو رسوائی کی لیکن کیا کدوں _____ کھینچ کر لاتی ہے اس کو چہ میں نا چاری مجھے
 کیا لگا لیتا ہے غرباں کو یقین کرتے ہی داغ _____ آئینہ کی سادہ لوحی ساتھ پر کاری مجھے

جس کو منکود ہو جیتا اُسے مرنا ہے عذاب ___ ہے دم پاک مسیحا دم ششیر مجھے
 ہے قراری کب ٹھہرنے دے ہے مجھ کو ذریعہ قتل ___ مارنا سیما کا مشکل ہے قاتل کیا کرے
 حتم ہے قید کرنا اس طرح کے مرغِ ناداں کو ___ کہ جو مارے بھلائی کے قفس کو آشیاں مجھے
 کرتے ہیں اپنے بال دکھا جلتا مجھے ___ اس بیچ سے ہماں کے نکالے خدا مجھے
 جو د جہاں میں یار بہت ہو گیا دلیر ___ کرتے تو کی پہ راست نہ آئی وفا مجھے
 خدا مجھے ترے داغوں سے لالہ زار کرے ___ یہ خار خشک مگر آگ سے بہار کرے
 قیامت آپ پر اُس قد سے لاپچھے ہم تو ___ کہاں تلک کوئی محشر کا انتظار کرے
 اس ہنسی پوش سے آغوش رنگیں کیجیے ___ جی میں ہے اک مصرعِ سوزوں کو تھمیں کیجیے
 نگاہ گرم سے کھاؤ بھی تاب سو کی طرح ___ خدا کسی کے تئیں اتنا خوش کر نہ کرے
 یہ دل ملک ہے غوہاں کا کون اس کو چہار کھے ___ بغل میں کون ہاں بادشاہی کو دہا رکھے

☆☆

حق مجھے باطل آشنا نہ کرے ___ میں جوں سے پھروں خدا نہ کرے
 دوستی بد بلا ہے اس میں خدا ___ کسی دشمن کو جلتا نہ کرے
 ہے وہ عقول کا فرغت ___ اپنے قاتل کو جو دغا نہ کرے
 ہجوموں کی یہ کچھ فصاحت ہے ___ کہ یقین یار سے وفا نہ کرے

☆☆

خسِ درد عشق میں اک طہر کی نسبت ہے ضرور ___ ہشتم بیمار تجھے دی ہے دل زار مجھے
 یار آیا پہ مجھے ہوش نہ تھا کیا کچھ ___ نہ کیا اس دل دشمن نے خبردار مجھے
 چنے اس زندگی کی قید سے اور داد کو پہنچے ___ وصیت ہے ہماری خوں بھلا جلاؤ کو پہنچے
 نہ نکلا کام کچھ اس سبر سے اب نالہ کرتا ہوں ___ مری فریاد بھی شاید مری فریاد کو پہنچے
 ہمیں اس غم کی باتوں زندگی خوش نہیں آتی ___ کوئی بیداؤ مگر یا رب ہماری داد کو پہنچے

ہوا میں سرد کے اتنا نہ کر شور و شر اے قمری ندے بہا دو تو اپنی کتب خاکسراے قمری
 یقیں رکھو کہ شوقِ خوب نہیں خدمت میں خباں کی تو بچا سرد کے چڑھنے بیٹھے سر پر اے قمری
 مجھے سب بھول شکوے دیکھ دوئے یار کیا کہیے زبانِ حجب سے مہری ہوئے بیکار کیا کہیے
 تنہم میں جو اس کا منہ نکلا جی بندہ کیا اپنا مرا دل لے گیا ہنسنے ہی ہنسنے یار کیا کہیے
 اگر اس کی جگہ پہلو میں ہوتا چار بھتر تھا بہت دیتا ہے میرا دل مجھے آزار کیا کہیے
 یقیں کے داتھ کی سن خبر وہ بدگماں بولا یہ دیوانہ کچھ ایسا تو نہ تھا بیمار کیا کہیے
 وہاں ہوں میں جی دینے میں بھٹوں کے سلیقہ کا حے لے لے کے مرنے کی طرح لڑھکایا جانے
 گلا تو پھٹ گیا نے کی طرح فریاد کرنے سے قیامت وہ ہے کب تک ملے گی دلو کیا جانے
 نکل بھاگا ہے کوئی سید گیا اس دام سے کچ کہہ کئی دن میں کہ خیری زلف کی خاطر پریشانی
 اگر زنجیر میرے پاؤں میں ڈالے تو کیا ہوگا بہا ر آنے دو میرا ہاتھ ہے اور یہ گریباں ہے
 یہ وہ آنسو ہیں جن سے دہر آتشناک ہو چلے اگر ہوئے کوئی یہ آبِ گل کر خاک ہو چلے
 گنہگاروں کو ہے امید اس اعلیٰ خدمت سے کہ اہلِ شاہ اس آبِ دہاں سے پاک ہو چلے
 عجب کیا ہے تری خشکی کی شامت سے جو تو زہد نہال تاک نیلا دے تو وہ سواک ہو چلے
 اگرچہ عشق میں آفت ہے اور بلا بھی ہے مزا نہا نہیں یہ فطرت کچھ بھلا بھی ہے
 یہ کون ڈھب ہے جن خاک میں ملانے کا کسو کا دل کبھو پاؤں تلے نیلا بھی ہے
 یقیں کا شور جنوں سن کے یار نے پوچھا کوئی قہیلہ بھٹوں میں کیا رہا بھی ہے
 خوش آئی ہے مجھے یہ بات اس بھٹوں مریاں سے کیا کیجئے کہاں تک چاک گزروں ہم گریباں سے
 نہیں ہے جام سے بن کچھ ہمارا خوبہا ساقی اس آبِ زندگی سے اپنے یاروں کو جلا ساقی
 تک اک تو دم کراے مرگ سے کی تنہا میں ہماری جان کو روکتے ہیں یہ ابر و ہوا ساقی
 وفا کا کیا قیامت ہے کوئی بدلا جفا دیوے ترسم ان جنوں کو اپنے بندوں پر خدا دیوے
 نہیں پرواز قسمت میں مری اڑا خفا ہو زندگی سے مر گیا ہوں نیک ڈرتا ہوں

مہا داس شرمہ کو خواب راحت سے جگا دیوے _____ محبت کا جھناتا ہے عجب آداب ہیں اُس کے
 کہ جوں جوں یاد دیوے گلیاں عاشق دعا دیوے _____ ندے فرصت میں ہاتھ سے کہ کچھ کام ہو بھی لکے
 ہم آخر ہوں گے دامن گیر کس چاکر کیوں کے _____ رگڑنا ہے سر اپنا پشت پا پر متصل تیرے
 گریں پھاڑے اس پر کیا طالع ہیں دامن کے _____ تک اک انصاف کر کرتا ہے اتنی بھی جفا کوئی
 کھوڑا مندل کھینچ مانتے پر کیا ہے قتل عام _____ قح ابرو کو دیا ہے سنگ دیکھا چاہیے

2۔ بیک رنگ

بیک رنگ تخلص، مصطفیٰ قلی خاں نام، معوطن شاہ جہان آباد کے۔ نواسوں میں خانجہاں خاں
 لودی کے اور معاصر شاہ نجم الدین آبرو کے تھے، منصب داروں میں محمد شاہ بادشاہ اور شہزاد آفاق
 ساتھ عزت و ماہ کے، مشہور سخنوروں میں شاہجہاں آباد کے لود معروف زہاں آردوں میں اس فحشہ
 بنیاد کے تھے۔ طوران کی گویائی کا پھر قدما کی گفتگو کے ہے لود طرز ان کے کلام کی رویت پر مضمون و
 آبرو کے ہے لیکن از بسکہ شیوہ سابقہ یاران حال کے غیر مرغوب ہے تو آہنگ قدیم مع خراش و
 دماغ کوپ ہے۔ بلند شاہجہاں آباد میں انھوں نے اس سرارے قافی سے سفر کیا اور دلوں پر احباب
 کے دماغ حرام کا دیا۔ یہ اشعار بے معنی و خوش بیان ان کے منتخب دیوان ہیں:

مجھے مت بوجھ پیارے اپنا دشمن _____ کوئی دشمن ہوا ہے اپنی جاں کا
 میں دوزخ و جہنم سے تیرے ہوں کامیاب _____ کیوں کر کہوں کہ تجھ سے بہتر ہے آفتاب
 سچ کہے جو کوئی تو مارا جائے _____ راستے ہیں گے دار کی صورت
 مجھ کو معلوم یوں ہوا گل سے _____ بخول جاتے ہیں اُس سے دو ہمتند
 کیوں ہوئے ہو تم کہو دشمن ہمارے اس قدر _____ دوست کا دشمن کوئی ہوتا ہے پیارے اس قدر
 نگہاں چاہیے سرشار کے پاس _____ قری آنکھوں سے کیوں کر دل جدا ہو

زوہمتا ہوں اس سبب ہر بار میں ___ تاکے تیرے نگوں اے یار میں
 اُس پری بیکر کو مت انسان نوجو ___ شک میں کیوں پڑتا ہے دل جان بوجھ
 کیا جاوے دسال ترا ہو کے نصیب ___ ہم تو ترے فراق میں اے یار سر چلے
 روختِ اسلام تیرے رو سے ہے کفر کا رشتہ ترے گیسو سے ہے
 بے قراروں کے تئیں آرام دل ___ اے سرے پیارے ترے پہلو سے ہے
 جدائی سے تری اے صندلی رنگ مجھے یہ زندگانی درد سر ہے
 ہوا معلوم یہ غنچہ سے ہم کو جو کوئی زردوار ہے سو رنگ دل ہے

☆☆

نہیں چھوڑیں ہیں سدا زلف تری اپنی سرواز ___ ہا جو دیکھ کمال ان میں پریشانی ہے
 اب تو جن ہمیں کو چاہی تھیں سے ہے ___ ہم سب طرف سوں یار تھمارے گلے پڑے
 بیکرنگ پاس اور جن کچھ نہیں بساط ___ رکنتا ہے یہ دو زمین کہو تو نظر کرے
 دشمنی برنگ گل ہیں شہیدانِ کربلا ___ گلزار کی منط ہے بیابانِ کربلا
 کھانے چلا ہے زخمِ ستم شامیوں کے ہاتھ ___ دھو ہاتھ زہد کی سستی مہمانِ کربلا
 اندھیر ہے جہاں میں کبابِ شامیوں کے ہاتھ ہے سر بریدہ شمعِ شہستانِ کربلا

☆☆☆

قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان کی چند مطبوعات
نوٹ: طلبہ اساتذہ کے لیے خصوصی رعایت۔ ۲۰۲۱ء کی کتب کو حسبِ ضرورت کھلیں دیا جائے گا۔

تذکرہ علمائے بلخ



تالیف
صفی الدین داوطلبلی
صفحات: 109
قیمت: 42 روپے

افغانستان میں جدید دری (فارسی) شاعری



مصنف
ڈاکٹر عامر حمزہ زید
صفحات: 317
قیمت: 80 روپے

جدید ہندوستان کے معمار



مصنف
اسلم
صفحات: 224
قیمت: 14 روپے

سخنورانِ کجرات



مترجم
سید غصیر الدین علی
صفحات: 340
قیمت: 77 روپے

مرزا غالب (ایک سوانحی مہر)



مصنف
نگور
صفحات: 238
قیمت: 385 روپے

واجد علی شاہ کی ادبی اور علمی خدمات



مصنف
اکتب قدر شاہ اہلی ہمدان
صفحات: 688
قیمت: 97 روپے

ISBN : 81-7587-094-X



قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان
قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان

National Council for Promotion of Urdu Language
West Block-1, R.K. Puram, New Delhi-110066